بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی (اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ) نے (نماز میں) سورۂ کہف کی تلاوت شروع کی، ان کے گھر میں ایک گھوڑا تھا، جس نے اچھلنا کودنا اور بدکنا شروع کر دیا۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ سائبان کی طرح بادل کا ایک ٹکڑا ہے، جس نے ان پر سایہ کر رکھا تھا۔ انھوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے فلاں! (کاش) تو پڑھتا رہتا، یہ تو وہ سکینت ہے جو (اللہ کی طرف سے) قرآن کی تلاوت پر نازل ہوتی ہے۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام : ۳٦۱٤۔ مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن : ۲٤۱/۷۹۵۔ مسند أحمد : ۲۸۱/٤، ح : ۱۸۵۰۳]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں حفظ کر لیں، وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا۔'' [مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی : ۸۰۹۔ مسند أحمد : ۱۹٦/۵، ح : ۲۱۷۷۰]

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؕ﴿ؔ۱﴾ قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَ یُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ﴿۲﴾ مَّاکِثِیۡنَ فِیۡہِ اَبَدًا ۙ﴿۳﴾

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔ بالکل سیدھی، تاکہ وہ اس کی جانب سے آنے والے سخت عذاب سے ڈرائے اور ان مومنوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، خوش خبری دے کہ بے شک ان کے لیے اچھا اجر ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے بہت سی سورتوں کی ابتدا اور انتہا میں اپنی تعریف بیان کی ہے، اس اسلوب کلام سے اس طرف اشارہ

مقصود ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ ہر حال میں لائق حمد وثنا ہے۔ بندوں کو یہ تعلیم دینا بھی مقصود ہے کہ ہر اہم چیز کی ابتدا اور انتہا اللہ ہی کی حمد و ثنا سے ہونی چاہیے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بڑائی اس بات پر بیان کی ہے کہ اس نے بندوں کی ہدایت کے لیے قرآن کریم نازل فرمایا، جو اس کی عظیم ترین نعمت ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ کو صفت عبدیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کی اور قرآن کریم کی عظمت ظاہر ہو۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اللہ کے بندے ہیں اور یہی آپ کا اعلیٰ مقام ہے، نہ یہ کہ انھیں اللہ کا بیٹا کہا جائے۔ جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ قرآن کریم میں نہ لغوی اعتبار سے کوئی نقص ہے، نہ اس کے معانی میں کوئی تضاد ہے اور نہ لوگوں کو حق وصداقت کی طرف بلانے کے علاوہ اس کا کوئی اور پیغام ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ''قیم'' کہا، یعنی یہ قرآن نہایت ہی معتدل کتاب ہے، ہر افراط وتفریط سے پاک اور تمام آسمانی کتابوں پر غالب ہے، جس بات کو وہ حق بتاتا ہے وہ حق ہے اور جسے باطل قرار دیتا ہے وہ باطل ہے۔ قرآن کریم کا مشن یہ ہے کہ یہ اہل شرک و معاصی کو اللہ کے دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈراتا ہے اور مومنین صالحین کو اس جنت کی خوش خبری دیتا ہے کہ جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جس میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔

قرآن مجید میں کسی قسم کی کجی یا پیچیدگی نہیں ہے، یہ بالکل سیدھا، صاف اور واضح راستہ بتاتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ [الزمر : ٢٨] ''واضح قرآن ،جس میں کوئی کجی نہیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ وَّ اَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [بنی إسرائيل : ٩، ١٠] ''بلاشبہ یہ قرآن اس (راستے) کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ اور یہ کہ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ [البينة : ٧، ٨] ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص جنت میں جائے گا، وہ (ہمیشہ) راحت و آرام میں رہے گا، کبھی کسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوگا اور اس کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوں گے اور نہ اس کی جوانی کبھی ختم ہوگی۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی دوام نعیم أهل الجنة ...... الخ : ۲۸۳۶]

سیدنا ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(قیامت کے دن) ایک پکارنے والا پکارے گا، (اے جنت کے لوگو!) تم ہمیشہ تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں ہو گے، تم ہمیشہ زندہ رہو گے، تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی، تم ہمیشہ جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تم ہمیشہ خوشی و مسرت اور سکون میں رہو گے، کبھی مصیبت زدہ نہ ہو گے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی دوام نعیم أهل الجنة : ۲۸۳۷]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنت والوں کو جنت میں اور دوزخ والوں کو دوزخ میں داخل کرے گا، پھر ایک پکارنے والا ان کے درمیان کھڑا ہوگا اور کہے گا، اے جنت والو! اب موت نہیں آئے گی اور اے دوزخ والو! اب موت نہیں آئے گی، ہر ایک اپنے اپنے مقام پر ہمیشہ رہے گا۔ جنت والوں کو یہ سن کر خوشی پر خوشی حاصل ہوگی اور دوزخ والوں کو رنج پر رنج پہنچے گا۔'' [مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون ...... الخ : ۲۸۵۰]

وَ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿۴﴾

''اور ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے کہا اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے۔''

یہ قرآن بطور خاص ان یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کو ڈراتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کا کوئی بیٹا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مریم: ۸۸ تا ۹۵]

''اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔''

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ

اِلَّا كَذِبًا ۝۵

’’نہ انھیں اس کا کوئی علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو۔ بولنے میں بڑی ہے، جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، وہ سراسر جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرنا ایسی جھوٹی بات ہے جس کی بنیاد جہالت، توہم پرستی اور باپ دادا کی اندھی تقلید پر ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی انتہا درجہ کی برائی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے اللہ رب العالمین کے خلاف اپنے منہ سے ایسی غلط بات نکالی ہے جس کا حقیقت و واقعہ سے ذرہ برابر بھی تعلق نہیں ہے، یہ محض افترا پردازی ہے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝۶

’’پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے اور نصیحت کی گئی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ پر اور قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو آپ کو اس پر اتنا غمگین نہیں ہونا چاہیے کہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال لیں، آپ کو صبر سے کام لینا چاہیے اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا چاہیے کہ وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ اس کے فیصلے میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔ اس لیے اے رسول! آپ کو رنج کرنے کی ضرورت نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴾ [فاطر : ۸] ’’تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا تو اس نے اسے اچھا سمجھا (اس شخص کی طرح ہے جو ایسا نہیں؟) پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے، سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔ بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴾ [النمل : ۷۰] ’’اور ان پر غم نہ کر اور نہ اس سے کسی تنگی میں ہو جو وہ چال چلتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۲۷] ’’اور صبر کر اور نہیں تیرا صبر مگر اللہ کے ساتھ اور ان پر غم نہ کر اور نہ کسی تنگی میں مبتلا ہو، اس سے جو وہ تدبیریں کرتے ہیں۔‘‘

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸ؕ

’’بے شک ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اس کے لیے زینت بنایا ہے، تاکہ ہم انھیں آزمائیں ان میں سے کون عمل میں بہتر

ہے۔ اور بلاشبہ ہم جو کچھ اس پر ہے، اسے ضرور ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔‘‘

یہ دنیا دار الامتحان ہے، دار القرار نہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زمین پر مختلف قسم کے حیوانات پیدا کیے اور اسے درختوں، نہروں اور پھول پتیوں سے زینت بخشی اور انواع واقسام کی نعمتوں سے اسے بھر دیا، تاکہ دیکھے کہ کون رنگ رلیوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کون شہوتوں اور خواہشات پر غالب آ کر اللہ کی اطاعت و بندگی کو ترجیح دیتا ہے؟ ایک دن ایسا آئے گا کہ زمین اور اس پر موجود تمام اشیاء یکسر ختم ہو جائیں گی اور زمین بے آب و گیاہ میدان بن جائے گی۔ ان دونوں آیات میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ پریشان نہ ہوں اور غم نہ کریں، اس لیے کہ جس دنیا اور اس کی لذتوں اور شہوتوں کی خاطر آپ سے کفار عداوت رکھتے ہیں اسے بہر حال ختم ہو جانا ہے اور سب کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے، تاکہ ان کے اعمال کا انھیں بدلہ چکایا جائے۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴾ [آل عمران : ١٤] ’’لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔‘‘

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقیری کا ڈر نہیں، لیکن مجھے اس کا ڈر ہے کہ دنیا تم پر کشادہ ہو جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ ہوئی تھی، پھر تم دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو گے جیسے اگلے لوگ دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے اور وہ دنیا تمھیں ہلاک کر دے جیسے اس نے ان لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔‘‘ [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ٢٩٦١]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’دنیا (ظاہر میں) میٹھی اور سبز ہے (جیسے تازہ میوہ) اور اللہ تعالیٰ تمھیں اس میں خلیفہ بنا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ پس دنیا سے بچو (کہ کہیں وہ تمھیں یادِ الٰہی سے غافل کر دے) اور عورتوں سے بچو، اس لیے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کا تھا۔‘‘ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب أکثر أهل الجنة الفقراء …… الخ : ٢٧٤٢۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما أخبر النبی ﷺ أصحابه …… الخ : ٢١٩١]

وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا : یعنی زیب و زینت کے بعد ہم دنیا کو خراب اور تباہ و برباد کر دیں گے، دنیا کی ہر چیز کو فنا کے گھاٹ اتار دیں گے اور دنیا کو اس طرح بنجر میدان بنا دیں گے کہ اس میں نہ کوئی چیز اگے گی اور نہ زمین کوئی اور فائدہ دے گی۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ’’ قیامت کے دن گیہوں کی روٹی جیسی سفید اور سرخی آمیز زمین پر لوگوں کا حشر ہوگا۔‘‘ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ یا کوئی دوسرے راوی کہتے ہیں کہ اس زمین پر کسی قسم کا کوئی نشان (یعنی کوئی عمارت یا پہاڑ وغیرہ) نہیں ہوگا۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب یقبض الله الأرض یوم القیامة : ٦٥٢١]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت کے دن ساری زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ اسے اس طرح (ہاتھوں پر) الٹے گا، جیسے تم میں سے کوئی شخص سفر میں اپنی روٹی ہاتھوں پر الٹتا ہے (بیلن سے نہیں بیلتا) اور یہ اہل جنت کو بطور مہمانی پیش کی جائے گی۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب قبض الله الأرض یوم القیامة : ٦٥٢٠]

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝۹ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝۱۰ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۙ ۝۱۱ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝۱۲ ع

’’یا تو نے خیال کیا کہ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب چیز تھے؟ جب ان جوانوں نے غار کی طرف پناہ لی تو انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے کوئی رحمت عطا کر اور ہمارے لیے ہمارے معاملے میں کوئی رہنمائی مہیا فرما۔ تو ہم نے غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال پردہ ڈال دیا۔ پھر ہم نے انھیں اٹھایا، تاکہ ہم معلوم کریں دونوں گروہوں میں سے کون وہ مدت زیادہ یاد رکھنے والا ہے جو وہ ٹھہرے۔‘‘

ان آیات سے اصحاب کہف کے واقعہ کی ابتدا ہو رہی ہے اور یہ ان تین سوالوں میں سے ایک کا جواب ہے جو مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کے ایما پر رسول اللہ ﷺ سے کیے تھے کہ اگر محمد (ﷺ) نبی ہوگا تو ان کا جواب دے سکے گا، ورنہ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی اور اصحاب کہف کا واقعہ بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصحاب کہف کا واقعہ اس کی سب سے بڑی نشانی نہیں ہے، اس کی تو بے شمار بڑی بڑی نشانیاں ہیں، جو باری تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور جو دن اور رات کو ایک دوسرے کے بعد لاتا رہتا ہے اور جس نے شمس وقمر اور ستاروں کو مسخر کر رکھا ہے، اس کی قدرت کے نزدیک اصحاب کہف کا واقعہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے، وہ تو اس سے بھی عظیم ترین نشانیاں لا سکتا ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ غار میں پناہ لینے والے کچھ نوجوان مسلمان تھے اور ان کے ساتھ ان کا ایک کتا تھا۔ ان کے ملک کا بادشاہ بت پرست تھا اور لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ جو لوگ

اس کی بات نہیں مانتے تھے انھیں سخت سزا دیتا تھا۔ ان نوجوانوں نے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کی خاطر اپنا شہر چھوڑ دیا اور ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے۔ ان نوجوانوں کو جب ذرا سکون ملا تو اپنے رب سے دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہم نے جو شرک اور مشرکین سے کنارہ کشی اختیار کی ہے تو اپنی رحمت کو ہم پر سایہ فگن کر دے اور ہم نے تیرے دین کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا ہے تو ہر قدم پر ہماری رہنمائی فرما اور کافروں سے ہمیں نجات دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی، ان کے کانوں پر ایک پردہ ڈال دیا جس کے سبب غار سے باہر کی آواز ان تک آنا بند ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسا سکون عطا فرمایا اور وہ دشمنوں سے اس طرح امن میں آ گئے کہ تین سو نو سال تک سوئے رہے۔ اس طویل مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں نیند سے بیدار کیا تا کہ وہ اس بات کو معلوم کرے کہ ان کی نیند کا جن دو گروہوں نے اندازہ لگایا تھا، ان میں سے کس کا اندازہ حقیقت سے زیادہ قریب تھا اور تا کہ اس کے دیگر بندے اس طویل مدت تک ان نوجوانوں کے طعام و شراب کے بغیر رہنے کے بارے میں غور و فکر کر کے اللہ کی وحدانیت اور اس کی قدرت مطلقہ پر ایمان لائیں۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ : اسی آیت کی ذیل میں امام بخاری رحمہ اللہ نے غار والوں کا یہ ایمان افروز واقعہ بیان کیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں میں سے تین آدمی (راستہ میں) چلے جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ وہ لوگ پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے۔ اتفاق سے (ایک بڑا پتھر گرا اور) غار کا منہ بند ہو گیا۔ اب تینوں آپس میں کہنے لگے، اللہ کی قسم! اب تو (اس مصیبت سے) تمھیں صرف سچائی ہی نجات دلائے گی۔ لہٰذا ہم میں سے ہر شخص اپنے کسی ایسے نیک عمل کے وسیلہ سے، جو اس نے خالص اللہ کے لیے کیا ہو، اللہ سے دعا کرے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک فرق (تین صاع) چاولوں پر ایک مزدور رکھا تھا۔ اس نے میرا کام تو کیا، مگر پھر (کسی بات پر غصے میں آ کر) وہ اپنے چاول چھوڑ کر چلا گیا۔ اب میں نے اس کے حصہ کے چاول بو دیے اور ان سے اتنا فائدہ ہوا کہ میں نے اس کی آمدنی سے گائے بیل خریدے، پھر (جب ایک مدت کے بعد) وہ اپنی مزدوری مانگنے آیا تو میں نے کہا کہ جا وہ سب گائے بیل لے جا۔ اس نے کہا، میرے تو تیرے پاس (صرف) ایک فرق چاول تھے۔ میں نے کہا وہ سب گائے بیل لے جا، وہ تیرے چاولوں ہی سے خریدے گئے ہیں۔ آخر وہ ان سب کو لے گیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ (خالص) تیرے ڈر سے کیا تو ہماری مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا۔ پھر دوسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے بوڑھے اور ضعیف والدین تھے۔ میں ہر رات کو (ان کو پلانے کے لیے) اپنی بکری کا دودھ لایا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے دیر ہو گئی۔ میں جب (دودھ لے کر) آیا تو وہ سو گئے تھے اور میرے بیوی بچے سب

بھوک سے بے چین تھے۔ میری عادت تھی کہ پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا اور اس کے بعد بیوی بچوں کو۔ مجھے انھیں جگانا بھی اچھا معلوم نہیں ہوا اور یہ بھی میں نے پسند نہ کیا کہ ان کو چھوڑ کر چلا جاؤں اور وہ (رات بھر) دودھ کا انتظار کرتے رہیں۔ چنانچہ میں ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے (اپنے ماں باپ کی) یہ (خدمت محض) تیرے ڈر سے کی تھی۔ سو تو اب ہماری مصیبت کو دور کر دے۔ اس پر وہ پتھر تھوڑا سا اور ہٹ گیا اور ان کو آسمان دکھائی دینے لگا۔ پھر تیسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میری ایک چچازاد بہن تھی۔ جس کو میں سب سے زیادہ چاہتا تھا۔ میں نے اس سے صحبت کرنا چاہی تو اس نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا، ایسا اس حالت میں ہو سکتا ہے کہ تو مجھے سو اشرفیاں لا کر دے۔ سو میں سو اشرفیوں کی تلاش میں نکلا، یہاں تک کہ وہ مجھے مل گئیں، چنانچہ میں نے سو اشرفیاں لا کر اس کے حوالے کر دیں اور اس نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا۔ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو وہ کہنے لگی، اللہ سے ڈر اور مہر کو ناحق طریقہ سے نہ توڑ۔ یہ سنتے ہی میں کھڑا ہو گیا اور میں نے وہ سو اشرفیاں بھی چھوڑ دیں۔ اے اللہ! تو جانتا ہے، اگر میں نے (خالص) تیرے ڈر سے ایسا کیا تھا تو اے اللہ! تو ہماری مصیبت دور کر دے۔ اللہ نے پتھر کو ہٹا دیا اور وہ تینوں باہر نکل آئے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب حدیث الغار : ۳٤٦٥]

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾

''ہم تجھ سے ان کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں، بے شک وہ چند جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے انھیں ہدایت میں زیادہ کر دیا۔''

اصحاب کہف کی اب امر واقع کے مطابق تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔ یہ نوجوان اپنی مشرک قوم کے برعکس اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے عقیدہ میں ایسی پختگی دی کہ انھوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے اپنے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کی راہ اختیار کر لی اور تمام دنیاوی آرام و آسائش سے منہ موڑ کر غار میں رہنا گوارا کیا۔

<u>اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى</u> : اس آیت کریمہ اور اس مفہوم کی دیگر آیات سے امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر کئی لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴾ [محمد : ۱۷] ''اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت قبول کی اس نے انھیں ہدایت میں بڑھا دیا اور انھیں ان کا تقویٰ عطا کر دیا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۱۲٤] ''پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لِيَزْدَادُوْۤا

اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ﴾ [الفتح : ٤] ”تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں زیادہ ہو جائیں۔“

وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾

”اور ہم نے ان کے دلوں پر بند باندھ دیا، جب وہ کھڑے ہوئے تو انھوں نے کہا ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کو ہرگز نہ پکاریں گے، بلاشبہ یقیناً ہم نے اس وقت حد سے گزری ہوئی بات کہی۔“

یہ نوجوان سرداران قوم کے بیٹے تھے، ایک دن بتوں کی پوجا کے لیے اپنے گھر والوں کے ساتھ نکلے، لیکن ان کی فطرت سلیم نے بت پرستی کا انکار کر دیا اور ایک اللہ کی عبادت کے عقیدہ پر اکٹھے ہو گئے۔ جب بادشاہ وقت کو ان کی خبر ہوئی تو انھیں اپنے دربار میں بلایا اور بتوں کی پرستش سے انکار کا سبب پوچھا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں استقامت عطا کی اور انھوں نے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس بات کا اعلان کیا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، اس لیے کسی حال میں بھی ہم اس کے علاوہ کسی کو اپنا معبود نہیں بنائیں گے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو اس سے بڑھ کر جھوٹ، بہتان اور اللہ پر افترا پردازی اور کوئی نہیں ہو گی۔ اس سوچ کے بعد ان میں سے ہر ایک نے اپنی قوم سے الگ ہونا شروع کر دیا۔ پہلے یہ نوجوان ایک دوسرے سے شناسا نہ تھے، مگر اس ذات گرامی نے انھیں یکجا کر دیا جس نے ان کے دلوں کو ایمان سے بھر دیا تھا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”روحوں کے جھنڈ کے جھنڈ الگ الگ تھے، پھر جو روز اول میں تعارف والی ہیں وہ یہاں بھی مل جل کر رہتی ہیں اور جو وہاں انجان رہیں ان کا یہاں بھی اختلاف رہتا ہے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب الأرواح جنود مجندة : ٢٦٣٨۔ بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب الأرواح جنود مجندة : ٣٣٣٦]

هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿١٥﴾ؕ

”یہ ہماری قوم ہے، جنھوں نے اس کے سوا کئی معبود بنا لیے، یہ ان پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے، پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔“

ان نوجوانوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہماری قوم نے اللہ کے علاوہ بہت سے معبود بنا لیے ہیں، جن کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا یہ عمل صحیح ہے تو انھیں اپنے دعویٰ کی صداقت پر واضح اور صریح دلیل پیش کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ دین بغیر دلیل و حجت کے ثابت نہیں ہوتا۔ پھر خود ہی مشرکوں کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے

کہا، واقعہ یہ ہے کہ غیروں کو اللہ کا شریک بنانا اللہ پر محض افترا ہے، کیونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے اور جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے گا اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں ہوگا۔

وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

”اور جب تم ان سے الگ ہو چکے اور ان چیزوں سے بھی جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں تو کسی غار کی طرف (جا کر) پناہ لے لو، تمھارا رب تمھارے لیے اپنی کچھ رحمت کھول دے گا اور تمھارے لیے تمھارے کام میں کوئی سہولت مہیا کر دے گا۔“

ان نوجوانوں نے جب اپنے بادشاہ کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی تو اس نے نہ صرف انکار کر دیا، بلکہ انھیں ڈانٹ ڈپٹ کی اور دھمکیاں دیں اور حکم دیا کہ اس فاخرانہ لباس کو ان کے جسموں سے اتار دیا جائے جو انھوں نے زیب تن کر رکھا تھا۔ بادشاہ نے اپنے موقف پر نظر ثانی کرنے کے لیے انھیں مہلت دے دی کہ شاید یہ اپنے سابقہ دین کی طرف لوٹ آئیں، مگر یہ مہلت ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا سبب بن گئی۔ انھوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے وہاں سے بھاگ نکلے، پھر آپس میں مشورہ کیا کہ چونکہ ہم لوگوں نے بت پرستوں اور ان کے جھوٹے معبودوں سے اعلان براءت کر دیا ہے اور دین و ایمان کی حفاظت کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ دیا ہے، اس لیے ہمارے لیے مناسب یہ ہے کہ ہم غار میں چھپ جائیں، تاکہ ہم پکڑ نہ لیے جائیں۔ اس بات کا تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارا رب ہمیں ضائع نہیں کرے گا، وہ اپنی رحمتوں کے سائے تلے ہمیں ڈھانپ لے گا، ہمارے کھانے پینے کا بندوبست کرے گا اور دشمنوں سے نجات دے گا۔ جب لوگ فتنوں میں مبتلا ہوں تو حکم شریعت یہی ہے کہ انسان اپنے دین کو بچانے کے لیے ایسے ظالموں سے بھاگ جائے، جیسا کہ حدیث میں بھی ہے، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ وقت قریب ہے جب مسلمان کا عمدہ مال (اس کی) بکریاں ہوں گی، جنھیں وہ لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جائے گا، یا برساتی وادیوں میں چلا جائے گا، اس طرح وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے بھاگتا پھرے گا۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب من الدین الفرار من الفتن : ۱۹]

وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا : یعنی تمھارا کام آسان کر دے گا، تو اس کے بعد وہ بھاگ کر غار میں چلے گئے۔ قوم کے لوگوں نے انھیں گم پایا، بادشاہ نے بھی ان کی تلاش میں لوگوں کو ادھر ادھر دوڑایا، مگر وہ انھیں تلاش نہ کر سکے اور ان کی تلاش میں اندھے ہو گئے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کافروں کو اندھا کر دیا تھا، جب انھوں نے ہجرت کے وقت غار ثور میں پناہ لی تھی، حالانکہ مشرکین مکہ ان کی تلاش میں

وہاں تک پہنچ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة : ٤٠] ''جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا جنھوں نے کفر کیا، جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اور اس وقت میں غار میں تھا کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے قدموں کے نیچے نگاہ کر لے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! تمھارا ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے؟'' [بخاري، کتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب المهاجرين وفضلهم : ٣٦٥٣]

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ؑ﴿۱۷﴾

''اور تو سورج کو دیکھے گا جب وہ نکلتا ہے تو ان کی غار سے دائیں طرف کنارہ کر جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کو کترا جاتا ہے اور وہ اس (غار) کی کھلی جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے گمراہ کر دے، پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی رہنمائی کرنے والا دوست نہ پائے گا۔''

یہ آیت کریمہ بتاتی ہے کہ دھوپ صبح و شام اس غار میں داخل ہوتی تھی، لیکن ان کے جسموں پر نہیں پڑتی تھی۔ اس لیے کہ اس کا دروازہ شمال کی جانب کھلتا تھا۔ جب آفتاب اوپر چڑھتا تھا تو دھوپ دائیں جانب ہو جاتی تھی اور غروب کے وقت بائیں طرف ہو جاتی تھی اور ان کے اجسام غار کے کشادہ حصے میں آفتاب کی شعاعوں سے مامون و محفوظ تھے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے انھیں اس غار میں پناہ دے کر ان کو دشمنوں سے بھی بچا لیا اور ان کے جسموں کو سردی اور گرمی سے متاثر ہونے سے بھی محفوظ رکھا۔ یقیناً ان صالحین کا یہ حال اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نشانی ہے۔

وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَ كَلْبُهُمْ

بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

''اور تو انھیں جاگتے ہوئے خیال کرے گا، حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم دائیں اور بائیں ان کی کروٹ پلٹتے رہتے ہیں اور ان کا کتا اپنے دونوں بازو دہلیز پر پھیلائے ہوئے ہے۔ اگر تو ان پر جھانکے تو ضرور بھاگتے ہوئے ان سے پیٹھ پھیر لے اور ضرور ان کے خوف سے بھر دیا جائے۔''

اس آیت کریمہ میں ان صالحین کی ایک اور عجیب و غریب کیفیت بیان کی گئی ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر گہری نیند طاری کر دی تھی، لیکن ان کی آنکھیں اس طرح کھلی تھیں کہ اگر کوئی انھیں دیکھتا تو انھیں بیدار سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے اجسام دائیں اور بائیں کروٹ پلٹتے رہتے تھے، تاکہ زمین انھیں نقصان نہ پہنچائے اور ان کا کتا غار کے دہانے پر اپنے بازو پھیلائے بیٹھا تھا۔ ان کے ان تمام احوال سے ایک ایسی کیفیت پیدا ہوگئی تھی کہ اگر کوئی قوی ہمت آدمی بھی انھیں دیکھتا تو اس پر رعب طاری ہو جاتا اور مارے ڈر کے بھاگ پڑتا۔ اللہ نے ان کی ایسی کیفیت اس لیے بنا دی تھی کہ کوئی ان کے قریب نہ جائے اور نہ کوئی انھیں چھوئے۔ یہاں تک کہ اللہ کے علم کے مطابق ان کی نیند کی مدت پوری ہو جائے۔

<u>وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ</u> : کتوں کی عادت ہے کہ وہ دروازے پر بیٹھ کر پہرا دیتے ہیں، ان کا کتا دروازے کے باہر بیٹھا تھا، کیونکہ فرشتے اس گھر میں داخل ہی نہیں ہوتے جس میں کتا ہو۔ اس طرح فرشتے اس گھر میں بھی داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، لیکن کھیتی وغیرہ کی حفاظت اور شکار کے لیے کتا رکھنا جائز ہے، شوقیہ پالنا حرام ہے۔ سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ ایسے گھر میں جس میں تصویریں ہوں۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب التصاویر : ۵۹۴۹۔ مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان : ۲۱۰۶]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا وعدہ کیا، مگر بہت دیر لگ گئی اور وہ نہ آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے پریشانی ہوئی اور آپ گھر سے نکلے تو ان سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے ان سے شکایت کی تو انھوں نے کہا: ''ہم کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب لا تدخل الملائكة بيتًا فيه صورة : ۵۹۶۰]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کتا پالتا ہے تو ہر روز اس کی نیکیوں میں سے ایک قیراط کم ہوتا ہے، سوائے بکریوں یا کھیتی کے لیے رکھے کتے یا شکاری کتے کے۔'' [بخاری، کتاب المزارعة، باب اقتناء الكلب للحرث : ۲۳۲۲]

سیدنا ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، اے اللہ کے نبی ! ہم ایسی زمین میں رہتے ہیں جہاں شکار بہت ہوتا ہے اور میں تیر کمان سے شکار کرتا ہوں اور اپنے اس کتے سے بھی جو سکھایا ہوا

نہیں ہے اور اس کتے سے بھی جو سکھایا ہوا ہے، تو اس میں کس کا کھانا میرے لیے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جو شکار تم اپنے تیر کمان سے کرو اور (تیر پھینکتے وقت) اللہ کا نام لیا ہو تو (اس کا شکار) کھا سکتے ہو اور جو شکار تم نے سدھائے ہوئے کتے کے ذریعے سے کیا ہو اور اسے چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا ہو تو اسے بھی کھا سکتے ہو اور جسے تم اپنے غیر سدھائے ہوئے کتے کے ذریعے سے شکار کرو اور پھر اسے ذبح کرنے کا موقع مل جائے تو اسے بھی کھا سکتے ہو۔'' [بخاری، کتاب الذبائح و الصید، باب صید القوس : ۵٤٧٨۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الصید بالکلاب المعلمة : ۱۹۳۰]

وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَ لْيَتَلَطَّفْ وَ لَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَ لَنْ تُفْلِحُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾

''اور اسی طرح ہم نے انھیں اٹھایا، تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم کتنی دیر رہے؟ انھوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، دوسروں نے کہا تمھارا رب زیادہ جاننے والا ہے جتنی مدت تم رہے ہو، پس اپنے میں سے ایک کو اپنی یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو، پس وہ دیکھے کہ اس میں کھانے کے لحاظ سے زیادہ ستھرا کون ہے، پھر تمھارے پاس اس سے کچھ کھانا لے آئے اور نرمی و باریک بینی کی کوشش کرے اور تمھارے بارے میں کسی کو ہرگز معلوم نہ ہونے دے۔ بے شک وہ اگر تم پر قابو پا لیں گے تو تمھیں سنگسار کر دیں گے، یا تمھیں دوبارہ اپنے دین میں لے جائیں گے اور اس وقت تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔''

تین سو نو سال سوئے رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں بیدار کیا تو ان کے اجسام اور اعضا و جوارح حسب سابق صحیح سالم تھے۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی، تاکہ وہ اور انھیں دیکھنے والے دوسرے لوگ اس بات کا ادراک کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو مارنے اور دوبارہ زندہ کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے اور تاکہ صالحین ایک دوسرے سے اپنی نیند کی مدت کے بارے میں سوال کریں۔ اللہ نے ان کے ساتھ جیسا اچھا معاملہ کیا اور جس طرح طویل مدت تک ان کی حفاظت کی، ان سب باتوں پر غور کر کے عبرت حاصل کریں، اللہ کی عظیم قدرت پر ان کا ایمان بڑھ جائے اور اس کا شکر بجا لائیں۔ ان میں سے ایک نے پوچھا کہ بھائیو! ہم کتنی دیر سوئے ہیں؟ تو ان میں سے بعض نے جواب دیا کہ ہم لوگ یا تو ایک دن سوئے ہیں یا دن کا کچھ حصہ، لیکن دوسروں نے اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم کتنی دیر اس حال میں رہے ہیں، پھر انھوں نے موضوع سخن دوسری طرف پھیرتے ہوئے کہا کہ ہم میں سے ایک

آدمی ہمارے پاس موجود چاندی کا سکہ لے کر شہر جائے اور عمدہ اور حلال کھانا خرید کر لائے اور خوب محتاط رہے، تاکہ اپنی کسی حرکت سے لوگوں کو اپنی حقیقت کا پتا نہ دے دے۔ اس لیے کہ اگر مشرکین کو ہماری اطلاع ہو گی تو وہ ہمیں سنگسار کر کے ہلاک کر دیں گے، یا اپنا مشرکانہ دین قبول کرنے پر مجبور کریں گے۔ اگر ہم ایسا کر بیٹھے تو عذاب نار سے کبھی نجات نہیں پا سکیں گے اور کبھی اللہ کی جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾

''اور اسی طرح ہم نے (لوگوں کو) ان پر مطلع کر دیا، تاکہ وہ جان لیں کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ بے شک قیامت، اس میں کوئی شک نہیں۔ جب وہ ان کے معاملے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے تو انھوں نے کہا ان پر ایک عمارت بنا دو۔ ان کا رب ان سے زیادہ واقف ہے، وہ لوگ جو ان کے معاملے پر غالب ہوئے انھوں نے کہا ہم تو ضرور ان پر ایک مسجد بنائیں گے۔''

جب ایک طویل مدت تک سوئے رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں دوبارہ بیدار کیا، تو حالات ایسے پیدا کیے کہ شہر کے لوگوں کو ان کی تفصیلات معلوم ہو گئیں۔ انھیں پتا چلا کہ یہ لوگ تو تین سو نو سال سوئے رہنے کے بعد جاگے ہیں اور ان کے اجسام حسب سابق ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس سے انھیں معلوم ہوا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے کہ وہ تمام انسانوں کو قیامت برپا ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور یہ کہ قیامت آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس لیے حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر آدمی کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔ چنانچہ ان نوجوانوں میں سے ایک جب شہر پہنچا اور بازار والوں نے اس کے پاس اس قدیم زمانے کا سکہ دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا اور اس کا معاملہ بادشاہ تک پہنچایا، تو اس نے چھان بین شروع کر دی۔ بالآخر ان نوجوانوں کی ساری تفصیلات معلوم ہوئیں۔ اس زمانے کے لوگ بعث بعد الموت کے منکر تھے۔ اس پر جب اللہ کی جانب سے دلیل قائم ہو گئی تو ان نوجوانوں کو موت آ گئی۔ ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے طے کیا کہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور غار کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ شہر کے بااثر لوگوں نے کہا کہ ہم ان کی یادگار کے طور پر ان کی قبروں کے اوپر مسجد بنائیں گے اور ان کے جسموں اور ان کی اس جگہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس میں نماز پڑھیں گے۔ گزشتہ قوموں میں شرک باللہ اور توسل بغیر اللہ کا دروازہ اسی طرح کھلتا رہا ہے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے شدت کے ساتھ اس کی تردید فرمائی۔

سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر

لعنت فرمائے کہ انھوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو مسجد (یعنی سجدہ گاہ) بنا لیا۔" یہ فرما کر اپنی امت کو ایسے کاموں سے ڈراتے تھے۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، بابٌ : ٤٣٥، ٤٣٦۔ مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور : ٥٣١]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انھوں نے ملک حبش میں دیکھا تھا اور اس میں مورتیاں تھیں۔ آپ نے فرمایا: "ان لوگوں کا قاعدہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی صالح آدمی مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں ان کی مورتیاں رکھ لیتے۔ قیامت کے دن اللہ کے ہاں یہ لوگ سب مخلوق سے بدتر ہوں گے۔" [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب هل تنبش قبور مشرکی الجاهلية : ٤٢٧۔ مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المساجد علی القبور : ٥٢٨]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھلی رکھی جاتی (یعنی مرجع خاص و عام بنا دی جاتی)۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ٤٤٤١]

سیدنا جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سن لو! تم سے پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا، خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمھیں اس سے منع کرتا ہوں۔" [مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المساجد علی القبور ...... الخ : ٥٣٢]

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۫ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

"عنقریب وہ کہیں گے تین ہیں، ان کا چوتھا ان کا کتا ہے اور کہیں گے پانچ ہیں، ان کا چھٹا ان کا کتا ہے، بن دیکھے پتھر پھینکتے ہوئے اور کہیں گے سات ہیں، ان کا آٹھواں ان کا کتا ہے۔ کہہ دے میرا رب ان کی تعداد سے زیادہ واقف ہے، انھیں بہت تھوڑے لوگوں کے سوا کوئی نہیں جانتا، سو تو ان کے بارے میں سرسری بحث کے سوا بحث نہ کر اور ان لوگوں میں سے کسی سے ان کے بارے میں فیصلہ طلب نہ کر۔ اور کسی چیز کے بارے میں ہرگز نہ کہہ کہ میں یہ کام کل ضرور کرنے والا ہوں۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کو یاد کر جب تو بھول جائے اور کہہ امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے قریب تر بھلائی کی ہدایت دے گا۔"

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں جو اہل کتاب موجود تھے اور جنھوں نے اہل مکہ کو آپ ﷺ سے اصحاب کہف کے بارے میں پوچھنے پر اکسایا تھا، انھیں اس کا تو علم تھا کہ کسی زمانے میں یہ واقعہ ہوا تھا، لیکن ان نوجوانوں کی صحیح تعداد کا انھیں علم نہیں تھا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ وہ تین تھے اور ان کے ساتھ چوتھا کتا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ وہ پانچ آدمی تھے اور ان کے ساتھ چھٹا کتا تھا، لیکن کسی بات کا انھیں یقین نہیں تھا، یونہی اٹکل پچو باتیں کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ ان کی تعداد سات تھی اور ان کے ساتھ آٹھواں کتا تھا۔ بہر حال یہ آخری رائے حقیقت امر کے زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، آپ اس بارے میں اختلاف کرنے والوں سے کہہ دیجیے کہ ان کی تعداد کا بہتر علم اللہ کو ہے اور بہت کم لوگ ان کی صحیح خبر رکھتے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ میں ان کم لوگوں میں سے ہوں جنھیں ان کی تعداد کا صحیح علم ہے، ان کی تعداد سات تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ سے کہا گیا کہ اس بارے میں اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کریں، بلکہ آپ کو جتنی بات بذریعہ وحی بتائی گئی ہے وہ ان کے سامنے پیش کر دیں اور ان کی رائے معلوم نہ کریں۔ اس لیے کہ انھیں حقیقت کا کچھ بھی پتا نہیں ہے۔ صرف اپنے ظن و گمان کے مطابق بات کرتے ہیں۔ آئندہ اگر آپ کوئی کام کرنا چاہیں تو "ان شاء اللہ" کہے بغیر نہ کہیں کہ میں یہ کام کروں گا۔ آیت کے اس حصے کا پس منظر یہ ہے کہ جب مکہ والوں نے یہود کے اشارے پر آپ سے تین سوال کیے تو آپ نے وحی کی امید میں ان سے کہا کہ میں کل تمھارے سوالات کا جواب دوں گا اور "ان شاء اللہ" نہیں کہا۔ اس کے بعد پندرہ دن تک وحی نہیں آئی۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ ﷺ کو اپنے رب کے ساتھ حق ادب سکھایا گیا کہ آئندہ جب بھی کسی کام کا ارادہ کریں تو کہیں کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں یہ کام کروں گا، نیز آپ سے یہ بھی کہا گیا کہ جب آپ کبھی "ان شاء اللہ" کہنا بھول جائیں تو یاد آ جانے پر کہہ لیا کریں۔ آپ لوگوں سے یہ بھی کہہ دیں کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب میری نبوت کی صداقت ثابت کرنے کے لیے اصحاب کہف کی خبر سے بھی بڑی نشانیاں اور اہم دلائل پیش کرے گا۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سیدنا سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے یوں کہا کہ آج رات میں اپنی سو (یا فرمایا ننانوے) بیویوں کے پاس ضرور گھوم آؤں گا (یعنی سب سے صحبت کروں گا) اور ہر عورت ایک بیٹا پیدا کرے گی، جو جہاد فی سبیل اللہ کا شہسوار ہو گا۔ ان کے ایک رفیق نے کہا، ان شاء اللہ کہیے! لیکن سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ پھر ان عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو حمل ٹھہرا اور وہ بھی ادھورا بیٹا ہوا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر وہ ان شاء اللہ کہتے تو سب عورتوں سے بیٹے ہوتے جو شہسوار ہوتے اور سب اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے۔" [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب من طلب الولد للجهاد : ۲۸۱۹]

وَ لَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ٞ وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

”اور وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو (سال) زیادہ رہے۔ کہہ دے اللہ زیادہ جاننے والا ہے جتنی مدت وہ رہے، اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی باتیں ہیں، وہ کس قدر دیکھنے والا اور کس قدر سننے والا ہے، نہ اس کے سوا ان کا کوئی مددگار ہے اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس پوری مدت کی خبر دی ہے جو اصحاب کہف سوئے رہے تھے۔ وہ شمسی حساب سے تین سو سال اور قمری حساب سے تین سو نو سال کی مدت تھی۔ اس لیے کہ ہر شمسی سو سال قمری ایک سو تین سال کے برابر ہوتا ہے۔ یہ ان کے سوئے رہنے کی مدت تھی، لیکن بیدار ہونے کے بعد انھیں موت آنے تک یا نزول قرآن تک کتنی مدت تھی، اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اس لیے کہ آسمانوں اور زمین کی غیبی باتوں کا علم صرف اسی کو ہے، وہ ہر چیز کو خوب دیکھ رہا ہے اور ہر آواز کو خوب سن رہا ہے۔ اس کے علاوہ بندوں کا کوئی حقیقی یار و مددگار نہیں۔ اس نے سارے جہاں کی تخلیق اور اس کی تدبیر میں کسی کو اپنا شریک نہیں بنایا، نہ اس کا کوئی وزیر ہے نہ کوئی مشیر، وہ تمام نقائص سے برتر و بالا اور پاک ہے۔

وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا : یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا اور ساری کائنات میں اسی کا امر کارفرما ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اس کا کوئی وزیر نہیں، کوئی شریک نہیں، اس کی ذات گرامی ان تمام باتوں سے پاک ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۷] ”فیصلہ اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں، وہ حق بیان کرتا ہے اور وہی فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [یوسف : ۴۰] ”تم اس کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند ناموں کی، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے بارے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت مت کرو، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ٞ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [القصص : ۷۰] ”اسی کے لیے دنیا اور آخرت میں سب تعریف ہے اور اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴾

[المؤمنون : ۸۸، ۸۹] ''کہہ کون ہے وہ کہ صرف اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کے لیے ہے۔ کہہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟''

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝۲۷

''اور اس کی تلاوت کر جو تیری طرف تیرے رب کی کتاب میں سے وحی کی گئی ہے، اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور نہ اس کے سوا تو کبھی کوئی پناہ کی جگہ پائے گا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کریں اور اس میں موجود اوامر ونواہی بجا لائیں، اس میں بیان کردہ حلال وحرام کے پابند رہیں، ورنہ آپ بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ جو بھی اس قرآن کی مخالفت کرے گا، قیامت کے دن اس کا انجام جہنم ہوگا۔ اہل معاصی اور قرآن کی مخالفت کرنے والوں سے متعلق اس کے فیصلے کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ مزید تاکید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ نے اس کی تلاوت نہ کی اور اس پر عمل پیرا نہ ہوئے تو اللہ کی وعید آپ کو بھی اپنے گھیرے میں لے لے گی اور اس کی جناب کے علاوہ کوئی جائے پناہ آپ کو نہیں ملے گی۔ اس لیے کہ اس کی قدرت آپ کو اور تمام مخلوق کو محیط ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ [المائدۃ : ٦٧] ''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ﴾ [القصص : ٨٥] ''بے شک جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھے ایک لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لانے والا ہے۔'' یعنی وہ آپ سے اس فرض کے بارے میں پوچھے گا جو اس نے تبلیغ رسالت کے بارے میں عائد کیا ہے۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ښ وَھُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴾ [یونس : ١٠٩] ''اور اس کی پیروی کر جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کر، یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کرے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٢] ''اور اس کی پیروی کر جو تیرے رب کی جانب سے تیری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ پورا باخبر ہے۔''

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ

عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھ جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں اور تیری آنکھیں ان سے آگے نہ بڑھیں کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت چاہتا ہو اور اس شخص کا کہنا مت مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام ہمیشہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔''

اہل جاہ و مرتبہ کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ وہ غریب و نادار مسلمانوں کو اپنی مجلس سے نکال دیں، تاکہ وہ لوگ آپ کی مجلس میں شریک ہوں اور آپ کی باتیں سنیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں آپ کو حکم دیا گیا کہ ایسا نہ کریں، بلکہ غریب مسلمانوں کا خیال رکھیں اور انھیں اپنی مجلس سے نہ نکالیں، جن کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی رضا کی خاطر صبح و شام نمازیں پڑھتے ہیں اور اسے یاد کرتے رہتے ہیں۔ آپ ان غریب مسلمانوں کو اس لیے نظر انداز نہ کیجیے کہ مکہ کے مال داروں اور سرداروں کے ساتھ ان کا دل رکھنے کے لیے بیٹھ سکیں۔ آپ اس شخص کی پیروی بھی نہ کیجیے جس کے دل پر ہم نے مہر لگا دی ہے اور جس کے نتیجے میں وہ ہماری یاد سے غافل ہو گیا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفس کا بندہ بن گیا ہے اور ہلاکت و بربادی اس کی قسمت بن گئی ہے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، مشرکوں نے آپ سے کہا، ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیجیے کہ یہ لوگ ہم پر جرأت نہ کیا کریں (یعنی جب ہم آئیں تو یہ نہ آیا کریں) ان لوگوں میں میں تھا، ابن مسعود تھے اور ایک شخص ہذیل قبیلے کا تھا اور بلال اور دو شخص اور تھے جن کا میں نام نہیں لیتا۔ آپ کے دل میں جو اللہ نے چاہا وہ آیا اور آپ ﷺ دل ہی دل میں سوچتے رہے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ [الأنعام : ٥٢] ''اور ان لوگوں کو دور نہ ہٹا جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنه : ٤٦/ ٢٤١٣]

سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ (پھر آپ نے خود ہی جواب دیا) ہر کمزور و تواضع کرنے والا، اگر وہ اللہ پر قسم کھا لے تو اللہ اسے پورا کر دے اور کیا میں تمھیں جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ (پھر جواب دیا) ہر تند خو، سرکش، بخیل (یا اترا کر چلنے والا) اور متکبر شخص۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ عتل بعد ذلك زنيم ﴾ : ٤٩١٨۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ٢٨٥٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت والے دن ایک بڑا موٹا تازہ آدمی آئے گا، حالانکہ اللہ کے ہاں اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا۔‘‘ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ أولئك الذين كفروا بآيات ربهم ﴾: ٤٧٢٩۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار : ٢٧٨٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت یا کوئی نوجوان مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا، ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گم پایا تو اس کی بابت پوچھا، لوگوں نے بتلایا کہ وہ تو فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ’’تو تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہ دی؟‘‘ گویا لوگوں نے اس (کی وفات) کے معاملے کو معمولی جانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھے اس کی قبر بتلاؤ؟‘‘ چنانچہ لوگوں نے آپ کو اس کی قبر بتلائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز (جنازہ) پڑھی، پھر فرمایا: ’’بے شک یہ قبریں، قبروں والوں پر تاریکی سے بھری ہوتی ہیں اور میرے ان پر نماز پڑھنے سے یقیناً اللہ تعالیٰ انھیں ان کے لیے روشن فرما دیتا ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر : ٩٥٦۔ بخاري، كتاب الصلاة، باب كنس المساجد : ٤٥٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، آؤ ہم سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس چلیں، ہم ان کی زیارت کریں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جب یہ دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ انھوں نے کہا، تم کیوں روتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (دنیا سے) زیادہ بہتر ہے؟ انھوں نے جواب دیا، میں اس لیے نہیں روتی کہ مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادہ بہتر ہے، بلکہ میں تو اس لیے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ پس سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے (اپنی اس بات سے) ان دونوں کو بھی رونے پر مجبور کر دیا اور وہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل أم أيمن رضى الله عنها : ٢٤٥٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لیے گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا، جب وہ شخص اس کے پاس سے گزرا تو فرشتے نے پوچھا، تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا، اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے، اس کے پاس جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا، کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے، جس کی وجہ سے تم (یہ تکلیف اٹھا رہے ہو اور اس کا بدلہ اتارنے) جا رہے ہو؟ اس نے کہا، نہیں! صرف اس لیے جا رہا ہوں کہ میں اس سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا، میں تیری طرف اللہ کا فرستادہ ہوں (اور یہ بتانے کے لیے آیا ہوں) کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے، جیسے تو اس سے صرف اللہ کے لیے محبت کرتا ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب البر و الصلة، باب فضل الحب في الله : ٢٥٦٧]

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے

جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا۔ پس کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے (کستوری) عطیہ دے دے گا، یا تو خود اس سے خرید لے گا، (یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تب بھی) ایسا تو ضرور ہے کہ تو اس سے خوشبو پائے گا اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا، یا تو اس سے بدبو پائے گا۔'' [بخاري، كتاب الذبائح، باب المسك : ۵۵۳۴۔ مسلم، كتاب البر و الصلة، باب استحباب مجالسة الصالحين : ۲۶۲۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس تمھارا ہر آدمی یہ ضرور دیکھے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب من يؤمر أن يجالس : ۴۸۳۳۔ ترمذي، كتاب الزهد، باب حديث الرجل على دين خليله : ۲۳۷۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ''تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' اس نے کہا، اللہ اور اس کے رسول سے محبت۔ آپ نے فرمایا: ''تو انھی کے ساتھ ہوگا جن سے تو نے محبت رکھی۔'' [مسلم، كتاب البر و الصلة، باب المرء مع من أحب : ۲۶۳۹]

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا : یعنی جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے، اس کے تمام اعمال و افعال ناکارہ اور برباد ہیں۔ لہٰذا آپ اس کی بات مانیں، نہ اس کے طریقے کو پسند کریں اور نہ اس کے مال و دولت پر رشک کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ [طٰهٰ : ۱۳۱] ''اور اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف ہرگز نہ اٹھا جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر برتنے کے لیے دی ہیں، تاکہ ہم انھیں اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا دیا ہوا سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔''

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

''اور کہہ دے یہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے، پھر جو چاہے سو ایمان لے آئے اور جو چاہے سو کفر کرے۔ بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے، جس کی قناتوں نے انھیں گھیر رکھا ہے اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انھیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا، جو چہروں کو بھون ڈالے گا، برا مشروب ہے اور بری آرام گاہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ تمھارے رب کا دین برحق آ چکا ہے، جس کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اب کسی کے لیے عذر باقی نہیں رہا۔ اب ہر آدمی کو اختیار ہے، چاہے تو ایمان لے آئے

اور بہانے نہ بنائے اور چاہے تو اس کا انکار کر دے اور اس کا انجام بھگتنے کے لیے تیار رہے۔ مزید دھمکی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹ انھیں گھیرے گی اور جب اپنے جلتے ہوئے دل کی آگ بجھانے کے لیے پانی مانگیں گے تو انھیں پگھلے ہوئے تانبے کی مانند پانی دیا جائے گا، جو منہ کے قریب ہوتے ہی ان کے چہروں کو جھلسا دے گا، وہ بڑا ہی برا پانی ہوگا اور جہنم بڑی ہی بری جگہ ہوگی۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ : ارشاد فرمایا : ﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ﴾ [الدھر : ٣] ”بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے اور خواہ ناشکرا۔“

وَ اِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا : ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۙ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۙ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۚ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴾ [الواقعة : ٥١ تا ٥٤] ”پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر کھولتے پانی سے پینے والے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۙ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۛۚ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۙ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ؕ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۖۗ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴾ [الدخان : ٤٣ تا ٤٨] ”بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔ اسے پکڑو، پھر اسے بھڑکتی آگ کے درمیان تک دھکیل کر لے جاؤ۔ پھر کھولتے پانی کا کچھ عذاب اس کے سر پر انڈیلو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ [یونس : ٤] ”اور جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے نہایت گرم پانی سے پینا ہے اور دردناک عذاب ہے، اس کے بدلے جو وہ کفر کیا کرتے تھے۔“

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۚ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ ع ١٦

”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، بے شک ہم اس کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھا عمل کرے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں انھیں کچھ کنگن سونے کے پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور گاڑھے ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے، ان میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔ اچھا بدلہ ہے اور اچھی آرام گاہ ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے بدبخت لوگوں کے ذکر کے بعد اب ان سعادت مند لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، جنھوں نے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی اور وہ ان اعمال صالحہ کو بجا لاتے رہے جن کا انبیاء نے انھیں حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کا اجر ضائع نہیں کرے گا اور انھیں جنت دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ۝ وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِيْرًا ۝ وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴾ [الدھر : ۱۱ تا ۱۴] ”پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔ اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔ وہ اس میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اس میں سخت دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔ اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے خوشے تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا۔“

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مجلس میں حاضر تھا، اس میں آپ نے جنت کا حال بیان کیا، یہاں تک کہ بہت زیادہ تعریف فرمائی، آخر میں فرمایا: ”جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، نہ کسی کان نے (ان کے بارے) سنا ہے اور نہ ان کا تصور کسی آدمی کے دل میں پیدا ہوا ہے۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب صفة الجنة : ۲۸۲۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح، یا ایک شام گزارنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کے لیے جنت میں ایک ہاتھ جگہ یا ایک کوڑا رکھنے کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اگر جنت کی کوئی عورت زمین پر جھانک دے تو زمین و آسمان کا درمیان روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کا دوپٹا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحور العین و صفتهن : ۲۷۹۶۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الغدوة والروحة فی سبیل الله : ۱۸۸۰]

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ : ” اَلْاِتِّكَاءُ “ کے معنی لیٹنے کے ہیں اور ایک قول کے مطابق آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کے ہیں اور یہاں یہی معنی قرین صواب معلوم ہوتے ہیں، سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔“ [بخاری، کتاب الأطعمة، باب الأکل متکئا : ۵۳۹۸۔ ترمذی، کتاب الأطعمة، باب ما جاء فی کراهیة الأکل متکئا : ۱۸۳۰]

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَ لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝ وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَ دَخَلَ
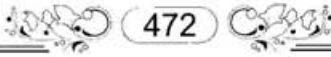
جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾

’’اور ان کے لیے ایک مثال بیان کر، دو آدمی ہیں، جن میں سے ایک کے لیے ہم نے انگوروں کے دو باغ بنائے اور ہم نے ان دونوں کو کھجور کے درختوں سے گھیر دیا اور دونوں کے درمیان کچھ کھیتی رکھی۔ دونوں باغوں نے اپنا پھل دیا اور اس سے کچھ کمی نہ کی اور ہم نے دونوں کے درمیان ایک نہر جاری کر دی۔ اور اس کے لیے بہت سا پھل تھا تو اس نے اپنے ساتھی سے، جب اس سے باتیں کر رہا تھا، کہا میں تجھ سے مال میں زیادہ اور نفری کے لحاظ سے زیادہ باعزت ہوں۔ اور وہ اپنے باغ میں اس حال میں داخل ہوا کہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا، کہا میں گمان نہیں کرتا کہ یہ کبھی برباد ہوگا۔ اور نہ میں قیامت کو گمان کرتا ہوں کہ قائم ہونے والی ہے اور واقعی اگر مجھے میرے رب کی طرف لوٹایا گیا تو یقیناً میں ضرور اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا۔ اس کے ساتھی نے، جب کہ وہ اس سے باتیں کر رہا تھا، اس سے کہا کیا تو نے اس کے ساتھ کفر کیا جس نے تجھے حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر تجھے ٹھیک ٹھاک ایک آدمی بنا دیا۔ لیکن میں، تو وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ مذکور بالا کبر و نخوت والے مشرکین مکہ کی عبرت کے لیے دو شخصوں کی مثال بیان کر دیجیے۔ ان میں سے ایک کافر تھا، اس کے پاس انگوروں کے دو باغ تھے۔ جنھیں کھجور کے درختوں نے چہار جانب سے گھیر رکھا تھا اور دونوں باغوں کے درمیان کھیتی تھی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اسے انواع و اقسام کے پھل اور کھانے کی چیزیں دے رکھی تھیں۔ دونوں باغوں میں ہر سال خوب پھل آتا تھا، کبھی کمی نہیں ہوتی تھی اور دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے نہر بھی جاری کر دی تھی۔ اس کافر کے پاس ان دونوں باغوں کے علاوہ دیگر اموال بھی تھے۔ اس نے مسلمان سے دوران گفتگو میں کہا کہ میں تم سے زیادہ مال دار ہوں اور اولاد و خدام بھی میرے پاس تم سے زیادہ ہیں۔ اس نے مسلمان کا ہاتھ پکڑا اور باغ میں داخل ہو کر اپنے کفر و تکبر کا اظہار کرتے ہوئے گھومنے لگا اور اس کی خوبیاں بیان کرنے لگا اور چونکہ وہ زمانے کی ابدیت کا قائل تھا اس لیے کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا کہ میرے یہ باغ ختم ہو جائیں گے۔ چونکہ وہ آخرت اور وہاں کے حساب کتاب کا قائل نہیں تھا، اس لیے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ جسے لوگ قیامت کہتے ہیں وہ کبھی آئے گی۔ اگر بالفرض مان بھی لوں کہ قیامت آئے گی تو وہاں مجھے ان باغوں سے بہتر باغ ملے گا۔ اس لیے کہ اللہ کی نگاہ میں میرا مقام اعلیٰ ہونے ہی کی وجہ سے مجھے یہاں یہ سب کچھ ملا ہے۔ اس لیے اس زندگی میں مجھے بدرجہ اولیٰ اس سے

اچھی نعمتیں ملیں گی۔ اس کی یہ بات سن کر مسلمان نے اس سے کہا کہ کیا تم اپنے اس خالق کا انکار کر رہے ہو جس نے تمھارے باپ آدم کو مٹی سے اور تمھیں نطفہ سے پیدا کیا ہے اور مرد کی شکل میں تمھیں مکمل انسان بنایا ہے؟ اس نے مزید کہا کہ میں تمھارے جیسی کفریہ بات نہیں کرتا، میں تو اعتراف کرتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، وہی سب کا رب ہے اور میں اس کی عبادت میں اس کی مخلوقات میں سے کسی کو شریک نہیں بناتا۔

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

''اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو تو نے یہ کیوں نہ کہا ''جو اللہ نے چاہا، کچھ قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے'' اگر تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں مال اور اولاد میں تجھ سے کم تر ہوں۔ تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا کر دے اور اس پر آسمان سے کوئی عذاب بھیج دے تو وہ چٹیل میدان ہو جائے۔ یا اس کا پانی گہرا ہو جائے، پھر تو اسے کبھی تلاش نہ کر سکے گا۔''

کفر اور اللہ کی ناشکری پر کافر کی زجر و توبیخ کرتے ہوئے مسلمان نے کہا کہ جب تم باغ میں داخل ہوئے اور اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر خوش ہوئے تو اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے کیوں نہیں کہا کہ یہ باغ اللہ کی مشیت اور اس کے فضل و کرم سے حاصل ہوا ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو اسے آباد رکھے گا اور اگر چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ اللہ کے بغیر کسی کو کوئی قوت حاصل نہیں، ہر قوت کا سرچشمہ صرف اللہ کی ذات ہے۔ مسلمان نے کافر سے یہ بھی کہا کہ تم جو مجھے غربت اور فقیری کا طعنہ دے رہے ہو تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ حالات کو برعکس کر دے اور مجھے تمھارے باغ سے بہتر عطا فرمائے، جبکہ تمھارے باغ پر کوئی آسمانی آفت نازل کر دے، جو اسے یکسر ختم کر دے اور ایسا چٹیل میدان بنا دے جس پر قدم نہ جمے، یا اس کا پانی زمین کی تہوں میں چلا جائے اور کسی طرح اسے دوبارہ حاصل کرنا ممکن نہ رہے۔

اس قصے سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوئے:

① باغوں کا اگانا اور انھیں پھل اور پھول سے بارآور کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴾ [الواقعة : ٦٣ تا ٦٧] ''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اگاتے ہو، یا ہم ہی اگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اسے ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم تعجب سے باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ بے شک ہم تو تاوان ڈال دیے گئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ

وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۴۱] ''اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے چھپروں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی، جن کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے۔ اس کے پھل میں سے کھاؤ، جب وہ پھل لائے اور اس کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کرو اور حد سے نہ گزرو، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ڰ وَاِنَّا عَلٰي ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاۗءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۸ تا ۲۰] ''اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ کچھ پانی اتارا، پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور یقیناً ہم اسے کسی بھی طرح لے جانے پر ضرور قادر ہیں۔ پھر ہم نے تمھارے لیے اس کے ساتھ کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ پیدا کیے، تمھارے لیے ان میں بہت سے لذیذ پھل ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور وہ درخت بھی جو طور سینا سے نکلتا ہے، تیل لے کر اگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن بھی۔''

④ بھروسا اللہ تعالیٰ پر رکھنا چاہیے نہ کہ مال و دولت پر۔ مادہ پرستی کے بجائے اللہ پر کامل ایمان رکھنا چاہیے۔ دنیا تو محض دھوکے کی متاع ہے، اس پر فخر و ناز کیا معنی رکھتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ''جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

⑤ غریب کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ تکبر ذلت خواری کا سبب ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی غرور اور تکبر ہو۔'' ایک شخص نے کہا، ہر آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کا جوتا اچھا ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ نے فرمایا: ''اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔'' [مسلم، کتاب

الإيمان، باب تحريم الكبر و بيانه : ٩١]

مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ : سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عبد اللہ بن قیس! کیا میں تمھیں ایک ایسا کلمہ نہ سکھلاؤں، جو جنت کے خزانوں میں سے ہے؟“ میں نے عرض کی، وہ کیا ہے؟ فرمایا: ”وہ خزانہ ” لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ “ کہنا ہے۔“ [بخاری، كتاب القدر، باب لا حول ولا قوة إلا بالله : ٦٦١٠۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذكر : ٢٧٠٤]

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا : یعنی زمین میں گہرا ہو جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴾ [الملك : ٣٠] ”کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تمھارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمھارے پاس بہتا ہوا پانی لائے گا؟“

وَ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ۝۴۲ وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝۴۳ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ۝۴۴ ع ۱۴/۵

”اور اس کا سارا پھل مارا گیا تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ اپنی ہتھیلیاں ملتا تھا اس پر جو اس میں خرچ کیا تھا اور وہ اپنی چھتوں سمیت گرا ہوا تھا اور کہتا تھا اے کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔ اور اللہ کے سوا اس کا کوئی گروہ نہ تھا جو اس کی مدد کرتے اور نہ وہ (خود) بچنے والا تھا۔ وہاں ہر طرح کی مدد اللہ سچے کے اختیار میں ہے، وہ ثواب دینے میں بہتر اور انجام کی رو سے زیادہ اچھا ہے۔“

چنانچہ ویسا ہی ہوا جیسا کہ مسلمان نے کہا تھا، اچانک کافر کا باغ اور اس کی دوسری املاک آفت کی زد میں آ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا تو وہ شدت حسرت و یاس سے کف افسوس ملنے لگا کہ ہائے جو کچھ میں نے خرچ کیا تھا سب ختم ہو گیا اور انگور کا باغ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر مسلمان کی بات یاد کر کے کہنے لگا کہ کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ اسے یقین ہو گیا کہ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس کے کفر و شرک اور کبر و سرکشی کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس نے فخر و مباہات کے طور پر جو کہا تھا کہ اس کے پاس جاہ و حشم اور اولاد و خدام بھی مسلمان سے زیادہ ہیں، تو اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس پر مصیبت آئی تو اللہ کے مقابلے میں کوئی بھی اس کی مدد کے لیے نہیں آیا اور نہ وہ اللہ کے انتقام سے اپنے آپ کو بچا سکا۔ اس لیے کہ جب کسی پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے تو اس کی ذات کے علاوہ اس کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ پھر اس موقع پر بڑے بڑے سرکش اور جبار بھی اظہار ایمان پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ گو اس وقت کا ایمان نافع و مقبول نہیں۔ جس طرح قرآن

نے فرعون کی بابت نقل کیا کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو کہنے لگا: ﴿ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [یونس : ۹۰] ''میں ایمان لے آیا کہ بے شک حق یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرماں برداروں سے ہوں۔'' دوسرے کفار کی بابت بھی فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴾ [المؤمن : ۸٤] ''پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔''

آیت کے آخری حصہ میں فرمایا کہ وہ اپنے مومن بندوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے اور اس کا انجام اچھا کرتا ہے، برعکس کافر کے، جس کے دنیاوی شرف و جاہ کی وجہ سے عذاب الٰہی اس سے ٹل نہیں جاتا، بلکہ اللہ اسے عذاب دے کر اس پر مومن کی فوقیت ثابت کرتا ہے۔

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾

''اور ان کے لیے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر، جیسے پانی، جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کی نباتات خوب مل جل گئی، پھر وہ چورا بن گئی، جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اس کی نعمتوں کی بے ثباتی کو مثال سے واضح کیا ہے کہ دنیا اپنی خوش رنگینی اور زوال پذیر ہونے میں بارش کے اس پانی کی مانند ہے جسے اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل کرتا ہے۔ اس پانی کی وجہ سے زمین کے پودے لہلہا اٹھتے ہیں، پھر کچھ ہی دنوں کے بعد وہ پودے خشک ہو کر اور ٹوٹ پھوٹ کر بھس بن جاتے ہیں جنھیں ہوائیں چہار جانب اڑائے لیے پھرتی ہیں۔ دنیا اور اس کی پرستش کرنے والوں کی یہی مثال ہے کہ انھیں یہاں جو بھی مقام و جاہ حاصل ہوتا ہے اس پودے کی مانند ہے جو لہلہا کر اچانک خشک ہو جاتا ہے اور بالآخر بھس بن جاتا ہے۔ چونکہ دنیا کی بے ثباتی اس مثال سے بہت واضح ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسے کئی جگہ بیان کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ ﴾ [یونس : ۲٤] ''دنیا کی زندگی کی مثال تو بس اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین سے اگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں، جس سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى

﴿ لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴾ [الزمر : ۲۱] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اسے چشموں کی صورت زمین میں چلایا، پھر وہ اس کے ساتھ کھیتی نکالتا ہے، جس کے رنگ مختلف ہیں، پھر وہ پک کر تیار ہو جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے پیلی ہونے والی، پھر وہ اسے چورا بنا دیتا ہے، بے شک اس میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بڑی نصیحت ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ''جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقیری کا ڈر نہیں، بلکہ مجھے اس کا ڈر ہے کہ دنیا تم پر کشادہ ہو جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ ہوئی تھی، پھر تم دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو گے، جیسے اگلے لوگ دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے اور وہ دنیا تمھیں ہلاک کر دے جیسے اس نے ان لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹۶۱]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا (ظاہر میں) میٹھی اور سبز ہے (جیسے تازہ میوہ) اور اللہ تعالیٰ تمھیں اس میں خلیفہ بنا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ پس دنیا سے بچو (کہ کہیں وہ تمھیں یاد الٰہی سے غافل کر دے) اور عورتوں سے بچو، اس لیے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کا تھا۔''
[مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب أکثر أھل الجنة الفقراء ...... الخ : ۲۷۴۲۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما أخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم أصحابه ...... الخ : ۲۱۹۱]

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔''

دنیاوی نعمتوں کی بے ثباتی سے متعلق اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ مال اور اولاد تو صرف حیات دنیا کی زینت ہے۔

انسان ان دونوں نعمتوں سے صرف یہاں کی زندگی میں مستفید ہوتا ہے اور عزت و شرف حاصل کرتا ہے۔ آخرت میں تو صرف نیک اعمال کام آئیں گے۔ وہاں انھی کے درجات بلند ہوں گے اور وہی لوگ سرخرو ہو کر جنت جیسی ابدی نعمت کو پائیں گے جو دنیاوی زندگی میں صحیح عقائد اور اخلاق حسنہ کے حامل ہوں گے، اسلام پر پورے طور پر عمل پیرا ہوں گے اور اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرنے والے ہوں گے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا : ارشاد فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ﴾ [آل عمران : ۱۴] ”لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التغابن : ۱۵] ”تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا : سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حارث بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مؤذن آیا تو آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا، جو تقریباً تین پاؤ ہوگا۔ آپ نے وضو کیا اور کہا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کیا، پھر فرمایا: ”جو میرے اس وضو جیسا وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے تو اس کے صبح سے لے کر ظہر تک کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر اس نے عصر کی نماز پڑھ لی تو اس ظہر سے عصر تک کے گناہ معاف، پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف، پھر عشاء کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف، پھر رات کو وہ سویا رہا اور صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کی تو عشاء سے فجر تک کے گناہ معاف۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔“ لوگوں نے پوچھا، یہ تو ہوئیں نیکیاں، اب اے عثمان! آپ بتلائیے، باقیات صالحات کیا ہیں؟ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، وہ یہ ہیں: « لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ » [مسند أحمد : ۷۱/۱، ح : ۵۱۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، لیکن تین چیزیں باقی رہتی ہیں، ایک صدقہ جاریہ، دوسری چیز وہ علم جس سے فائدہ حاصل ہو اور تیسری نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔“ [مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱۶۳۱]

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾

”اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔“

دنیا کی بے ثباتی اور قیامت میں اعمال صالحہ کا اجر و ثواب بیان کرنے کے بعد آخرت کے کچھ احوال بیان کرنا مناسب رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اس دن کو یاد کیجیے جب ہم پہاڑوں کو ان کی جگہ سے اکھاڑ کر فضا میں چلائیں گے، یا انھیں گرد و غبار بنا کر فضا میں اڑا دیں گے اور زمین چٹیل میدان ہو جائے گی، اس پر نہ کوئی عمارت ہوگی، نہ پہاڑ، نہ درخت اور نہ کوئی اور چیز۔ اللہ تعالیٰ تمام جن و انس کو میدان محشر میں جمع کرے گا، کوئی ایک فرد بھی نہیں چھوٹ سکے گا۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴾ [التکویر : ۳] ”اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴾ [الطور : ۹، ۱۰] ”جس دن آسمان لرزے گا، سخت لرزنا۔ اور پہاڑ چلیں گے، بہت چلنا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ﴾ [النمل : ۸۸] ”اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا، انھیں گمان کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں، حالانکہ وہ بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۙ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًا ﴾ [طٰہٰ : ۱۰۵ تا ۱۰۷] ”اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انھیں ایک چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا۔ جس میں تو نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ کوئی ابھری جگہ۔“

وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا : یعنی اگلے پچھلے تمام لوگوں کو جمع کر لیں گے اور ان میں سے کسی بھی چھوٹے بڑے کو نہیں چھوڑیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ۙ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ [الواقعۃ : ۴۹، ۵۰] ”کہہ دے بے شک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔“

وَ عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ٞ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾

”اور وہ تیرے رب کے سامنے صفیں باندھے ہوئے پیش کیے جائیں گے، بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اسی طرح آئے ہو جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تم نے گمان کیا تھا کہ ہم تمھارے لیے کبھی وعدے کا کوئی وقت مقرر نہیں کریں گے۔“

تمام حاضرین محشر اللہ کے سامنے صف باندھے کھڑے ہوں گے اور اللہ ان سے کہے گا کہ جس طرح ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا، آج دوبارہ زندہ کرکے اپنے سامنے لا کھڑا کیا ہے، حالانکہ اے بعث بعد الموت کا انکار کرنے والو! تم تو سمجھ رہے تھے کہ ہم نے تمھیں دوبارہ زندہ کرنے اور تمھارے حساب کتاب اور جزا و سزا کا کوئی وقت مقرر نہیں کر رکھا، اسی لیے دنیا میں اپنی من مانی کرتے رہے اور ہماری اطاعت و بندگی سے غافل رہے۔

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الروم : ٢٧] ''اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(قیامت کے دن) لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بن ختنہ اکٹھے کیے جائیں گے۔'' میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! اس طرح تو مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ وقت اتنا سخت ہوگا کہ ان باتوں کی کسی کو ہوش ہی نہیں ہوگی۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٧]

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ ع ٦ / ١٨

''اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

بندوں کے اعمال کی کتابیں اللہ کے سامنے لائی جائیں گی اور ہر شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ مومن کو اس کے دائیں ہاتھ میں اور کافر کو بائیں ہاتھ میں۔ دنیا میں جرائم و معاصی کا ارتکاب کرنے والے اپنے صحیفوں میں برے اعمال کو دیکھ کر مارے ڈر کے کانپیں گے اور کہیں گے، ہماری بدنصیبی! اس صحیفے کو کیا ہو گیا ہے کہ اس نے چھوٹے بڑے کسی گناہ کو بھی نہیں چھوڑا اور ہر گناہ اس میں درج ہے۔ انھوں نے دنیا میں جو کچھ بھی کیا ہوگا اسے پوری تفصیل کے ساتھ اپنے سامنے پائیں گے۔ پھر ان اعمال کے مطابق انھیں بدلہ دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔ نہ کسی کا گناہ بڑھا کر لکھا ہوگا اور نہ کسی کی کوئی نیکی ضائع کی گئی ہوگی۔ بالآخر جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں بھیج دیے جائیں گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴾ [آل عمران : ٣٠] ''جس دن ہر شخص حاضر کیا ہوا پائے گا جو اس نے نیکی میں سے

کیا اور وہ بھی جو اس نے برائی میں سے کیا، چاہے گا کاش! اس کے درمیان اور اس کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں سے بے حد نرمی کرنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ۷، ۸] ''تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔''

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اس آدمی کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا۔ وہ آدمی کہ قیامت کے دن اسے لایا جائے گا اور کہا جائے گا، اس کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو، لیکن بڑے گناہ پیش نہ کرنا، چنانچہ اسے اس کے چھوٹے گناہ دکھائے جائیں گے اور اس سے پوچھا جائے گا، فلاں روز تم نے یہ اور یہ گناہ کیے تھے؟ فلاں دن تم نے یہ اور یہ گناہ کیے تھے؟ وہ آدمی عرض کرے گا، ہاں! کیے تھے۔ وہ انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا اور (دل ہی دل میں) اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہو گا کہ اب وہ اس کے سامنے لائے جائیں گے۔ تو اسے کہا جائے گا، تجھے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جاتی ہے۔ بندہ عرض کرے گا، اے میرے رب! میں نے کچھ اور بھی گناہ کیے تھے، جنھیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا۔'' میں نے دیکھا کہ یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کی داڑھ مبارک نظر آنے لگی۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فیها : ۱۹۰]

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا : اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام اعمال کا فیصلہ فرمائے گا، مگر اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا، بلکہ معاف فرمائے گا، درگزر کرے گا اور رحم فرمائے گا۔ اپنی قدرت و حکمت اور عدل کے مطابق جسے چاہے گا عذاب بھی دے گا، کفار اور گناہ گاروں سے جہنم کو بھر دے گا۔ پھر گناہ گاروں کو بھی جہنم سے نجات دے دے گا اور کافروں کو اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رکھے گا۔ وہ ایسا حاکم ہے جو کسی پر قطعاً ظلم و زیادتی نہیں کرتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ۴۰] ''بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۴۷] ''اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔''

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! بے شک میں

نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کیا ہے اور تم پر بھی حرام کیا ہے، پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' قیامت کے دن بے سینگ بکری کا سینگوں والی بکری سے بھی بدلہ لیا جائے گا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۲۔ مسند أحمد : ۲۳۵/۲، ح : ۷۲۲۳]

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا۝

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ جنوں میں سے تھا، سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں، وہ (شیطان) ظالموں کے لیے بطور بدل برا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ شیطان کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور کفر و معصیت کا سبب ہوتی ہے اور شیطان آدم اور ان کی اولاد کا سب سے بڑا دشمن اور اللہ کا سب سے بڑا نافرمان ہے۔ اس لیے اس کی اطاعت دنیا و آخرت میں ہر نامرادی کا ذریعہ جبکہ اس کی مخالفت اور اس سے دشمنی ہر خیر و فلاح کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اس وقت کو یاد کیجیے جب ہم نے تمام فرشتوں سے کہا کہ تم لوگ آدم کی تکریم میں اس کو سجدہ کرو، تو اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا، صرف ابلیس نے تکبر میں آ کر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اس لیے کہ وہ نافرمان اور سرکش جنوں میں سے تھا، اس لیے وہ اپنے رب کی اطاعت سے منکر ہو گیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حال پر اظہار تعجب کیا ہے جو ابلیس کی اطاعت کرتے ہوئے کفر و معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور اللہ کے اوامر کی مخالفت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اے لوگو! کیا تم اسے، اس کی اولاد اور پیروکاروں کو میرے بجائے اپنے دوست بناتے ہو، ان کی اطاعت کرتے ہو اور میرے بجائے انھیں اختیار کرتے ہو؟ حالانکہ وہ سب تمھارے دشمن ہیں اور تمھاری بربادی چاہتے ہیں۔ ظالموں کا اللہ کے بجائے ابلیس کو اپنا آقا بنانا اور اس کی اطاعت کرنا انجام کے اعتبار سے بہت ہی برا ہے۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ : فرشتوں کے ساتھ ابلیس کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ لَمْ یَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ

وَخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾ [الأعراف : ۱۱، ۱۲] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارا خاکہ بنایا، پھر ہم نے تمھاری صورت بنائی، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ سجدہ کرنے والوں سے نہ ہوا۔ فرمایا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، جب میں نے تجھے حکم دیا؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔'' ابلیس نے آدم علیہ السلام سے حسد کیا اور ان سے اور ان کی اولاد سے دشمنی ٹھان لی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآىِٕلِهِمْ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۶، ۱۷] ''اس نے کہا پھر اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور ہی ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ہر صورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرفوں سے اور ان کی بائیں طرفوں سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں، جن آگ کے شعلے سے پیدا کیے گئے اور آدم علیہ السلام اس چیز (یعنی مٹی) سے پیدا کیے گئے، جو تمھیں بتا دی گئی ہے۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب في أحاديث متفرقة : ۲۹۹۶]

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا : یہ مقام اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے سورۂ یٰس میں قیامت اور اس کی ہولناکیوں اور سعادت مند و بدبخت لوگوں کے انجام کو ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَ لَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴾ [یٰس : ۶۰ تا ۶۴] ''کیا میں نے تمھیں تاکید نہ کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا۔ تو کیا تم نہیں سمجھتے تھے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ آج اس میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔''

مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَ مَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝۵۱

''میں نے انھیں نہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں حاضر کیا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے میں اور نہ ہی میں گمراہ کرنے والوں کو بازو بنانے والا تھا۔''

ابلیس اور اس کی اولاد اس بات کی مستحق نہیں کہ اللہ کے بجائے انھیں ولی اور دوست بنایا جائے اور اللہ کے ساتھ انھیں عبادت میں شریک ٹھہرایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ جب میں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو ابلیس اور اس کی اولاد کو اپنی مدد کے لیے نہیں بلایا تھا اور نہ جب میں نے خود انھیں پیدا کیا تھا تو ان میں سے بعض کو بعض کی پیدائش کے وقت مدد کے لیے بلایا تھا، بلکہ میں نے تنہا بغیر کسی معین و مددگار کے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اس لیے کس دلیل سے تم انھیں میرے ساتھ شریک بناتے ہو؟ آیت کے آخر میں فرمایا کہ جنوں کا کام بنی نوع انسان کو گمراہ کرنا ہے، انھیں میں کیسے اپنا مددگار بنا سکتا ہوں اور جب مجھے ان کی مدد کی ضرورت نہیں تھی تو عبادت میں میرے ساتھ کیسے شریک ہو جائیں گے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾ [سبا : ۲۲، ۲۳] ”کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔ اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔“

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝۵۲

”اور جس دن فرمائے گا پکارو میرے ان شریکوں کو جو تم نے گمان کر رکھے تھے، سو وہ انھیں پکاریں گے تو وہ انھیں کوئی جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ مشرکین سے اس دن کا حال بیان کر دیں جب وہ انھیں مخاطب کر کے کہے گا کہ جنھیں تم دنیا میں میرے ساتھ عبادت میں شریک ٹھہراتے تھے، انھیں اپنی مدد کے لیے پکارو، تا کہ آج وہ تمھیں عذاب جہنم سے بچا لیں۔ یہ بات اللہ انھیں بطور زجر و توبیخ کہے گا، تو وہ انھیں نام لے لے کر پکاریں گے، لیکن وہ معبود ان کی پکار کا جواب نہیں دیں گے۔ اس لیے کہ اس دن کوئی شخص جس کی دنیا میں عبادت کی گئی ہوگی، اپنی زبان پر یہ بات لانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تب ہم کافروں اور ان کے معبودوں کے لیے ایک مشترکہ ہلاکت گاہ بنا دیں گے، یعنی جہنم میں دھکیل دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۹۴] ”اور بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اکیلے آئے ہو، جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور اپنی پیٹھوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو کچھ ہم نے تمھیں دیا تھا اور ہم تمھارے ساتھ تمھارے وہ سفارش کرنے والے نہیں دیکھتے جنھیں تم نے گمان کیا تھا کہ بے شک وہ تم میں حصے دار ہیں۔ بلاشبہ یقیناً تمھارا آپس کا رشتہ

کٹ گیا اور تم سے گم ہو گیا، جو کچھ تم گمان کیا کرتے تھے۔‘‘

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ○ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ﴾ [الأحقاف : ۵، ۶] ’’اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ○ كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ [مریم : ۸۱، ۸۲] ’’اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مد مقابل ہوں گے۔‘‘

وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُمْ مُوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ○ ع ۱۹

’’اور مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔‘‘

میدان محشر میں جب کفر و شرک جیسے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے سامنے جہنم کو لایا جائے گا، تو دور ہی سے اسے دیکھ کر انھیں یقین ہو جائے گا کہ یہی ان کا ٹھکانا ہے اور اس سے فرار کی کوئی صورت نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَلِيٍّ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ إِلَى مَرَدٍّ مِنْ سَبِيلٍ ○ وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَاشِعِينَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۗ وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُقِيمٍ ○ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُونَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۗ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ ○ اسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۚ مَا لَكُمْ مِنْ مَلْجَإٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَكِيرٍ ﴾ [الشوریٰ : ۴۴ تا ۴۷] ’’اور جسے اللہ گمراہ کر دے، پھر اس کے بعد اس کا کوئی مددگار نہیں اور تو ظالموں کو دیکھے گا کہ جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے کیا واپس جانے کی طرف کوئی راستہ ہے۔ اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ اس (آگ) پر پیش کیے جائیں گے، ذلت سے جھکے ہوئے، چھپی آنکھ سے دیکھ رہے ہوں گے اور وہ لوگ جو ایمان لائے، کہیں گے اصل خسارے والے تو وہ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں گنوا دیا۔ سن لو! بے شک ظالم لوگ ہمیشہ رہنے والے عذاب میں ہوں گے۔ اور ان کے لیے کوئی حمایتی نہیں ہوں گے جو اللہ کے سوا ان کی مدد کریں۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے، پھر اس کے لیے

کوئی بھی راستہ نہیں ۔ اپنے رب کی دعوت قبول کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں، اس دن نہ تمھارے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمھارے لیے انکار کی کوئی صورت ہوگی۔“

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر مثال پھیر پھیر کر بیان کی ہے اور انسان ہمیشہ سے سب چیزوں سے زیادہ جھگڑنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے قرآن کریم میں بہت سی مثالیں، گزشتہ قوموں کے واقعات اور توحید باری تعالیٰ کے دلائل بیان کیے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ آدمی غور و فکر کر کے اللہ پر ایمان لے آئے اور سیدھی راہ اختیار کرے، لیکن انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے۔ ہمیشہ باطل دلائل کے ذریعے سے حق کا انکار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ البتہ ان لوگوں کا طرز عمل مختلف ہے جن کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دے اور راہ نجات کی بصیرت سے نواز دے۔

وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا : سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک بار ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو میرے اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”تم (تہجد کی) نماز نہیں پڑھتے؟“ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جب چاہتا ہے ہم کو جگا دیتا ہے۔ جب میں نے یہ بات کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، لیکن جب آپ واپس جا رہے تھے تو میں نے سنا، آپ اپنی ران پر ہاتھ مارتے جا رہے تھے اور فرماتے جا رہے تھے: ﴿ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴾ [الکھف : ٥٤] ”اور انسان ہمیشہ سے سب چیزوں سے زیادہ جھگڑنے والا ہے۔“ [بخاری، کتاب التهجد، باب تحريض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قيام الليل : ١١٢٧ ـ مسلم، کتاب صلوة المسافرين، باب الحث علی صلاة الليل و إن قلت : ٧٧٥]

وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ يَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾

”اور لوگوں کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، جب ان کے پاس ہدایت آ گئی اور اپنے رب سے بخشش مانگیں، مگر اس بات نے کہ ان کو پہلے لوگوں کا سا معاملہ پیش آ جائے، یا ان پر عذاب سامنے آ موجود ہو۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ اور ہر زمانے کے کافروں کا حال بیان کیا ہے کہ انھوں نے ہمیشہ ہی کفر و تمرد کی راہ اختیار کی اور ہزار دلائل و براہین کے باوجود حق کو جھٹلانے کی کوشش کی اور سب نے یہی مطالبہ کیا کہ جس عذاب کی انھیں دھمکی دی جا رہی ہے، وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں، یعنی کفار ایمان و استغفار پر اس وقت آمادہ ہوتے ہیں جب دنیا میں عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں، یا جب آخرت میں جہنم کو دیکھ لیں گے اور دونوں ہی

حالتوں میں ان کا ایمان واستغفار کسی کام کا نہیں۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآىِٕلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٤، ٥] ''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کر دیا، تو ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آیا، یا جب کہ وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے۔ پھر ان کی پکار، جب ان پر ہمارا عذاب آیا، اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے کہا یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٩٤، ٩٥] ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ گڑگڑائیں۔ پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل کر دے دی، یہاں تک کہ وہ خوب بڑھ گئے اور انھوں نے کہا یہ تکلیف اور خوشی تو ہمارے باپ دادا کو (بھی) پہنچی تھی۔ تو ہم نے انھیں اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٤] ''پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہوگئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا تو اچانک وہ ناامید تھے۔''

اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٢٤، ٢٥] ''تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔ بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جو تم نے جلدی مانگا تھا، آندھی ہے، جس میں دردناک عذاب ہے۔ جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر دے گی، پس وہ اس طرح ہوگئے کہ ان کے رہنے کی جگہوں کے سوا کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی، اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔''

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝٥٦

''اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، باطل کو لے کر جھگڑا کرتے ہیں، تاکہ اس کے ساتھ حق کو پھسلا دیں اور انھوں نے میری آیات کو اور ان چیزوں کو جن سے انھیں ڈرایا گیا،

مذاق بنالیا۔"

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں اس لیے مبعوث کیا کہ وہ ایمان لانے اور عمل صالح کرنے والوں کو جنت کی بشارت دیں اور کافروں اور بدکاروں کو جہنم سے ڈرائیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو دعوت وارشاد کے عمل سے پہلے ہی عذاب میں مبتلا کر دیا، لیکن اہل کفر کا ہمیشہ ہی یہ شیوہ رہا کہ انھوں نے بے بنیاد دلائل کے ذریعے سے حق کا انکار کیا اور اللہ کی نشانیوں اور اس عذاب کا مذاق اڑایا جس سے انھیں ڈرایا گیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الشعراء : ٦] "پس بے شک وہ جھٹلا چکے، سو ان کے پاس جلد ہی اس چیز کی خبریں آجائیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔"

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾

"اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی تو اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور اسے بھول گیا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا، بے شک ہم نے ان کے دلوں پر پردے بنا دیے ہیں، اس سے کہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اور اگر تو انھیں سیدھی راہ کی طرف بلائے تو اس وقت وہ ہرگز کبھی راہ پر نہ آئیں گے۔"

جن اہل کفر نے اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا، انھی کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ ان سے بڑھ کر اپنے حق میں ظالم کون ہو سکتا ہے؟ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مختلف الانواع نشانیوں کے ذریعے سے راہ حق کی طرف رہنمائی کرنا چاہی، لیکن انھوں نے ان سے فائدہ نہیں اٹھایا اور اپنے کفر و معاصی سے تائب نہیں ہوئے۔ یہ اس لیے ہوا کہ جب انھوں نے کفر کو ایمان پر اور گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دے دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیے، تاکہ قرآن کے مقاصد و معانی کو نہ سمجھ پائیں اور حق بات سننے سے محروم کر دیے جائیں۔ اسی لیے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ اگر آپ ان کافروں کو حق کی دعوت دیں گے تو وہ کبھی قبول نہیں کریں گے۔

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾

’’اور تیرا رب نہایت بخشنے والا، خاص رحمت والا ہے، اگر وہ انھیں اس کی وجہ سے پکڑے جو انھوں نے کمایا ہے تو یقیناً ان کے لیے جلد عذاب بھیج دے، بلکہ ان کے لیے وعدے کا ایک وقت ہے جس سے بچنے کی وہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے، اسی لیے ان کافروں کے کفر و معاصی پر ان کا مؤاخذہ نہیں کرتا، ورنہ ان کے جیسے جرائم ہیں ان پر جلد ہی عذاب آ جانا چاہیے تھا۔ عذاب میں تاخیر کے سبب ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے اسلام لانے کی توفیق دے دی اور جو اپنے حال پر باقی رہے، ان کو ان کے کفر و عناد کے مطابق سزا دینے کا ایک وقت مقرر ہے، جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء : ۱۷۳، ۱۷۴]
’’پھر جو لوگ تو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو وہ انھیں ان کے اجر پورے دے گا اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ بھی دے گا اور رہے وہ جنھوں نے عار سمجھا اور تکبر کیا تو وہ انھیں دردناک عذاب دے گا اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ اے لوگو! بلاشبہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آئی ہے اور ہم نے تمھاری طرف ایک واضح نور نازل کیا ہے۔‘‘

وَ تِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَ جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝۵۹

’’اور یہ بستیاں ہیں، ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، جب انھوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لیے ایک مقرر وقت رکھ دیا تھا۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عاد و ثمود اور انھی جیسی دیگر نافرمان قوموں کی ہلاکت کا سبب بیان کیا ہے کہ انھیں ان کے کفر و طغیان کی وجہ سے ہلاک کیا گیا تھا۔ جبکہ کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ان قوموں کی ہلاکت کا ایک وقت مقرر تھا، جب وہ وقت آ گیا تو عذاب نے انھیں آ دبوچا اور کوئی انھیں نہ بچا سکا۔ اس لیے تم بھی عذاب میں تاخیر ہونے کی وجہ سے دھوکے میں نہ پڑو اور یہ نہ سمجھو کہ تم سے عذاب الٰہی ٹل گیا، اس کا تو ایک وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آ جائے گا تو دنیا کی کوئی طاقت تمھیں اس عذاب سے نہ بچا سکے گی۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا رہتا ہے، مگر جب ان کی گرفت فرماتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔‘‘ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ

الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۲] ”اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وکذلک أخذ ربک إذا أخذ القری ...... الخ ﴾ : ۴۶۸۶۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۳]

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَاۤ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ۝ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ۝

”اور جب موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا میں نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملنے کے مقام پر پہنچ جاؤں، یا مدتوں چلتا رہوں۔ تو جب وہ دونوں ان کے آپس میں ملنے کے مقام پر پہنچے تو وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، تو اس نے اپنا راستہ سمندر میں سرنگ کی صورت بنالیا۔ پھر جب وہ آگے گزر گئے تو اس نے اپنے جوان سے کہا ہمارا دن کا کھانا لا، بے شک ہم نے اپنے اس سفر سے تو بڑی تھکاوٹ پائی ہے۔ اس نے کہا کیا تو نے دیکھا جب ہم اس چٹان کے پاس جا کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی بھول گیا اور مجھے وہ نہیں بھلائی مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کروں اور اس نے اپنا راستہ سمندر میں عجیب طرح سے بنالیا۔ اس نے کہا یہی ہے جو ہم تلاش کر رہے تھے، سو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں پر پیچھا کرتے ہوئے واپس لوٹے۔ تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے

ہاں سے ایک رحمت عطا کی اور اسے اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا۔ موسیٰ نے اس سے کہا کیا میں تیرے پیچھے چلوں؟ اس (شرط) پر کہ تجھے جو کچھ سکھایا گیا ہے اس میں سے کچھ بھلائی مجھے سکھا دے۔ اس نے کہا بے شک تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔ اور تو اس پر کیسے صبر کرے گا جسے تو نے پوری طرح علم میں نہیں لیا۔ اس نے کہا اگر اللہ نے چاہا تو تو مجھے ضرور صبر کرنے والا پائے گا اور میں تیرے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ کہا پھر اگر تو میرے پیچھے چلا ہے تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھنا، یہاں تک کہ میں تیرے لیے اس کا کچھ ذکر شروع کروں۔ سو دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے اسے پھاڑ دیا۔ کہا کیا تو نے اسے اس لیے پھاڑ دیا ہے کہ اس کے سواروں کو غرق کر دے، بلاشبہ یقیناً تو ایک بہت بڑے کام کو آیا ہے۔ کہا کیا میں نے نہ کہا تھا کہ یقیناً تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔ کہا مجھے اس پر نہ پکڑ جو میں بھول گیا اور مجھے میرے معاملے میں کسی مشکل میں نہ پھنسا۔ پھر وہ دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ جب وہ ایک لڑکے سے ملے تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ کہا کیا تو نے ایک بے گناہ جان کو کسی جان کے بدلے کے بغیر قتل کر دیا، بلاشبہ یقیناً تو ایک بہت برے کام کو آیا ہے۔''

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا، نوف بکالی (جو کعب احبار کا ربیب ہے، اس) کا خیال ہے کہ خضر علیہ السلام کے ساتھ وہ موسیٰ علیہ السلام نہیں تھے جو بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اللہ کا دشمن غلط کہتا ہے، ہمیں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ آپ سے پوچھا گیا، سب سے بڑا عالم کون ہے؟ آپ نے فرمایا، میں۔ چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تنبیہ فرمائی، کیونکہ آپ نے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی تھی (یعنی یوں نہیں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ دو دریاؤں کے سنگم پر میرا ایک بندہ ہے، جو تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، یا رب! میں اس سے کیسے مل سکتا ہوں؟ رب تعالیٰ نے فرمایا، ٹوکری میں ایک مچھلی رکھ کر ساتھ لے لو، جہاں وہ گم ہو جائے وہ وہیں ملیں گے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک مچھلی لے کر ٹوکری میں رکھ لی اور (سفر پر) روانہ ہو گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے خادم یوشع بن نون بھی تھے۔ (چلتے چلتے) وہ ایک چٹان کے پاس پہنچے اور دونوں سر رکھ کر سو گئے۔ (اس دوران میں) ٹوکری میں مچھلی تڑپی اور ٹوکری سے نکل کر سمندر میں جا گری، سمندر میں وہ ایک سرنگ سی بناتی گزر گئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کی گزرگاہ سے پانی کی روانی روک دی تھی اور یوں وہ ایک طاق سا بن گیا۔ (یہ منظر یوشع نے دیکھا تھا، پھر) جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو یوشع بن نون انھیں مچھلی کے بارے میں بتانا بھول گئے۔ چنانچہ وہ دن کا بقیہ حصہ اور بعدازاں رات بھر چلتے رہے۔ اگلے دن موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے

فرمایا، ﴿ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدۡ لَقِيۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴾ ''ہمارا دن کا کھانا لا، بے شک ہم نے اپنے اس سفر سے تو بڑی تھکاوٹ پائی ہے۔'' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام کو تھکاوٹ تب محسوس ہوئی جب وہ اس جگہ سے آگے چل پڑے جہاں پہنچنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ تب آپ کے خادم نے آپ سے عرض کی: ﴿ اَرَءَيۡتَ اِذۡ اَوَيۡنَاۤ اِلَى الصَّخۡرَةِ فَاِنِّىۡ نَسِيۡتُ الۡحُوۡتَ ۡ وَمَاۤ اَنۡسٰنِيۡهُ اِلَّا الشَّيۡطٰنُ اَنۡ اَذۡكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيۡلَهٗ فِى الۡبَحۡرِ ۖ عَجَبًا ﴾ ''اس نے کہا کیا تو نے دیکھا جب ہم اس چٹان کے پاس جا کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی بھول گیا اور مجھے وہ نہیں بھلائی مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کروں اور اس نے اپنا راستہ سمندر میں عجیب طرح سے بنالیا۔'' فرمایا: ''مچھلی کے لیے سرنگ بن گئی۔'' اور یہ چیز موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کے لیے تعجب کا باعث تھی۔ تب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبۡغِ ۖ فَارۡتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴾ ''اس نے کہا یہی ہے جو ہم تلاش کر رہے تھے، سو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں پر پیچھا کرتے ہوئے واپس لوٹے۔'' وہ دونوں اپنے نشانات قدم دیکھتے دیکھتے چٹان تک جا پہنچے، دیکھا کہ ایک آدمی کپڑا اوڑھے موجود ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سلام کہا، خضر علیہ السلام نے کہا، اس سرزمین میں سلام کہاں سے آ گیا؟ آپ نے فرمایا، میں موسیٰ ہوں۔ انھوں نے کہا، بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ فرمایا، جی ہاں! میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کو جو علم عطا ہوا ہے وہ آپ مجھے بھی سکھا دیں۔ انھوں نے کہا: ﴿ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ﴾ ''بے شک تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔'' اے موسیٰ! میرے پاس اللہ کی طرف سے ایک علم ہے جو اس نے مجھے سکھایا ہے، وہ آپ کو حاصل نہیں اور آپ کو اللہ کی طرف سے ایک علم ملا ہے جو اس نے آپ کو سکھایا ہے، وہ مجھے حاصل نہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعۡصِىۡ لَـكَ اَمۡرًا ﴾ ''اگر اللہ نے چاہا تو تو مجھے ضرور صبر کرنے والا پائے گا اور میں تیرے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔'' سیدنا خضر علیہ السلام نے آپ سے فرمایا: ﴿ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِىۡ فَلَا تَسۡــَٔلۡنِىۡ عَنۡ شَىۡءٍ حَتّٰۤى اُحۡدِثَ لَـكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا ﴾ ''کہا پھر اگر تو میرے پیچھے چلا ہے تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھنا، یہاں تک کہ میں تیرے لیے اس کا کچھ ذکر شروع کروں۔'' پھر وہ دونوں چل دیے، وہ ساحل پر پیدل چل رہے تھے کہ ان کے پاس سے ایک کشتی گزری، انھوں نے کشتی والوں سے بات کی کہ وہ انھیں سوار کر لیں۔ انھوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان کر بغیر کرائے کے سوار کر لیا۔ جب وہ کشتی میں سوار تھے تو آپ نے اچانک دیکھا کہ خضر علیہ السلام نے بسولے کے ساتھ کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، ان لوگوں نے ہمیں بغیر کرائے کے سوار کیا مگر آپ نے ان کی کشتی ہی توڑ دی، تاکہ آپ کشتی والوں کو ڈبو دیں۔ یہ تو آپ نے بڑی (خطرناک) بات کر دی؟ خضر علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ

﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴾ ''کیا میں نے نہ کہا تھا کہ یقیناً تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔'' موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴾ ''مجھے اس پر نہ پکڑ جو میں بھول گیا اور مجھے میرے معاملے میں کسی مشکل میں نہ پھنسا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ پہلا سوال موسیٰ علیہ السلام سے بھول کر ہوا۔'' اس دوران میں ایک چڑیا آ کر کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور اس نے سمندر سے چونچ بھر لی۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا، میرا اور تیرا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں ایسے ہی (معمولی اور قلیل) ہے، جیسے سمندر کے مقابلے میں چڑیا کی چونچ میں جانے والا پانی۔ پھر (دریائی سفر مکمل ہونے پر) وہ کشتی سے نکلے، وہ کنارے پر چلے جا رہے تھے کہ اچانک خضر علیہ السلام کو ایک لڑکا نظر آیا، وہ دیگر لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس کا سر پکڑا اور ہاتھ کے ساتھ اس کا سر جسم سے جدا کر کے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴾ ''کیا تو نے ایک بے گناہ جان کو کسی جان کے بدلے کے بغیر قتل کر دیا، بلاشبہ یقیناً تو ایک بہت برے کام کو آیا ہے۔'' وہ کہنے لگے: ﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴾ ''کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ یقیناً تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔'' یہ واقعہ پہلے سے زیادہ سخت تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۣ اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ﴾ ''کہا اگر میں تجھ سے اس کے بعد کسی چیز کے متعلق پوچھوں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا، یقیناً تو میری طرف سے پورے عذر کو پہنچ چکا ہے۔ پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ جب وہ ایک بستی والوں کے پاس آئے، انھوں نے اس کے رہنے والوں سے کھانا طلب کیا تو انھوں نے انکار کر دیا کہ ان کی مہمان نوازی کریں، پھر انھوں نے اس میں ایک دیوار پائی جو چاہتی تھی کہ گر جائے تو اس نے اسے سیدھا کر دیا۔'' یعنی جھکی ہوئی تھی، سو خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اسے ٹھیک کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، ہم نے ان لوگوں سے کھانا مانگا تو انھوں نے ہمیں کھانا نہیں دیا: ﴿ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴾ ''اگر تو چاہتا تو ضرور اس پر کچھ اجرت لے لیتا۔'' خضر علیہ السلام نے کہا: ﴿ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴾ ''یہ میرے درمیان اور تیرے درمیان جدائی ہے، عنقریب میں تجھے اس کی اصل حقیقت بتاؤں گا جس پر تو صبر نہیں کر سکا۔'' اس کے بعد پورا واقعہ بیان فرمایا (جو سورۂ کہف کی آیت ۸۲ تک ذکر ہوا ہے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جی چاہتا ہے کہ کاش! موسیٰ علیہ السلام نے صبر کیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی اور باتیں بھی بیان فرماتا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ و إذ قال موسى لفتاہ لا أبرح ...... الخ ﴾ : ۴۷۲۵۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر علیہ السلام : ۲۳۸۰]

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا ٝ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

”کہا کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ یقیناً تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔ کہا اگر میں تجھ سے اس کے بعد کسی چیز کے متعلق پوچھوں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا، یقیناً تو میری طرف سے پورے عذر کو پہنچ چکا ہے۔ پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ جب وہ ایک بستی والوں کے پاس آئے، انھوں نے اس کے رہنے والوں سے کھانا طلب کیا تو انھوں نے انکار کر دیا کہ ان کی مہمان نوازی کریں، پھر انھوں نے اس میں ایک دیوار پائی جو چاہتی تھی کہ گر جائے تو اس نے اسے سیدھا کر دیا۔ کہا اگر تو چاہتا تو ضرور اس پر کچھ اجرت لے لیتا۔ کہا یہ میرے درمیان اور تیرے درمیان جدائی ہے، عنقریب میں تجھے اس کی اصل حقیقت بتاؤں گا جس پر تو صبر نہیں کر سکا۔ رہی کشتی تو وہ چند مسکینوں کی تھی، جو سمندر میں کام کرتے تھے، تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی چھین کر لے لیتا تھا۔“

اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا : سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو پہلے اپنے آپ سے ابتدا فرماتے اور کہتے: « رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَ عَلٰى مُوْسٰى » ”اللہ کی رحمت ہو ہم پر اور موسیٰ پر۔“ پھر فرمایا: ”اگر وہ صبر کر لیتے تو وہ اپنے صاحب (خضر علیہ السلام) سے بہت سے عجائب دیکھتے، لیکن انھوں نے خود ہی کہہ دیا: ﴿ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴾ ”اگر میں تجھ سے اس کے بعد کسی چیز کے متعلق پوچھوں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا، یقیناً تو میری طرف سے پورے عذر کو پہنچ چکا ہے۔“ [أبو داوٗد، کتاب الحروف والقراءات، باب : ۳۹۸۴۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر : ۲۳۸۰/۱۷۲]

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ : سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « حَتّٰى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ لِئَامًا » ”وہ (موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون) ایک گاؤں کے بخیل لوگوں کے پاس پہنچے۔“
[مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر : ۲۳۸۰/۱۷۲۔ مسند أحمد : ۱۱۸/۵، ۱۱۹، ح : ۲۱۱۷۶]

وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا : سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح قراءت فرمایا کرتے تھے: «وَ كَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا» ''اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح کشتی غصب کر لیتا تھا۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالٰى : ﴿ و إذ قال موسٰى لفته ...... الخ ﴾ ٤٧٢٥۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر عليه السلام : ٢٣٨٠]

غاصبانہ طریقے سے کسی کا مال چھیننے والے کی اسی قدر نیکیاں قیامت کے دن چھین کر مالک کو دے دی جائیں گی، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم میں سے مفلس وہ بندہ ہے کہ جس کے پاس درہم و دینار اور مال و متاع نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' (نہیں، بلکہ) میری امت کا مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے دن آئے گا تو اس کے پاس (نامۂ اعمال میں) نماز، روزے اور زکوٰۃ جیسی نیکیاں ہوں گی، لیکن (اس کے نامۂ اعمال میں یہ برائیاں بھی ہوں گی کہ) اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بدکاری کی تہمت لگائی ہوگی، کسی کا (ناحق) مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا (یعنی ظلم کیا ہوگا) تو اس (ظالم) کی نیکیاں اس (مظلوم) کو دے دی جائیں گی اور اس (مظلوم) کو بھی دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں اس کے ذمے واجب الادا ظلموں کا فیصلہ کیے جانے سے پہلے ختم ہو جائیں گی تو ان (مظلوموں) کے گناہ لے لیے جائیں گے اور اس (ظالم) پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر وہ (ظالم) آگ میں ڈال دیا جائے گا۔'' [مسلم، كتاب البر و الصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨١]

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

''اور رہا لڑکا تو اس کے ماں باپ دونوں مومن تھے تو ہم ڈرے کہ وہ ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں پھنسا دے گا۔ تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کو ان کا رب اس کے بدلے ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر اور شفقت میں زیادہ قریب ہو۔''

فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ الْغُلَامَ الَّذِيْ قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ يَوْمَ طُبِعَ كَافِرًا» ''یہ لڑکا جسے خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا، یہ روز اول ہی سے کافر پیدا ہوا تھا۔'' [مسلم، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد ...... الخ : ٢٦٦١۔ أبو داوٗد، كتاب السنة، باب في القدر : ٤٧٠٥، ٤٧٠٦۔ ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة الكهف : ٣١٥٠]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح قراءت فرمایا کرتے تھے: « وَ أَمَّا الْغُلَامُ

فَكَانَ كَافِرًا وَ كَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ ﴾ ”پس بچہ کافر تھا اور اس کے والدین مومن تھے۔“ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله تعالى : ﴿ و إذ قال موسىٰ لفته ...... الخ ﴾ : ٤٧٢٥۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر عليه السلام : ٢٣٨٠]

گویا لڑکے کے مار ڈالنے کا سبب یہ بیان کیا کہ اس کے ماں باپ ایمان دار تھے اور وہ لڑکا اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں منکر ایمان ٹھہر چکا تھا، اس لیے اس کے زندہ رہنے سے اس کے ماں باپ بھی اس کی محبت میں اپنی حالت پر نہ رہتے۔ دین کی حفاظت کی نظر سے یہ قتل ایسا ہی ہے جیسے کعب بن اشرف یہودی کا قتل۔ دونوں قتلوں میں فرق اتنا ہے کہ کعب بن اشرف کا دین میں خلل ڈالنا ظاہر ہو چکا تھا اور اس لڑکے کا یہ خلل اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق آئندہ ظاہر ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ نے وہ غیب کا حال خضر علیہ السلام کو بتلا دیا اور انھوں نے اللہ کے حکم سے اس کو مار ڈالا۔ یہاں ہم کعب بن اشرف کے قتل کا پورا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کون کعب بن اشرف سے نپٹے گا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے؟“ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں!“ انھوں نے کہا کہ پھر مجھے اجازت دیجیے کہ میں (آپ کے بارے میں) کوئی (ناپسندیدہ) بات کہہ سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(ٹھیک ہے) کہہ لو۔“ اب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں) کہا کہ یہ شخص تو ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا دیا ہے، اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ کعب بن اشرف نے کہا کہ ابھی آگے دیکھو، اللہ کی قسم! تم بالکل اکتا جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے اب اس کی پیروی کر لی ہے، اس لیے جب تک یہ نہ کھل جائے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے، انھیں چھوڑنا ہم پسند نہیں کرتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک وسق یا دو وسق غلہ ادھار دے دو۔ کعب بن اشرف نے کہا کہ ٹھیک ہے، لیکن میرے پاس کوئی چیز رہن رکھو۔ انھوں نے کہا کہ تو کون سی چیز رہن رکھنا چاہتا ہے؟ کعب نے کہا کہ اپنی عورتیں میرے پاس رکھوا دو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنی عورتیں تمھارے پاس کیسے رہن رکھیں، جبکہ تم عرب کے حسین ترین آدمی ہو؟ اس نے کہا کہ چلو اپنے بیٹے میرے پاس رہن رکھوا دو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے بیٹے تمھارے پاس رہن کیسے رکھیں گے، لوگ انھیں گالی دیں گے کہ وہ ایک یا دو وسق کے عوض رہن رکھے گئے، یہ بات ہمارے لیے باعث عار ہے، البتہ ہم اپنے ہتھیار تمھارے پاس رہن رکھوا سکتے ہیں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اور رات کو ابو نائلہ، جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے، اسے اپنے ساتھ لے کر اس کے پاس آ گئے۔ انھوں نے اس کے قلعہ کے پاس جا کر جب اسے آواز دی اور وہ ان کے پاس آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا کہ اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا، میں نے ایسی آواز سنی ہے کہ جس سے گویا خون ٹپک رہا ہو۔ کعب بن اشرف نے جواب

دیا کہ وہ میرا بھائی محمد بن مسلمہ اور میرا رضاعی بھائی ابونائلہ ہے اور مزید کہا کہ اگر شریف آدمی کو رات کے وقت بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے۔ پھر وہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، ان کے ساتھ دو آدمی اور تھے، جنھیں یہ نصیحت کی گئی تھی کہ جب کعب آئے گا تو میں اس کے بال پکڑ لوں گا اور سونگھوں گا اور جب تم مجھے دیکھ لو کہ میں نے اس کے سر پر غلبہ پا لیا ہے تو تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔ کعب ان کے پاس چادر لپیٹے ہوئے آیا، اس کے جسم سے خوشبو آ رہی تھی۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آج سے زیادہ عمدہ خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی۔ کعب نے کہا کہ میرے پاس وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں۔ اس پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں تمھارا سر سونگھ لوں؟ اس نے کہا کہ ہاں (سونگھ لو) محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے خود بھی سر سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سنگھایا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے پھر کہا کہ کیا تو مجھے دوبارہ (سونگھنے کی) اجازت دیتا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، تو اب جب آپ نے اس پر قابو پا لیا تو (اپنے ساتھیوں سے) کہا کہ تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (سارے معاملات کی) خبر دی۔[بخاری، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الأشرف : ٤٠٣٧]

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖۗ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ؕ﴿۸۲﴾

ع ١٠ / ١٢

’’اور رہ گئی دیوار تو وہ شہر میں دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لیے ایک خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک تھا تو تیرے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں، تیرے رب کی طرف سے رحمت کے لیے اور میں نے یہ اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ یہ ہے اصل حقیقت ان باتوں کی جن پر تو صبر نہیں کر سکا۔‘‘

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ : یتیموں کے حال پر اللہ تعالیٰ کی ایک خاص نظر رحمت ہے، جس کے سبب اس نے یتیموں کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آنے والے شخص کے لیے جو مرتبہ رکھا ہے اس کو اپنے رسول کی معرفت ظاہر فرمایا اور اسی رحمت کے سبب اس نیک شخص کی یتیم اولاد کے مال کی حفاظت فرمائی۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا شخص جنت میں اس طرح قریب ہوں گے۔‘‘ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔[بخاری، کتاب الأدب، باب فضل من يعول يتيمًا : ٦٠٠٥]

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ : یعنی یہ تینوں کام جو میں نے کیے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور ہے،
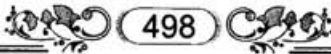
یہ کام میں نے از خود نہیں کیے، بلکہ مجھے ان کے بارے میں حکم دیا گیا اور ان کے بارے میں مطلع کیا گیا۔ یہ آیت مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا خضر علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ اسی سورت میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴾ [الكهف : ٦٥] ''تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے ہاں سے ایک رحمت عطا کی اور اسے اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کا نام خضر (علیہ السلام) اس لیے ہوا کہ ایک بار وہ سفید خشک گھاس پر بیٹھے تھے، جب اٹھے تو دیکھا کہ گھاس سرسبز ہو کر لہلہا رہی ہے۔'' [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الخضر مع موسٰى عليهما السلام : ٣٤٠٢]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند روز پہلے فرمایا: ''تمھاری آج کی رات وہ ہے کہ اس رات سے لے کر سو سال کے آخر تک کوئی شخص جو زمین پر ہے، وہ باقی نہیں رہے گا۔'' [بخاری، كتاب العلم، باب السمر في العلم : ١١٦۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب بيان معنى قوله ﷺ : على رأس مائة سنة ...... الخ : ٢٥٣٧]

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِۨ الْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾

''اور وہ تجھ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ میں تمھیں اس کا کچھ ذکر ضرور پڑھ کر سناؤں گا۔ بے شک ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا اور اسے ہر چیز میں سے کچھ سامان عطا کیا۔ تو وہ کچھ سامان ساتھ لے کر چلا۔ یہاں تک کہ جب وہ سورج غروب ہونے کے مقام پر پہنچا تو اسے پایا کہ وہ دلدل والے چشمے میں غروب ہو رہا ہے اور اس کے پاس ایک قوم کو پایا۔ ہم نے کہا اے ذوالقرنین! یا تو یہ ہے کہ تو (انھیں) سزا دے اور یا یہ کہ تو ان کے بارے میں کوئی نیک سلوک اختیار کرے۔ اس نے کہا جو شخص تو ظلم کرے گا سو ہم اسے جلدی سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے عذاب دے گا، بہت برا عذاب۔ اور رہا وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو اس

کے لیے بدلے میں بھلائی ہے اور عنقریب ہم اسے اپنے کام میں سے سراسر آسانی کا حکم دیں گے۔"

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے "اغاثۃ اللھفان" میں فلاسفہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے: "ان کے بادشاہوں میں سے ایک اسکندر مقرونی تھا، جو فیلیس کا بیٹا تھا اور یہ وہ اسکندر ذوالقرنین نہیں تھا کہ جس کا قصہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے، بلکہ دونوں کے درمیان کئی صدیوں کا فرق ہے، جبکہ دونوں کے دین میں بھی بہت زیادہ فرق تھا۔ ذوالقرنین اللہ کا ایک نیک، صالح اور موحد بندہ تھا اور زندگی بھر بت پرستوں کے خلاف جنگ کرتا رہا اور اس مقصد کے لیے زمین کے مشرق و مغرب کے کناروں تک پہنچ گیا۔ اسی نے یاجوج ماجوج کو روکنے کے لیے دیوار بنائی تھی۔ اسے ذوالقرنین اس لیے کہا گیا کہ وہ فارس و روم دونوں کا بادشاہ تھا، یا اس لیے کہ اس کے سر پر بال کی دو چوٹیاں تھیں، یا اس لیے کہ اس نے مشرق و مغرب پر حکمرانی کی تھی، لیکن اسکندر مقرونی مشرک تھا اور بتوں کی پرستش کرتا تھا اور اس کی مملکت کے لوگ بھی مشرک تھے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ کفار مکہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں، تو آپ کہہ دیجیے کہ میں اس کے بارے میں قرآن کریم کی وہ آیتیں تمھیں سناتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہیں۔ یہاں سے ان باتوں کا بیان شروع ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے بارے میں رسول کریم ﷺ کو بذریعہ وحی بتائی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فوجی طاقت، مال و دولت، فکر و نظر اور عظیم شہرت و دبدبہ عطا کیا تھا، یعنی علم، طاقت، آلات و اسلحہ اور دیگر تمام وسائل اسے مہیا تھے اور ان تمام وسائل و ذرائع کو استعمال کر کے انتہائے مشرق و مغرب تک پہنچ گیا تھا۔ انتہائے مغرب میں اس نے دیکھا کہ آفتاب ایک ایسے چشمے میں جا کر غروب ہو جاتا تھا جس کی مٹی کالی اور گرم تھی۔ وہاں اسے ایک قوم ملی جس پر اللہ نے اسے غالب و حاکم بنا دیا۔ انھیں اس نے دین ابراہیمی کی دعوت دی تو کچھ لوگوں نے قبول کیا اور کچھ نے انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے ذوالقرنین! تم چاہو تو انکار کرنے والوں کو عذاب میں مبتلا کرو اور چاہو تو عفو و درگزر سے کام لو اور حق کی طرف انھیں بلاتے رہو۔ ذوالقرنین نے کہا کہ جو شرک و کفر کے ذریعے سے دنیا میں فساد پھیلاتا رہے گا اور دوسروں کو گمراہی کی دعوت دے گا، اسے تو ہم قید و بند سے گزاریں گے اور قتل کریں گے، پھر موت کے بعد قیامت کے دن جب اپنے رب کے پاس جائے گا تو وہ اسے انتہائی سخت سزا دے گا اور جو میری دعوت کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئے گا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا اور نیک عمل کرے گا، اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بطور جزائے خیر جنت عطا فرمائے گا اور اسے آج ہم نہ کوئی سخت بات کہیں گے اور نہ کسی ایسے کام کا حکم دیں گے جو اس پر شاق گزرے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تبع کے بارے

میں میں نہیں جانتا کہ آیا وہ نبی تھے یا نہیں اور (اسی طرح) ذوالقرنین کے بارے میں بھی میں نہیں جانتا کہ وہ نبی تھے یا نہیں اور (اسی طرح) میں حدود کے بارے میں بھی نہیں جانتا کہ وہ گناہ کرنے والے کے لیے کفارہ ہیں یا نہیں۔"

[مستدرك حاكم : ۱/ ۳٦، ح : ۱۰٤۔ تفسیر طبری : ۸/ ۲۷۱، ح : ۲۳۲۷۸]

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

"پھر وہ کچھ اور سامان ساتھ لے کر چلا۔ یہاں تک کہ جب وہ سورج نکلنے کے مقام پر پہنچا تو اسے ایسے لوگوں پر طلوع ہوتے ہوئے پایا جن کے لیے ہم نے اس کے آگے کوئی پردہ نہیں بنایا تھا۔ ایسے ہی تھا اور یقیناً ہم نے جو کچھ اس کے پاس تھا اس کا علم کی رو سے احاطہ کر رکھا تھا۔"

انتہائے مغرب تک پہنچ جانے کے بعد ذوالقرنین نے مشرق کی طرف واپسی کا راستہ اختیار کیا اور راہ میں جتنی بھی قومیں آئیں، انھیں دین ابراہیمی کی دعوت دی۔ جن لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا انھیں تو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور جنھوں نے انکار کیا انھیں ذلت و رسوائی سے دو چار کر کے ان کے مال و دولت پر قبضہ کر لیا، یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہونے کی جگہ یعنی انتہائے مشرق تک پہنچ گیا۔ وہاں اس نے ایک ایسی قوم کو پایا جو میدانوں اور صحراؤں میں رہتی تھی، نہ ان کے مکانات تھے اور نہ وہاں کوئی درخت تھا، یعنی ان کے اور سورج کے درمیان کوئی پردہ اور اوٹ نہیں تھی۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ذوالقرنین کو دنیا میں بہت ہی اونچا مقام اور بڑی ہی عظیم سلطنت دی تھی۔ اس کی قوت، فوج کی کثرت اور دیگر مادی اور روحانی اسباب و وسائل کا صحیح اندازہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾

"پھر وہ کچھ اور سامان ساتھ لے کر چلا۔ یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو ان کے اس طرف کچھ لوگوں کو پایا جو قریب نہ تھے کہ کوئی بات سمجھیں۔"

انتہائے مشرق تک پہنچ جانے کے بعد ذوالقرنین نے مشرق و مغرب کے درمیان شمال و مغرب کا راستہ اختیار کیا اور چلتے ہوئے انتہائے شمال مغرب میں ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں دونوں طرف دو اونچے اور لمبے پہاڑ تھے اور دونوں کے درمیان ایک خالی جگہ تھی۔ وہاں انسانوں کی ایک ایسی جماعت رہتی تھی جو کوئی بھی بات نہیں سمجھ پاتی تھی، اس لیے کہ ان کی زبان عجیب و غریب تھی اور ان کے اندر سمجھنے کی صلاحیت بھی کم تھی۔

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

’’انھوں نے کہا اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد کرنے والے ہیں، تو کیا ہم تیرے لیے کچھ آمدنی طے کر دیں، اس (شرط) پر کہ تو ہمارے درمیان اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دے۔ اس نے کہا جن چیزوں میں میرے رب نے مجھے اقتدار بخشا ہے وہ بہتر ہیں، اس لیے تم قوت کے ساتھ میری مدد کرو کہ میں تمھارے درمیان اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار بنا دوں۔ تم میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لاؤ، یہاں تک کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کا درمیانی حصہ برابر کر دیا تو کہا ’’دھونکو‘‘ یہاں تک کہ جب اس نے اسے آگ بنا دیا تو کہا لاؤ میرے پاس کہ میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیل دوں۔ پھر نہ ان میں یہ طاقت رہی کہ اس پر چڑھ جائیں اور نہ وہ اس میں کوئی سوراخ کر سکے۔ کہا یہ میرے رب کی طرف سے ایک رحمت ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آ گیا تو وہ اسے زمین کے برابر کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ ہمیشہ سے سچا ہے۔‘‘

ان لوگوں نے ذوالقرنین سے کہا کہ دونوں پہاڑوں کے پیچھے یاجوج ماجوج کی قوم رہتی ہے، انھیں جب بھی موقع ملتا ہے، دونوں پہاڑوں کے درمیانی راستہ سے ہماری طرف آ کر قتل و غارت گری کرتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ کے بعد واپس چلے جاتے ہیں، تو کیا آپ ہم سے معاوضہ لے کر ہمارے اور ان کے درمیان کوئی رکاوٹ کھڑی کر دیں گے؟ ذوالقرنین نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ مجھے تم لوگوں سے کسی معاوضہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ نے جو مال و دولت اور ملک و سلطنت مجھے دیا ہے وہ اس معاوضہ سے کہیں بہتر ہے جو تم لوگ مجھے دینا چاہتے ہو۔ تم لوگ صرف مزدوروں، صنعت کاروں اور ضروری آلات سے میری مدد کرو، تاکہ میں تمھارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ کھڑی کر دوں، یعنی اس درے کو بند کر دوں جس سے گزر کر وہ لوگ تمھاری طرف آتے ہیں، مجھے لوہے کے ٹکڑے دو۔ جب دونوں پہاڑوں کی درمیانی جگہ میں لوہے کی اینٹوں کی دو متوازی دیواریں بنا دیں تو ان لوگوں سے کہا کہ اب دونوں دیواروں کے درمیان آگ پھونکو، یہاں تک کہ لوہا تپ کر سرخ ہو جائے، جب لوہا سرخ ہو گیا تو ذوالقرنین نے ان سے کہا کہ اب مجھے پگھلا ہوا تانبا دو، تاکہ اسے گرم لوہے پر انڈیل دوں اور وہ لوہے سے چپک جائے۔ وہ رکاوٹ اتنی

اونچی اور چکنی تھی کہ اس کے بعد یاجوج ماجوج کا آنا بند ہو گیا اور وہ اتنی موٹی اور سخت تھی کہ ان کے لیے اس میں سوراخ کرنا ناممکن ہو گیا۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ دیوار یہاں رہنے والوں کے لیے میرے رب کی رحمت ہے کہ اب یاجوج ماجوج کے لوگ اس راہ سے آکر ان پر ظلم وستم نہیں ڈھائیں گے، لیکن جب قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت آجائے گا تو اللہ تعالیٰ اس رکاوٹ کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور زمین برابر ہو جائے گی اور پہلے کی طرح راستہ بن جائے گا۔ اللہ کا وعدہ برحق ہے کہ قیامت آئے گی اور انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق وہ جزا وسزا دے گا۔

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بلاشبہ یاجوج ماجوج ہر روز (دیوار) کھودتے ہیں، حتیٰ کہ وہ سورج کی شعاع دیکھنے کے قریب ہو جاتے ہیں تو ان کا نگران کہتا ہے، واپس چلو، باقی کل کھودیں گے، مگر اللہ تعالیٰ اس دیوار کو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط کر دیتا ہے، یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انھیں چھوڑنے کا ارادہ کر لے گا تو پھر وہ ایک دن دیوار کھودیں گے اور سورج کی شعاع دیکھنے کے قریب ہو چکے ہوں گے تو ان کا نگران کہے گا، چلو باقی کل کھودیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وہ اللہ کی مرضی کا ذکر کریں گے (تو اس کی یہ برکت ہو گی کہ) کل جب وہ آئیں گے تو دیوار اسی طرح ہو گی جس طرح کھودی ہوئی وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ پھر وہ اسے کھود کر لوگوں پر نکل آئیں گے، وہ سارا پانی پی جائیں گے اور لوگ ان سے بچنے کے لیے قلعہ بند ہو جائیں گے۔ وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے تو تیر خون سے تربتر واپس آئیں گے، تب وہ کہیں گے، ہم نے زمین والوں کو زیر کر لیا اور آسمان والوں پر غالب آ گئے۔ تب اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں میں کیڑے پیدا کر دے گا، جن سے وہ ہلاک ہو جائیں گے۔“ [ابن ماجه، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال ...... الخ : ٤٠٨٠]

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے ان کے پاس تشریف لائے اور انھوں نے فرمایا: ”لا الٰہ الا اللہ، تباہی ہے عربوں کے لیے اس شر سے جو قریب آ چکا ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو چکا ہے“ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے اور انگشت شہادت کو ملا کر ایک حلقہ بنایا۔ [بخاری، کتاب الفتن، باب يأجوج ومأجوج : ٧١٣٥]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ ان سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں، لہٰذا آپ میرے مسلمان بندوں کو طور پر جمع کریں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو نکالے گا، تو وہ ہر اونچائی سے نکل بھاگیں گے۔ ان کا پہلا حصہ جب بحیرۂ طبریہ پر پہنچے گا تو جتنا پانی اس میں ہو گا وہ تمام کا تمام پی جائیں گے، پھر ان کے بعد والے آئیں گے تو کہیں گے، کبھی اس میں پانی موجود تھا۔ پھر آگے چلیں گے، یہاں تک کہ اس پہاڑ پر پہنچیں گے جہاں درختوں کی کثرت ہے اور

کہیں گے، ہم نے زمین والوں کو قتل کر دیا، آؤ اب آسمان والوں کو بھی قتل کر دیں، چنانچہ وہ اپنے تیر آسمانوں کی طرف پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلود واپس پلٹائے گا۔ اس دوران میں اللہ کے نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب محصور رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک بیل کا ایک سر تمھارے نزدیک جو سو (۱۰۰) دینار ہیں، ان سے بہتر ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان (یعنی یاجوج ماجوج) کی گردنوں پر کیڑے پیدا کر کے انھیں آن واحد میں ایک نفس کی موت کی طرح ہلاک کر دے گا۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے، مگر زمین میں ہر جگہ سڑاند اور بدبو پھیلی ہوگی، چنانچہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر پرندے بھیجے گا جو انھیں وہاں سے لے جا کر دور پھینکیں گے، وہاں کہ جہاں اللہ کا حکم ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو ہر مٹی اور خیمے والے گھر میں پہنچے گی اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ زمین کو اس طرح پاک صاف کر دے گا جس طرح زمین کوئی حوض یا باغ ہو۔ پھر زمین کو حکم ہو گا کہ اپنے پھل اگا اور برکتیں نکال، تو اس وقت ایک انار پوری جماعت کھا سکے گی اور اس کے چھلکے سے لوگ سایہ حاصل کریں گے اور ایک دودھ دینے والی اونٹنی کا دودھ کئی جماعتوں کے لیے کافی ہوگا۔ ایک دودھ دینے والی گائے کا دودھ ایک قبیلے کو کفایت کرے گا اور ایک دودھ دینے والی بکری کا دودھ ایک خاندان کو کافی ہوگا۔ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ان کی بغلوں کے نیچے سے اثر کرتی ہوئی گزرے گی اور ہر مومن و مسلم کو فوت کر دے گی، پھر صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح باہم جھگڑیں گے اور انھی پر قیامت قائم ہوگی۔''
[مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال : ۲۹۳۷]

وَ تَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾

''اور اس دن ہم ان کے بعض کو چھوڑیں گے کہ بعض میں ریلا مارتے ہوں گے اور صور میں پھونکا جائے گا تو ہم ان کو جمع کریں گے، پوری طرح جمع کرنا۔''

یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے، یعنی دجال کی موت کے بعد جب یاجوج ماجوج نکلیں گے تو شدت ازدحام کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں گے اور ہر طرف مار دھاڑ اور ظلم وستم کرنے لگیں گے۔ آیت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب نفخہ ثانی ہوگا تو لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر موجوں کی طرح ایک دوسرے میں گھس جائیں گے، اس کے بعد سب اللہ کے سامنے میدان محشر میں اکٹھے کیے جائیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝ وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۹٦] ''یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر اونچی

جگہ سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ اور سچا وعدہ بالکل قریب آجائے گا تو اچانک یہ ہوگا کہ ان لوگوں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی جنھوں نے کفر کیا۔ ہائے ہماری بربادی! بے شک ہم اس سے غفلت میں تھے، بلکہ ہم ظلم کرنے والے تھے۔''

سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، ہم باتیں کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کیا باتیں کر رہے تھے؟'' ہم نے کہا، ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہیں دیکھ لو گے۔'' پھر آپ نے ذکر فرمایا دھوئیں کا، دجال کا، زمین کے جانور کا، مغرب سے سورج کے نکلنے کا اور عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کا، یاجوج ماجوج کا اور تین جگہ خسف کا (یعنی زمین میں دھنسنا) ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۂ عرب میں اور فرمایا: ''ان سب نشانیوں کے بعد یمن سے ایک آگ نکلے گی، جو لوگوں کو ہانکتی ہوئی ان کے جمع ہونے کی جگہ لے جائے گی۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة : ۲۹۰۱]

وَ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَىٕذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ۝ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَ كَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۝

''اور اس دن ہم جہنم کو کافروں کے عین سامنے پیش کریں گے۔ وہ لوگ کہ ان کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں تھیں اور وہ سن ہی نہ سکتے تھے۔''

اس دن اللہ تعالیٰ جہنم کو کافروں کے سامنے لے آئے گا، وہ اسے دیکھیں گے اور اس کی غیظ و غضب بھری آواز سن کر شدید حزن و ملال میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہ وہ کفار ہوں گے جن کی آنکھوں پر دنیا میں پردہ پڑ گیا تھا اور جن کی قوت سماعت یکسر جاتی رہی تھی۔ اس لیے نہ ان دلائل و براہین سے انھیں کوئی فائدہ پہنچا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی تھیں اور نہ انھیں قرآن کریم کی تلاوت اور اس کی آیات میں غور و فکر کی توفیق ہوئی۔ ان کی قوت سماعت ایسی معدوم ہو گئی تھی کہ حق و ہدایت کی بات سننے سے بالکل ہی محروم ہو گئے تھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴾ [النازعات : ۳۴ تا ۳۶] ''پھر جب وہ ہر چیز پر چھا جانے والی سب سے بڑی مصیبت آجائے گی۔ جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی۔ اور جہنم (ہر) اس شخص کے لیے ظاہر کر دی جائے گی جو دیکھتا ہے۔''

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر قیامت کے دن تم میں سے ہر شخص اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا۔ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوگا اور نہ ان کے درمیان کوئی ترجمان ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، کیا میں نے تجھ کو (دنیا میں) مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا، کیوں نہیں (بے شک تو نے دیا تھا)۔ پھر

فرمائے گا، کیا میں نے تیرے پاس رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا، کیوں نہیں (تو نے بھیجا تھا)۔ پھر وہ شخص اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نظر نہیں آئے گا، بائیں طرف دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ تو تم میں سے ہر شخص کو آگ سے ضرور بچنا چاہیے، اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی، اگر یہ بھی نہ ملے تو میٹھی بات کہہ کر سہی۔" [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة قبل الرد: ۱۴۱۳۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث على الصدقة و لو بشق تمرة ...... الخ : ۱۰۱۶/۶۷]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جہنم کو قیامت والے دن لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔" [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۲]

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْۤ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

"تو کیا جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے گمان کر لیا ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو حمایتی بنا لیں گے۔ بے شک ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے بطور مہمانی تیار کر رکھا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں مشرکین مکہ کے شرک کی تردید کی گئی ہے اور زجر و توبیخ کرتے ہوئے ان سے کہا گیا ہے کہ کیا وہ اس گمان میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ میرے جن بندوں کو انھوں نے میرے سوا اپنا معبود بنا لیا ہے، وہ انھیں نفع پہنچا سکیں گے؟ یہ ان کی خام خیالی ہے، وہ جھوٹے معبود ان کے کسی کام نہیں آئیں گے اور ہم نے تو ایسے کافروں کی ضیافت کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۙ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ [مريم : ۸۱، ۸۲] "اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مدمقابل ہوں گے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعض نیک آدمی جب فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جہاں وہ حضرات بیٹھا کرتے تھے وہاں بت بنا کر رکھ دو اور ان کے وہی نام رکھ دو جو ان بزرگوں کے تھے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، اس وقت بتوں کی پوجا نہیں ہوئی، لیکن جب یہ لوگ فوت ہو گئے اور علم مٹ گیا، تب ان کی پوجا ہونے لگی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، نوح علیہ السلام کی قوم کے یہی بت بعد میں عرب میں پوجے گئے۔ [بخاری، کتاب التفسير، باب ﴿ ودًا ولا سواعًا ولا يغوث ويعوق ﴾ : ۴۹۲۰]

سیدہ ام سلمہ اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ایک گرجے کا ذکر کیا، جسے انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا، اس کا نام ''ماریہ'' تھا۔ اس میں تصویریں تھیں، جن کا ذکر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو وہ اس کی قبر پر مسجد (عبادت گاہ) تعمیر کرتے تھے اور اس میں یہ تصویریں بناتے تھے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ مخلوقات میں سے بدترین ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ...... الخ : ٤٢٧۔ مسلم، کتاب المساجد، باب النهي عن بناء المساجد على القبور ...... الخ : ٥٢٨]

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَ رُسُلِيْ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾

''کہہ دے کیا ہم تمھیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، تو ان کے اعمال ضائع ہوگئے، سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ یہ ان کی جزا جہنم ہے، اس وجہ سے کہ انھوں نے کفر کیا اور میری آیات اور میرے رسولوں کو مذاق بنایا۔''

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ ...... صُنْعًا : یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر وہ شخص اس کا مصداق ہے جو غیر معروف طریقے سے یعنی کتاب و سنت سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور گمان یہ کرے کہ وہ درست اور اس کا عمل مقبول ہے، حالانکہ وہ خطا کار اور اس کا عمل مردود ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴾ [الغاشية : ١ تا ٤] ''کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی کی خبر پہنچی؟ اس دن کئی چہرے ذلیل ہوں گے۔ محنت کرنے والے، تھک جانے والے۔ گرم آگ میں داخل ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ [الفرقان : ٢٣] ''اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا ﴾ [النور : ٣٩] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے اعمال کسی چٹیل میدان میں ایک سراب کی طرح ہیں، جسے پیاسا پانی خیال کرتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا۔''

حقیقی معنی میں خسارہ اٹھانے والے لوگ کون ہیں؟ مندرجہ بالا آیات میں انھی کی صفات بیان کی گئی ہیں اور پھر قیامت کے دن ان کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا، آپ کافروں سے پوچھیے کیا میں تمھیں بتا دوں کہ سب سے زیادہ کون خسارہ پانے والا ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیاوی زندگی کی تمام کوششیں رائگاں گئیں، حالانکہ وہ سمجھتے رہے کہ وہ اپنے حق میں بہت ہی اچھا کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں، بعث بعد الموت اور حساب و جزا کا انکار کر دیا، جس کے نتیجہ میں ان کے اعمال بالکل ہی بے کار ہو گئے۔ قیامت کے دن اللہ کی نگاہ میں ان کی کوئی وقعت و اہمیت نہیں ہوگی، بلکہ حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیے جائیں گے، اس لیے کہ اللہ کے نزدیک صرف نیک اعمال کا اعتبار ہے۔ جب ان کی جھولی میں اعمال صالحہ رہے ہی نہیں تو حقیر ترین بندے بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کے طور پر فرمایا کہ ان کے کفر کی وجہ سے ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور اس لیے بھی کہ انھوں نے میری آیات اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے مصعب رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ آیت: ﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا ﴾ کیا اس سے مراد خارجی ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں، بلکہ اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ یہودیوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو جھٹلایا اور نصرانیوں نے جنت کو سچا نہ جانا اور کہا کہ وہاں کھانا پینا کچھ نہیں۔ خارجیوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدے کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ قل هل ننبئكم بالأخسرين أعمالا ﴾ : ٤٧٢٨]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اپنی امت کے ان افراد کو ضرور پہچان لوں گا جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں جیسی سفید (روشن) نیکیاں لے کر آئیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ ان نیکیوں کو بکھرے غبار میں تبدیل کر دے گا۔“ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ان کی صفات بیان فرما دیجیے، ان (کی خرابیوں) کو ہمارے لیے واضح کر دیجیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان میں شامل ہو جائیں اور ہمیں پتا بھی نہ چلے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ تمھارے بھائی ہیں اور تمھاری جنس سے ہیں، وہ رات کی عبادت کرتے ہیں جیسے تم کرتے ہو، لیکن وہ ایسے لوگ ہیں کہ انھیں جب تنہائی میں اللہ کے حرام کردہ کاموں (یعنی گناہوں) کا موقع ملتا ہے تو ان کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔“ [ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب : ٤٢٤٥]

أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴾ [القارعة : ٦ تا ١١] ”تو لیکن وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے۔ تو وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا۔ اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے۔ تو اس کی ماں ہاویہ ہے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ کیا

ہے؟ ایک سخت گرم آگ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۲ تا ۱۰٤] ''پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا، اسے اس کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا اور کافر کو اس کی نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جائے گا، پھر جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں رہے گی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة ...... الخ : ۲۸۰۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن ایک موٹا تازہ بھاری بھرکم آدمی آئے گا، لیکن اللہ کے نزدیک اس کا وزن مچھر کے ایک پر کے برابر بھی نہیں ہو گا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو (بطور دلیل) اس آیت کی تلاوت کر لو: ﴿ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴾ ''سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ أولئك الذين كفروا...... الخ ﴾ : ٤٧٢٩۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار : ۲۷۸۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' کتنے قیام کرنے والے ہیں کہ جنھیں اپنے قیام سے سوائے بیداری کے اور کچھ نہیں ملتا (یعنی اجر و ثواب نہیں ملتا) اور کتنے ہی روزہ دار ہیں کہ جنھیں اپنے روزوں سے سوائے بھوک (و پیاس) کے اور کچھ نہیں ملتا۔'' [ابن حبان : ۳٤٨١۔ مسند أحمد : ۳۷۳/۲، ح : ۸۸۷۸۔ سنن دارمی : ۳۰۱/۱]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۝

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے فردوس کے باغ مہمانی ہوں گے۔ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، وہ اس سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔''

کافروں کا انجام بیان کیے جانے کے بعد، اب ان لوگوں کا حال و مآل بیان کیا جا رہا ہے جو اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ کتاب کی تصدیق کریں گے اور زندگی میں نیک اعمال کرتے رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی میزبانی کے لیے فردوس بریں کو تیار کر رکھا ہے، جہاں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں

گے اور کبھی اور کسی حال میں بھی وہاں سے نکلنا نہیں چاہیں گے۔ وہ جنت اتنی اعلیٰ اور خوب صورت ہوگی کہ وہاں کا رہنے والا جنتی اسے چھوڑ کر کبھی دوسری جگہ جانا نہیں چاہے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۹] ''لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱ تا ۱۱] ''یقیناً کامیاب ہو گئے مومن۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو لغو کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور وہی جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز (پابندی سے) ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کرے، خواہ اس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہو یا نہ کی ہو اور وہیں رہا ہو جہاں پیدا ہوا۔'' صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا: ''سنو! جنت میں اوپر تلے سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھے ہیں، ہر درجے کا دوسرے درجے سے اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ پھر جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو فردوس مانگو۔ وہ جنت کا مرکزی اور سب سے بلند درجہ ہے، اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور فردوس ہی سے جنت کی سب نہریں نکلتی ہیں۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب و كان عرشه على الماء : ۷۴۲۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کے دن شہید ہو گئے، وہ ابھی نو عمر تھے، ان کی والدہ محترمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں، کہنے لگیں، اے اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ حارثہ سے مجھ کو کتنی محبت تھی، اب اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور ثواب کی امید رکھوں گی، لیکن اگر وہ کسی اور حال میں ہے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں (یعنی اس کے لیے کتنا روتی ہوں)؟ آپ نے فرمایا: ''تم پر افسوس! کیا وہاں کوئی ایک جنت ہے؟

وہاں تو بہت سی جنتیں ہیں اور تمھارا بیٹا تو فردوس میں ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب فضل من شهد بدرًا : ۳۹۸۲]

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

’’کہہ دے اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی بن جائے تو یقیناً سمندر ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں، اگرچہ ہم اس کے برابر اور سیاہی لے آئیں۔‘‘

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ازلی ہے۔ وہ جب اور جس سے چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔ اس کے کلمات کی کوئی انتہا نہیں ہے، اگر اللہ کے علوم وحکم کے کلمات لکھے جائیں اور سمندر کا پانی بطور روشنائی استعمال کیا جائے، تو یہ کلمات الٰہی ختم نہ ہوں گے، مگر سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا۔ اگر اسی سمندر جیسا دوسرا بھی بطور روشنائی استعمال کیا جائے تو وہ بھی ختم ہو جائے گا اور اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے، بلکہ دوسری جگہ تو اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [لقمان : ۲۷] ’’اور اگر واقعی ایسا ہو کہ زمین میں جو بھی درخت ہیں قلمیں ہوں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، جس کے بعد سات سمندر اور ہوں تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، یقیناً اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

’’کہہ دے میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا، آپ ان مشرکین سے جو آپ کی رسالت کی تکذیب کرتے ہیں، کہہ دیجیے کہ میں تمھارے ہی جیسا ایک انسان ہوں، مجھ میں اور تم میں فرق صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر وحی نازل فرماتا ہے ورنہ مجھے غیب کا کوئی علم نہیں۔ میں تمھیں یہ بھی خبر دیتا ہوں کہ جس اللہ کی عبادت کی طرف میں تمھیں بلاتا ہوں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ سو جو کوئی ایمان رکھتا ہے کہ اسے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے، اسے شریعتِ محمدیہ کے مطابق عمل صالح کرنا چاہیے اور چاہیے کہ وہ کسی بھی حال میں اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک نہ کرے۔

یہ آیت دلیل ہے کہ اللہ کے نزدیک عمل مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ شریعت محمدیہ کے مطابق ہو اور دوسری یہ کہ اس سے مقصود صرف اللہ کی خوشنودی ہو، شہرت، نام و نمود، ریا کاری یا کوئی اور دنیاوی غرض مقصود نہ ہو۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۳] ''یہ تم جیسے ایک بشر کے سوا ہے کیا؟ تو کیا تم جادو کے پاس آتے ہو، حالانکہ تم دیکھ رہے ہو؟'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ۹۴] ''اور لوگوں کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اس بات نے کہ انھوں نے کہا، کیا اللہ نے ایک بشر کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے؟''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو (بھول کر) اس میں کچھ کمی بیشی کر دی۔ جب سلام پھیرا تو لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آ گیا ہے؟ آپ نے پوچھا: ''کیوں، کیا بات ہے؟'' لوگوں نے کہا، آپ نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنے دونوں پاؤں کو موڑا اور قبلہ کی طرف منہ کیا (اور سہو کے) دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیرا۔ بعدازاں ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: ''اگر نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آتا تو میں ضرور تمھیں بھی بتا دیتا، لیکن بات یہ ہے کہ میں بھی تمھاری طرح بشر ہوں، جیسے تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں، تو جب میں بھولوں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔'' [بخاري، كتاب الصلوة، باب التوجه نحو القبلة...... الخ : ۴۰۱]

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس وقت لوگ کھجور میں پیوند لگاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''یہ کیا کرتے ہو؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا، ہم تو ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم یہ کام نہ کرو تو شاید وہ بہتر ہو۔'' تو لوگوں نے پیوند لگانا چھوڑ دیا، مگر اس سے کھجور پھل کم لائی۔ صحابہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تو آپ نے فرمایا: ''میں بھی ایک بشر ہی ہوں، جب میں تمھیں دین کی کسی بات کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو اور جب میں کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو آخر میں بھی آدمی ہی ہوں۔'' [مسلم، كتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعًا ...... الخ : ۲۳۶۲]

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شریکوں سے کہیں زیادہ (ہمہ قسم) شرک سے بے نیاز ہوں۔ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے شرک (کے کام) کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' [مسلم، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء : ۲۹۸۵]

سیدنا جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جو شخص (کسی نیکی کے کام کے نتیجہ میں) شہرت کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی بد نیتی قیامت کے دن سب کو سنا دے گا، اسی طرح جو کوئی لوگوں کو دکھانے کے لیے کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کام) کو سب لوگوں کو دکھلا دے گا۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب الرياء و السمعة : ۶۴۹۹، ۷۱۵۲۔ مسلم، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء : ۲۹۸۷]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾ وَ اِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾

’’كٓهٰيٰعٓصٓ ۔ تیرے رب کی اپنے بندے زکریا پر رحمت کا ذکر ہے۔ جب اس نے اپنے رب کو چھپی آواز سے پکارا۔ کہا اے میرے رب! یقیناً میں ہوں کہ میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور سر بڑھاپے سے شعلے مارنے لگا اور اے میرے رب! میں تجھے پکارنے میں کبھی بے نصیب نہیں ہوا۔ اور بے شک میں اپنے پیچھے قرابتداروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی شروع سے بانجھ ہے، سو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا کر۔ جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب! اسے پسند کیا ہوا بنا۔‘‘

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سیدنا زکریا علیہ السلام پر اپنے فضل و کرم کا ذکر کیا ہے جو بنی اسرائیل کے بہت ہی عظیم المرتبت نبی اور سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے والد تھے۔ انھوں نے رات کی تاریکی میں جب دنیا سو رہی تھی، اپنے رب سے سرگوشی کے انداز میں دعا کی اور کہا کہ اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں اور سر کے بال بالکل سفید ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تو نے میری دعا قبول نہ کی ہو، اے میرے مالک! میرے بعد میری قوم کی

باگ ڈور میرے جن رشتہ داروں کے ہاتھ میں جائے گی وہ اس لائق نہیں ہیں کہ ان پر بھروسا کیا جائے، ان میں سے کوئی ایسا نہیں جو دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھ سکے، مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ میرے دعوت الی اللہ کے مقصد کو نقصان پہنچائیں گے۔ میری بیوی تو بانجھ ہے، اس لیے تو محض اپنے فضل و کرم سے مجھے ایک لڑکا عطا فرما جو علم و نبوت اور دعوت و تبلیغ کے کاموں میں میرا اور خاندان یعقوب کے دیگر انبیاء کا وارث بنے اور اے میرے رب! تو اسے بلند اخلاق و کردار والا بنا۔

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔'' [مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل زكريا عليه السلام : ۲۳۷۹]

وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا : یعنی اے میرے اللہ! تو ہمیشہ میری دعا قبول فرماتا رہا ہے اور میں نے جب بھی تجھ سے مانگا تو نے مجھے کبھی محروم نہیں کیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان (کے مطابق اس) کے ساتھ ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے، سو جب بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوں۔ پس جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے کسی مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتا ہوں۔'' [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ ويحذركم الله نفسهٗ ﴾ ...... الخ : ۷۴۰۵۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب الحث على ذكر الله تعالى : ۲٦٧٥]

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا : ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴾ [آل عمران : ۳۸] ''کہا اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کو بہت سننے والا ہے۔''

يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ : سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارا (یعنی انبیاء کا) کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔'' [بخاری، كتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس : ۳۰۹۳۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم : لا نورث ما تركنا فهو صدقة : ۱۷۵۸، عن عائشة رضى الله عنها]

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، پس تو بھی اس سے محبت کر۔ تو جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں، پھر جبریل علیہ السلام آسمان والوں (فرشتوں) میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے سو تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر اس شخص کے لیے زمین میں بھی قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔'' [بخاری، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة : ۳۲۰۹۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب إذا أحب الله عبدًا ...... الخ : ۲٦۳۷]

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﹰاسۡمُهٗ يَحۡيٰى ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾

''اے زکریا! بے شک ہم تجھے ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں، جس کا نام یحییٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور کہا، اے زکریا! ہم آپ کو ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا اور یہ نام اس سے پہلے کسی کا نہیں تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَنَادَتۡهُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّىۡ فِى الۡمِحۡرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحۡيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوۡرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴾ [آل عمران : ۳۹] ''تو فرشتوں نے اسے آواز دی، جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ بے شک اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے، جو اللہ کے ایک کلمے (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے آپ پر بہت ضبط رکھنے والا اور نبی ہوگا نیک لوگوں میں سے۔''

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امۡرَاَتِىۡ عَاقِرًا وَّقَدۡ بَلَغۡتُ مِنَ الۡكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَّقَدۡ خَلَقۡتُكَ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ تَكُ شَيۡـئًا ﴿۹﴾

''کہا اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میری بیوی شروع سے بانجھ ہے اور میں تو بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ گیا ہوں۔ کہا ایسے ہی ہے، تیرے رب نے فرمایا ہے یہ میرے لیے آسان ہے اور یقیناً میں نے تجھے اس سے پہلے پیدا کیا جب کہ تو کچھ بھی نہ تھا۔''

زکریا علیہ السلام نے یہ خوش خبری پا کر، ظاہری حالات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر اظہار حیرت کیا اور کہا، میرے رب! میری بیوی کے ہاں لڑکا کیسے ہوگا، کیونکہ وہ تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کے اس مرحلے میں داخل ہو چکا ہوں جس کے بعد کوئی تدبیر اور کوئی علاج مفید نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جیسا آپ نے چاہا ویسا ہی ہوگا۔ پھر ان کی حیرت و استعجاب دور کرنے کے لیے مزید کہا، آپ کا رب کہتا ہے کہ ایسا کرنا یعنی بہت ہی بوڑھے باپ اور ہمیشہ سے بانجھ ماں سے بچہ پیدا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے اور میری قدرت مطلقہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس میں حیرت کی آپ کے لیے کوئی بات بھی نہیں ہونی چاہیے۔ میں تو آپ کو اس سے پہلے ایک حقیر نطفہ کے ذریعے سے عدم سے وجود میں لا چکا ہوں۔

وَقَدۡ خَلَقۡتُكَ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ تَكُ شَيۡـئًا : ارشاد فرمایا: ﴿ هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ حِيۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ يَكُنۡ شَيۡـئًا مَّذۡكُوۡرًا ﴾ [الدھر : ۱] ''کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا جس کا (کہیں) ذکر ہوا ہو؟''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا فرمایا، جسے اس نے تمام زمین سے جمع کیا، چنانچہ آدم علیہ السلام کی اولاد اس مٹی کے لحاظ سے مختلف ہوئی ہے، کئی ان میں سے سرخ ہیں اور کئی سفید، کئی سیاہ اور کئی درمیانے رنگ کے اور ان میں سے بعض نرم مزاج ہیں تو بعض سخت مزاج۔''
[أبو داوٗد، کتاب السنة، باب فی القدر : ٤٦٩٣۔ ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ البقرۃ : ٢٩٥٥]

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾

''کہا اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دے۔ فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تندرست ہوتے ہوئے لوگوں سے تین راتیں بات نہیں کرے گا۔''

زکریا علیہ السلام نے کہا، میرے رب! مجھے کوئی نشانی بتا دے، تاکہ میرے دل کو مزید اطمینان حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ کے لیے نشانی یہ ہوگی کہ زبان وجسم کے بالکل صحیح وسالم ہونے کے باوجود تین دن اور تین رات کسی سے بات نہ کر سکیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴾ [آل عمران : ٤١] ''تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن لوگوں سے بات نہیں کرے گا مگر کچھ اشارے سے اور اپنے رب کو بہت زیادہ یاد کر اور شام اور صبح تسبیح کر۔''

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴿۱۱﴾

''تو وہ عبادت خانے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آیا، پس انھیں اشارے سے کہا کہ پہلے اور پچھلے پہر تسبیح کرو۔''

یعنی جب زکریا علیہ السلام کی آواز بند ہوگئی تو محراب سے نکل کر فوراً اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے اشارہ کی زبان میں کہا کہ تم لوگ صبح وشام اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہو جاؤ۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ٘ وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ؕ وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴾ [الأنبیاء : ٩٠] ''تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا کیا اور اس کی بیوی کو اس کے لیے درست کر دیا، بے شک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور وہ ہمارے ہی لیے عاجزی کرنے والے تھے۔''

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ۙ وَّ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً ؕ وَ كَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ۙ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَ لَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوْتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ع

''اے یحییٰ! کتاب کو قوت سے پکڑ اور ہم نے اسے بچپن ہی میں فیصلہ کرنا عطا فرمایا۔ اور اپنی طرف سے شفقت اور

پاکیزگی (عطا کی) اور وہ بہت بچنے والا تھا۔ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا تھا اور وہ سرکش، نافرمان نہ تھا۔ اور سلام اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن فوت ہوگا اور جس دن زندہ ہو کر اٹھایا جائے گا۔‘‘

زکریا علیہ السلام کے گھر وہ لڑکا پیدا ہو گیا۔ اس کا نام خود اللہ تعالیٰ نے یحییٰ رکھا اور جب اس نے ہوش سنبھالا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا، اے یحییٰ! تورات کا علم اچھی طرح حاصل کرو۔ اس لیے کہ بنی اسرائیل کے لوگ تورات ہی پڑھتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد تمام انبیائے بنی اسرائیل اور علماء و احبار لوگوں کے درمیان اسی کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ اس لیے ضروری تھا کہ وہ تورات کو اچھی طرح پڑھتے اور اس میں موجود احکام و شرائع کا فہم حاصل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں علم و حکمت، فہم تورات اور اعمال صالحہ کی توفیق دے دی تھی۔ ان کے اندر اپنے والدین، رشتہ داروں، غیروں اور اللہ کی تمام مخلوق کے لیے رحمت و شفقت کا بے پایاں جذبہ پایا جاتا تھا۔

﴿وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا﴾ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اللہ کی رحمت و شفقت ہمیشہ ان کے شامل حال تھی۔ وہ گناہوں سے یکسر پاک اور ایسے نیک تھے کہ گناہ کا کبھی سوچا ہی نہیں اور اپنے ماں باپ کے ایسے مطیع و فرماں بردار تھے کہ کبھی ان کے سامنے کسی بات پر نہیں اکڑے اور نہ ان کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تمام آفات و بلیات سے امن و سلامتی کی خبر دے دی اور ان کے لیے سلام و تحیہ بھیج دیا، جس دن وہ پیدا ہوئے اس دن شیطان کے چوکا لگانے سے امان میں رہے، جب وفات پائی تو قبر کے فتنوں سے محفوظ رہے اور جب دوبارہ اٹھائے جائیں گے تو انھیں کوئی گھبراہٹ لاحق نہیں ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا یحییٰ علیہ السلام پر انعام خاص اور انتہائے عنایت تھی کہ ان تینوں حالات میں انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن و امان حاصل رہا کہ جب آدمی شدید خوف و وحشت محسوس کرتا ہے اور ضرورت محسوس کرتا ہے کہ کوئی اس کے ساتھ ہو۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا : سیدنا حارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو پانچ باتوں کے بارے میں حکم دیا تھا کہ وہ خود بھی اس پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دیں۔ قریب تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو نصیحت کرنے میں دیر کر دیتے، چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ آپ بنی اسرائیل کو بھی ان باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیں، تو اب یا تو آپ بنی اسرائیل کو ان باتوں کا حکم دیں، ورنہ میں ان کو حکم دوں گا۔ یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا، اگر تم نے مجھ پر سبقت کی تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں دھنسا نہ دیا جاؤں اور مجھ پر عذاب نہ نازل ہو جائے۔ الغرض یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کیا۔ جب پوری مسجد بھر گئی تو باقی لوگ اونچے مقامات پر بیٹھ گئے، تب یحییٰ علیہ السلام (نے وعظ شروع کیا، انھوں) نے کہا، اللہ عزوجل نے مجھے پانچ باتوں کے متعلق حکم دیا ہے کہ میں خود بھی

ان پر عمل کروں اور تمھیں حکم دوں کہ تم بھی ان پر عمل کرو۔ ان میں پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو، کیونکہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو اپنے خالص مال یعنی سونے یا چاندی سے کوئی غلام خریدے، پھر اس سے کہے کہ یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام ہے، لہٰذا میرے لیے کام کرتے رہو اور اس کا معاوضہ مجھے ادا کرتے رہو تو وہ عمل کرے اور اپنے آقا کے علاوہ دوسرے کو اس کا معاوضہ ادا کرے تو تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا ایسا غلام ہو؟ اور بے شک اللہ عزوجل نے تمھیں نماز کا حکم دیا ہے، لہٰذا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ تو ادھر ادھر نہ دیکھو، اس لیے کہ اللہ اپنا چہرہ اپنے بندے کے چہرے کی طرف متوجہ رکھتا ہے جب تک وہ بندہ نماز پڑھتا ہے اور ادھر ادھر نہیں دیکھتا اور اللہ تمھیں روزوں کا حکم دیتا ہے، تو روزہ دار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی جماعت میں ہو اور اس کے پاس ایک تھیلی ہو، جس میں مشک ہو تو سب کے سب اسے پسند کرتے ہوں، یا ان کو اس کی خوشبو پسند آتی ہو اور روزہ دار (کے منہ) کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے اور اللہ تمھیں صدقے کا حکم دیتا ہے، تو صدقہ دینے والے کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کو دشمن نے قید کر کے اس کا ہاتھ گردن سے باندھ دیا ہو، پھر اس کو اس کی گردن مارنے کے لیے آگے کیا ہو، تو اس وقت وہ کہے کہ میں قلیل یا کثیر مال سے اپنے نفس کا فدیہ دیتا ہوں، پھر وہ اپنے نفس کا فدیہ دے (اور بچ جائے) اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ اس کا ذکر کیا کرو، ذکر کرنے والے شخص کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پیچھے دشمن دوڑتا ہوا نکلے تو وہ (جلدی سے) ایک قلعہ کے پاس پہنچے اور اپنی جان بچا لے۔ بندہ اپنے نفس کو (کسی بھی ذریعے سے) شیطان سے نہیں بچا سکتا، سوائے اللہ کے ذکر کے ذریعے سے۔'' [ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی مثل الصلاۃ والصیام والصدقۃ : ۲۸۶۳۔ ابن حبان : ۶۲۳۳۔ مسند أحمد : ۱۳۰/۴، ح : ۱۷۱۷۵]

وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا : یعنی وہ اپنے والدین کے اطاعت گزار اور فرماں بردار تھے اور قول و فعل اور امر و نہی میں ان کی نافرمانی نہیں کرتے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خاک آلود ہو اس کی ناک، پھر خاک آلود ہو اس کی ناک، پھر خاک آلود ہو اس کی ناک۔'' کہا گیا کہ یا رسول اللہ! کس کی؟ فرمایا: ''جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں نہ جائے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب رغم من أدرک أبویہ ...... الخ : ۲۵۵۱]

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِأَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾

’’اور کتاب میں مریم کا ذکر کر، جب وہ اپنے گھر والوں سے ایک جگہ میں الگ ہوئی جو مشرق کی جانب تھی۔ پھر اس نے ان کی طرف سے ایک پردہ بنالیا تو ہم نے اس کی طرف اپنا خاص فرشتہ بھیجا تو اس نے اس کے لیے ایک پورے انسان کی شکل اختیار کی۔ اس نے کہا بے شک میں تجھ سے رحمان کی پناہ چاہتی ہوں، اگر تو کوئی ڈر رکھنے والا ہے۔ اس نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔‘‘

سیدنا یحییٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں ایک گونہ مشابہت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو نہایت بوڑھے باپ اور بالکل بانجھ ماں سے پیدا کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا، اس طرح دونوں کی پیدائش میں اللہ کی قدرت کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ آپ اس قرآن میں مریم کا واقعہ پڑھیے اور لوگوں کو سنائیے۔ مریم بنت عمران علیہا السلام، داؤد علیہ السلام کی نسل سے بنی اسرائیل کے ایک دین دار اور شریف گھرانے کی لڑکی تھیں۔ اپنی پیدائش کے بعد انھوں نے اپنے خالو زکریا علیہ السلام کے گھر میں پرورش پائی۔ ہوش سنبھالنے کے بعد آپ بڑی زاہدہ، عابدہ اور شبِ زندہ دار بن گئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے بطن سے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا، تو وہ مسجد اقصیٰ سے ذرا ہٹ کر مشرق کی جانب چلی گئیں۔ وہاں جبریل علیہ السلام اللہ کے حکم سے ان کے سامنے ایک مکمل آدمی کی شکل میں آئے۔ جب مریم علیہا السلام نے دیکھا کہ ایک آدمی ان کے پردے کا لحاظ کیے بغیر ان کے سامنے آ گیا ہے، تو ان کے ذہن میں شبہ ہوا کہ کہیں یہ آدمی کسی بری نیت سے تو نہیں آیا؟ اسی لیے اپنی انتہائی عفت و پاک دامنی کے زیر اثر کہنے لگیں کہ اے آدمی! اگر تجھے اللہ کا خوف ہے تو میں بے حد رحم کرنے والے اللہ کے ذریعے سے تجھ سے پناہ مانگتی ہوں، تو میرے قریب نہ آ۔ جبریل علیہ السلام نے فوراً ان کے دل سے خوف دور کرنے اور حقیقت حال بیان کرنے کے لیے کہا، میں تمھارے اسی رب کا پیغامبر ہوں جس کے ذریعے سے تم نے پناہ مانگی ہے، مجھے اسی نے تمھارے پاس بھیجا ہے، تاکہ پھونک مار کر اللہ کی جانب سے بطور عطیہ ایک لڑکا دیے جانے کا سبب بنوں جو گناہوں سے پاک ہوگا۔

قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا : یعنی انھوں نے اللہ کا خوف دلاتے ہوئے کہا کہ اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو تو میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جون کی بیٹی (نکاح کے بعد) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئی اور آپ اس کے قریب گئے تو وہ کہنے لگی، میں تجھ سے اللہ کی امان چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ’’تو نے بہت بڑی ذات کی امان مانگی، تو جا اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا۔‘‘ [بخاري، كتاب الطلاق، باب من طلق و هل يواجه الرجل امرأته بالطلاق : ٥٢٥٤]

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

’’اس نے کہا میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا، جب کہ مجھے نہ کسی بشر نے چھوا ہے اور نہ میں کبھی بدکار تھی۔ اس نے کہا ایسے ہی ہے، تیرے رب نے کہا ہے یہ میرے لیے آسان ہے اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی اور اپنی طرف سے ایک رحمت بنائیں اور یہ شروع سے ایک طے کیا ہوا کام ہے۔‘‘

مریم علیہا السلام کو اس خبر سے بہت زیادہ تعجب ہوا، کہنے لگیں کہ مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ نہ میرا کوئی شوہر ہے اور نہ میں کوئی بدکار عورت ہوں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا، ہاں، ایسا ہی ہوگا، اگرچہ تمھارا کوئی شوہر نہیں اور تم کوئی بدکار عورت نہیں، لیکن اس کے باوجود ایسا ہی ہوگا، اس لیے کہ تمھارا رب ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ کہتا ہے ایسا کرنا میرے لیے بہت ہی آسان ہے۔ اس نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور حوا کو صرف مرد سے پیدا کیا، جبکہ باقی ذریت آدم کو ماں باپ کے ذریعے سے پیدا کیا، سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے جنھیں اللہ نے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اس طرح تخلیق انسانی کے چاروں طریقے اختیار کر کے اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنی عظیم قدرت اور بے مثال عظمت کی قطعی دلیل پیش کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے لیے رحمت بنایا، کیونکہ ہر نبی اپنی قوم کے لیے رحمت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کو توحید الٰہی اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی تعلیم دینے لگے۔ آخر میں جبریل علیہ السلام نے مریم علیہا السلام سے کہا کہ ایسا ہونا اللہ کے علم میں مقدر ہو چکا ہے، ایسا ہو کر رہے گا۔

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا : ’’بَغِيًّا‘‘ کے معنی زانیہ کے ہیں، زانیہ سے متعلق سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی کمائی اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔[بخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب : ۲۲۳۷۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم ثمن الکلب ...... الخ : ۱۵٦۷]

وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا : یعنی یہ ایک ایسا کام ہے جس کا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت ومشیت کے مطابق فیصلہ فرما چکا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کو بنانے سے پچاس ہزار برس پہلے لکھ دیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔‘‘[مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللہ علیہما وسلم : ۲٦۵۳]

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾

’’پس وہ اس (لڑکے) کے ساتھ حاملہ ہوگئی تو اسے لے کر ایک دور جگہ میں الگ چلی گئی۔ پھر دردِ زہ اسے کھجور کے تنے کی طرف لے آیا، کہنے لگی اے کاش! میں اس سے پہلے مر جاتی اور بھولی بھلائی ہوتی۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی قدرت ومشیت کے اس فیصلے کے بارے میں جبریل علیہ السلام نے جب مریم علیہا السلام سے مندرجہ بالا گفتگو کی تو

انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سامنے سرِتسلیم خم کر دیا۔ اس کے بعد وہ لوگوں کی باتوں کے ڈر سے اپنی قوم سے دور پہاڑ کے پیچھے یا وادی میں چلی گئیں۔ اس جگہ کا نام بیت اللحم بتایا جاتا ہے جو بیت المقدس سے آٹھ میل دور تھی، اس جگہ وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئیں، تاکہ ان کے طعنوں سے بچی رہیں۔ بالآخر ولادت کا وقت قریب آ گیا اور درد کی شدت بڑھ گئی تو ایک کھجور کے درخت کے پاس چلی گئیں اور جب انھیں لوگوں کے عار دلانے کا خیال آیا تو بشری تقاضے کے مطابق کہنے لگیں، کاش! مجھے اس سے پہلے موت آ گئی ہوتی، کاش! میں ایک بھولی بسری کہانی بن گئی ہوتی۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ فتنے کے وقت موت کی تمنا کرنا جائز ہے، کیونکہ سیدہ مریم علیہا السلام کو پتا تھا کہ اس بچے کی وجہ سے انھیں ابتلا و آزمائش سے گزرنا پڑے گا، لوگ ان کی بات کو صحیح تسلیم نہیں کریں گے اور ان کی خبر کو سچا نہیں مانیں گے، کیونکہ بنی اسرائیل میں پہلے ان کی شہرت ایک عابدہ و زاہدہ خاتون کی تھی، مگر اب وہ انھیں ایک بدکار و بدکردار عورت قرار دیں گے۔ موت کی تمنا سے متعلق احادیث رسول پیش خدمت ہیں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی شخص مصیبت نازل ہونے پر موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔ اگر وہ لازمی یہ دعا کرنے والا ہے تو اسے یوں کہنا چاہیے، اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ، جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے اس وقت فوت کر جب وفات میرے لیے بہتر ہو۔“ [بخاری، کتاب المرض، باب تمنی المریض الموت : ٥٦٧١]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے، اگر وہ نیکی کرنے والا ہے تو شاید مزید نیکیاں کرے اور اگر گناہ گار ہے تو شاید (آئندہ زندگی میں) باز آ جائے۔“ [بخاری، کتاب المرض، باب تمنی المریض الموت : ٥٦٧٣]

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَ هُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾

”تو اس نے اسے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کر، بے شک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ندی (جاری) کر دی ہے۔ اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، وہ تجھ پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گی۔ پس کھا اور پی اور ٹھنڈی آنکھ سے رہ، پھر اگر تو آدمیوں میں سے کسی کو دیکھے تو کہہ میں نے تو رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے، سو آج میں ہرگز کسی انسان سے بات نہ کروں گی۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے تیرے قدموں میں بطور معجزہ نہر جاری کر دی ہے، کھجور کی شاخ کو پکڑ کر ہلاؤ، اس سے تمھارے

لیے تازہ کھجوریں گریں گی۔ کھجور کھاؤ، نہر کا تازہ پانی پیو اور پیارے بچے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو اور غم نہ کرو۔ جب تم کسی آدمی کو دیکھو جو تم سے بچے کے بارے میں سوال کرے تو اشارے کی زبان میں کہہ دو کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے خاموش رہنے کی نذر مانی ہے، آج میں کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾

”پھر وہ اسے اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لے آئی، انھوں نے کہا اے مریم! یقیناً تو نے تو بہت برا کام کیا ہے۔ اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں کوئی بدکار تھی۔“

جب مریم علیہا السلام فارغ ہو گئیں اور اللہ کے انعامات و کرامات کو دیکھ کر ایک گونہ اطمینان حاصل ہوا تو اپنے بچے عیسیٰ (علیہ السلام) کو گود میں اٹھائے اپنی قوم کے پاس آئیں۔ لوگوں نے ان کی گود میں بچہ دیکھ کر غم و حیرت سے ملے جلے جذبے کا اظہار کیا، کیونکہ مریم بہت ہی بڑے دینی خاندان کی بیٹی تھیں۔ لوگوں نے ان پر نکیر کرتے ہوئے کہا، اے مریم! تو نے بہت برا کیا ہے کہ ناجائز بچہ اٹھائے چلی آ رہی ہو۔ مزید ڈانٹ پھٹکار کرتے ہوئے کہا، اے ہارون کی بہن! تیرا باپ تو کوئی بدکار آدمی نہیں تھا اور نہ تیری ماں ہی زانیہ تھی۔ ہارون نام کا ان کا ایک بھائی تھا جو نیکی اور صلاح میں مشہور تھا، جیسا کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نجران آیا تو وہاں کے لوگوں (یعنی نصاریٰ) نے مجھ سے سوال کیا کہ تم یہ پڑھتے ہو: ﴿ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ ﴾ (مطلب یہ کہ یہاں مریم علیہا السلام کو ہارون علیہ السلام کی بہن کہا گیا ہے، حالانکہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے) اور موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام سے اتنی مدت پہلے تھے تو پھر مریم علیہا السلام، ہارون علیہ السلام کی بہن کیسے ہو سکتی ہے؟ چنانچہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو میں نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا، جس پر آپ نے فرمایا: ”(یہ وہ ہارون نہیں ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے، بلکہ) بنی اسرائیل کی عادت تھی کہ وہ پیغمبروں اور اگلے نیک لوگوں کے نام پر نام رکھتے تھے۔“ [مسلم، کتاب الأدب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم ...... الخ : ٢١٣٥]

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۫ وَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾

”تو اس نے اس کی طرف اشارہ کر دیا، انھوں نے کہا ہم اس سے کیسے بات کریں جو ابھی تک گود میں بچہ ہے۔ اس نے

کہا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور مجھے بابرکت بنایا جہاں بھی میں ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی، جب تک میں زندہ رہوں۔ اور اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے سرکش، بد بخت نہیں بنایا۔ اور خاص سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن فوت ہوں گا اور جس دن زندہ ہو کر اٹھایا جاؤں گا۔"

مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کر کے لوگوں سے کہا کہ اسی سے پوچھ لو، تو لوگوں نے کہا کہ ہم گود میں موجود بچے سے کیسے بات کریں؟ عیسیٰ علیہ السلام ان کی بات سن کر بول پڑے اور کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے ازل میں فیصلہ کیا ہے کہ وہ مجھے انجیل دے گا اور نبی بنائے گا۔ جہاں بھی میں رہوں، اس نے مجھے صاحب خیر و برکت اور صاحب دعوت بنایا ہے، میں اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچاتا رہوں گا۔ اس نے مجھے وصیت کی ہے کہ تا دمِ حیات نماز پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور اپنی ماں کا مطیع و فرماں بردار رہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی کہا کہ اللہ نے مجھے تکبر کرنے والا اور گناہ گار نہیں بنایا اور اللہ کی طرف سے امن و سلامتی میرے شامل حال رہی ہے، اس دن جب میں پیدا ہوا اور اس دن بھی رہے گی جب میری موت آئے گی اور جب میں دوبارہ زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر بچے کو پیدائش کے وقت شیطان چھوتا ہے اور وہ شیطان کے چھونے کی وجہ سے چیخنے لگتا ہے، سوائے مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کے۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و إنی أعیذها بك ...... الخ ﴾ : ٤٥٤٨۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل عیسی علیه السلام : ٢٣٦٦]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر اللہ تعالیٰ سیدنا (عیسیٰ) مسیح ابن مریم (علیہما السلام) کو بھیج دیں گے اور وہ دمشق (شام) کے مشرقی حصے میں سفید مینار کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے ...... پھر ابن مریم علیہما السلام دجال کا پیچھا کریں گے اور "لد" کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے (لد شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے) اور اسے قتل کر ڈالیں گے۔" [مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال : ٢٩٣٧]

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝۳۴

"یہ ہے عیسیٰ ابن مریم۔ حق کی بات، جس میں یہ شک کرتے ہیں۔"

یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اب تک جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان ہوا اور جو انھوں نے خود اپنی زبان سے اپنے بارے میں کہا، یہی کچھ ان کی حقیقت ہے۔ یہی وہ قول حق ہے جس میں لوگ اختلاف کرتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام وہ نہیں جو ان

کے بارے میں یہود کہتے ہیں کہ وہ جادوگر تھے اور یوسف نجار کے بیٹے تھے اور نہ وہ ہیں جو ان کے بارے میں نصاریٰ کی ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ اللہ تھے اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ وہ اللہ کے بیٹے تھے، جبکہ تیسری جماعت کہتی ہے کہ وہ تین معبودوں میں سے ایک تھے۔ ان میں سے جن لوگوں نے کہا کہ وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا کلمہ تھے، وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ آخر میں فرمایا کہ یہی حق بات ہے جس میں لوگ خواہ مخواہ شک کرتے ہیں، جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، اس کے پیغمبر اور اس کا کلمہ ہیں، جنھیں مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا گیا تھا اور اس کی طرف سے روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے، تو اس کے خواہ کیسے ہی اعمال ہوں اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں پہنچائے گا۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قوله تعالٰى : ﴿ يأهل الكتب لا تغلوا في دينكم ﴾ ...... الخ : ۳۴۳۵۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة : ۲۸]

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ۝۳۵

”کبھی اللہ کے لائق نہ تھا کہ وہ کوئی بھی اولاد بنائے، وہ پاک ہے، جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے صرف یہ کہتا ہے کہ ”ہو جا“ تو وہ ہو جاتا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بات کسی طرح بھی درست نہیں کہ وہ اپنے لیے کوئی لڑکا بنائے، وہ جاہلوں اور نادانوں کی اس بات سے بالکل پاک ہے، وہ تو جب کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔ جس ذات باری تعالیٰ کی یہ صفت ہے، اس کے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۵۹، ۶۰] ”بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔ یہ حق تیرے رب کی طرف سے ہے، سو تو شک کرنے والوں سے نہ ہو۔“

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۳۶

”اور بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، سو اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔“

یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا نتیجہ ہے کہ بے شک اللہ ہی میرا اور تمھارا رب ہے، اس لیے اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔ جو اس پر چلے گا رشد و ہدایت پائے گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا گمراہ ہو جائے گا، جیسا کہ دوسری جگہ عیسیٰ علیہ السلام نے

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۵۰، ۵۱] ''اور اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات سے ہے اور تا کہ میں تمھارے لیے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کی گئی تھیں اور میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں، سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔'' اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [یٰس : ۶۱] ''اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کی راہ ہے۔'' پھر آپ نے اس کی دائیں جانب اور اس کی بائیں جانب کئی خطوط کھینچے، پھر فرمایا: ''یہ جدا جدا راہیں ہیں، ان میں سے ہر راہ پر شیطان بلا رہا ہے۔'' پھر آپ نے پڑھا: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ [الأنعام: ۱۵۳] ''اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔'' [مسند أحمد : ۴۳۵/۱، ح : ۴۱۴۱۔ مستدرك حاکم : ۳۱۸/۲، ح : ۳۲۴۱]

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝

''پھر ان گروہوں نے اپنے درمیان اختلاف کیا تو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، ایک بڑے دن کی حاضری کی وجہ سے بڑی ہلاکت ہے۔''

اہل کتاب نے عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کے بارے میں سب کچھ واضح ہو جانے کے باوجود اختلاف کیا، یہود نے انھیں جادوگر اور ان کی ماں کو زانیہ کہا اور نصاریٰ ان کے بارے میں بہت سے طبقوں میں بٹ گئے۔ ان کا فرانہ عقائد کی وجہ سے سبھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کافر ہو گئے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی اور کہا کہ قیامت کے دن جب وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ہلاکت و بربادی ان کا مقدر بن جائے گی اور جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ : ''مَشْهَدٍ'' حاضر ہونے کی جگہ یا اجتماع گاہ کو کہتے ہیں، قیامت کے دن سب لوگ میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مریم : ۹۳ تا ۹۵] ''آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر

رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۳] "بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، یہ وہ دن ہے جس کے لیے (سب) لوگ جمع کیے جانے والے ہیں اور یہ وہ دن ہے جس میں حاضری ہوگی۔"

" يَوْمٍ عَظِيْمٍ " سے مراد قیامت کا دن ہے، جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بھی سونے اور چاندی کا مالک ہے، اگر وہ ان کی زکوٰۃ نہیں دیتا تو جب قیامت کا دن ہوگا تو (اس چاندی اور سونے کے) تختے بنائے جائیں گے، جو جہنم کی آگ میں گرم کیے جائیں گے اور پھر اس کے پہلو، اس کی پیشانی اور اس کی پیٹھ پر اس سے داغا جائے گا، جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو انھیں دوبارہ گرم کیا جائے گا اور یہ اس دن ہوگا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔" [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إثم مانع الزکوۃ : ۹۸۷]

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾

"کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے، لیکن ظالم لوگ آج کھلی گمراہی میں ہیں۔"

قیامت کے دن کافروں کا جو حال ہوگا، اسی کی اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ جب وہ لوگ جزا و سزا کے لیے میدان محشر میں آئیں گے تو ان کی قوت سماعت اور قوت بصارت حیرت انگیز حد تک تیز ہوگی، جبکہ دنیا میں ان کا حال یہ تھا کہ نہ وہ حق بات سنتے تھے اور نہ حق کی راہ انھیں نظر آتی تھی، اس لیے کہ انھوں نے حق سمجھنے کے لیے کبھی اللہ کی آیات اور نشانیوں میں غور و فکر کی کوشش نہیں کی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴾ [السجدۃ : ۱۲] "اور کاش! تو دیکھے جب مجرم لوگ اپنے رب کے پاس اپنے سر جھکائے ہوں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، پس ہمیں واپس بھیج، ہم نیک عمل کریں گے، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴾ [قٓ : ۲۰ تا ۲۲] "اور صور میں پھونکا جائے گا، یہی عذاب کے وعدے کا دن ہے۔ اور ہر شخص آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً تو اس سے بڑی غفلت میں تھا، سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ دور کر دیا، تو تیری نگاہ آج بہت تیز ہے۔"

﴿ وَ اَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِيَ الۡاَمۡرُ ۘ وَ هُمۡ فِيۡ غَفۡلَةٍ وَّ هُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴾ ﴿۳۹﴾

''اور انھیں پچھتاوے کے دن سے ڈرا جب (ہر) کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ سراسر غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔''

نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے کہ آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جس دن سب لوگ حسرت کر رہے ہوں گے، گناہ گار اپنے گناہوں کو یاد کر کے اور نیک آدمی یہ سوچ کر کہ اس نے نیک کام مزید کیوں نہ کیے؟ اس دن تمام امور کا فیصلہ ہو جائے گا، حساب ہو چکے گا اور نامہ ہائے اعمال لپیٹ کر رکھ دیے جائیں گے، اہل جنت جنت میں اور اہل جہنم جہنم میں بھیج دیے جائیں گے۔ لیکن آج حال یہ ہے کہ لوگوں پر شدید غفلت طاری ہے، اکثر تو آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔

''یَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ'' یعنی قیامت کا دن حسرت کا دن ہوگا، اس دن کافروں کو حسرت ہوگی کہ کاش! ہم مسلمان ہوتے اور آج اللہ کے عذاب سے بچ جاتے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنِيۡبُوۡۤا اِلٰى رَبِّكُمۡ وَ اَسۡلِمُوۡا لَهٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ ﴿۵۴﴾ وَ اتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ بَغۡتَةً وَّ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۵﴾ اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ يّٰحَسۡرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطۡتُّ فِيۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ وَ اِنۡ كُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِيۡنَ ﴿۵۶﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ لَوۡ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيۡ لَكُنۡتُ مِنَ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۵۷﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ حِيۡنَ تَرَى الۡعَذَابَ لَوۡ اَنَّ لِيۡ كَرَّةً فَاَكُوۡنَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴾ [الزمر : ٥٤ تا ٥٨] ''اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے، پھر تمھاری مدد نہیں کی جائے گی۔ اور اس سب سے اچھی بات کی پیروی کرو جو تمھارے رب کی جانب سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم سوچتے بھی نہ ہو۔ (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس! اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی اور بے شک میں تو مذاق کرنے والوں سے تھا۔ یا کہے کہ اگر واقعی اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور پرہیز گاروں میں سے ہوتا۔ یا کہے جب وہ عذاب دیکھے کاش! واقعی میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّهٗ لَتَذۡكِرَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنَّا لَنَعۡلَمُ اَنَّ مِنۡكُمۡ مُّكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۹﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَسۡرَةٌ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴾ [الحاقة : ٤٨ تا ٥٠] ''اور بے شک یہ (قرآن) ڈرنے والوں کے لیے یقیناً ایک نصیحت ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں۔ اور بے شک وہ یقیناً کافروں کے لیے حسرت (کا باعث) ہے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں چلے جانے کے بعد موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اسے جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، پھر کہا جائے گا، اے اہل جنت! کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ گردنیں اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور

کہیں گے کہ ہاں! یہ موت ہے۔ پھر کہا جائے گا، اے آگ والو! کیا تم اسے جانتے ہو؟ تو وہ بھی گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے اور کہیں گے، ہاں! یہ موت ہے، تو اب حکم ہوگا اور موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ ساتھ ہی منادی کی طرف سے یہ ندا کر دی جائے گی کہ اے اہل جنت! تمھارے لیے اب کبھی موت نہیں اور اے اہل جہنم! اب تمھارے لیے بھی کبھی موت نہیں۔" اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [مریم : ۳۹] "اور انھیں پچھتاوے کے دن سے ڈرا جب (ہر) کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ سراسر غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔" اور آپ نے فرمایا: "یہ اہل دنیا غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔" [مسند أحمد : ۹/۳، ح : ۱۱۰۷۲۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله عزوجل : ﴿ و أنذرهم يوم الحسرة ﴾ : ۴۷۳۰۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ۲۸۴۹]

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع

"بے شک ہم، ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور ان کے بھی جو اس پر ہیں اور وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔"

ایک دن ایسا آئے گا کہ زمین پر موجود تمام مخلوقات موت کے گھاٹ اتار دی جائیں گی، کوئی باقی نہیں رہے گا، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات رہ جائے گی۔ وہی زمین اور اپنی تمام مخلوقات کا تنہا وارث ہوگا اور پھر سب کے سب دوبارہ زندہ ہو کر اسی کے پاس آئیں گے اور اسی کے حضور کھڑے ہو کر اپنے اعمال کا حساب چکائیں گے اور اچھا یا برا بدلہ پائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴾ [القصص : ۵۸] "اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اترا گئی تھیں، تو یہ ہیں ان کے گھر جو ان کے بعد آباد نہیں کیے گئے مگر بہت کم اور ہم ہی ہمیشہ وارث بننے والے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴾ [الحجر : ۲۳ تا ۲۵] "اور بے شک ہم، یقیناً ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان لوگوں کو جان رکھا ہے جو تم میں سے بہت آگے جانے والے ہیں اور بلاشبہ ہم نے ان کو بھی جان رکھا ہے جو بہت پیچھے آنے والے ہیں۔ اور بے شک تیرا رب ہی انھیں اکٹھا کرے گا۔ یقیناً وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا

يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝ يٰۤاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَآءَنِىْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝

''اور اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کر، بے شک وہ بہت سچا تھا، نبی تھا۔ جب اس نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! تو اس چیز کی عبادت کیوں کرتا ہے جو نہ سنتی ہے اور نہ دیکھتی ہے اور نہ تیرے کسی کام آتی ہے؟ اے میرے باپ! بے شک میں، یقیناً میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا، اس لیے میرے پیچھے چل، میں تجھے سیدھے راستے پر لے جاؤں گا۔ اے میرے باپ! شیطان کی عبادت نہ کر، بے شک شیطان ہمیشہ سے رحمان کا نافرمان ہے۔''

یہاں سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے کافر باپ آزر کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کہتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں، ذرا انھیں آپ قرآن کریم میں درج ان کی دعوت تو سنا دیجیے جو انھوں نے اپنے باپ آزر کو پیش کی تھی، جو مکہ کے بت پرستوں کی طرح بت پرست تھا، جبکہ ابراہیم علیہ السلام بہت صدق وصفا والے اور اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو بت پرستی سے روکنے کے لیے نہایت ادب کے ساتھ کہا، اے میرے باپ! آپ ایسے بت کی کیوں پوجا کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کو کوئی نفع ونقصان پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے؟ یعنی عبادت تو بہت بڑی تعظیم ہے، یہ بے جان اصنام تو اس لائق بھی نہیں کہ کوئی صاحب عقل انسان انھیں کوئی حیثیت بھی دے، پھر آپ کیوں ان کی عبادت کرتے ہیں؟ انھوں نے دوبارہ نہایت نرمی اور ادب کے ساتھ اپنے باپ کو حق کی طرف بلایا اور کہا، ابا جان! میرے پاس کچھ ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے، اس لیے آپ ناراض نہ ہوں اور میری بات مان لیجیے، تاکہ میں آپ کو اس راہ پر لے چلوں جو اعتدال کی راہ ہے، نہ اس میں افراط ہے کہ جو عبادت کا مستحق نہیں ہے اس کی عبادت کی جائے اور نہ تفریط ہے کہ جو عبادت کا مستحق ہے اس کی عبادت چھوڑ دی جائے۔ یہی حال اخلاق و اعمال کے باب میں بھی ہے کہ یہ راہ ہر اچھے اخلاق و اعمال کی طرف لے جاتی ہے اور برے اخلاق و اعمال سے دور رکھتی ہے اور یہ بھی سکھاتی ہے کہ اگرچہ عرف عام میں بیٹا باپ کی پیروی کرتا ہے، لیکن حق یہ ہے کہ حق کی اتباع کی جائے اور جو محتاج ہدایت ہے وہ انسان کامل کی پیروی کرے۔

تیسری بار بھی انھوں نے اپنے باپ کو نرمی اور ادب کے ساتھ ہی مخاطب کیا، لیکن جس بت پرستی میں وہ مبتلا تھا اس کی قباحت انھوں نے کھول کر بیان کی اور اس سے روکنے کی کوشش کی۔ کہا، ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کیجیے، یعنی انسان بت کی پوجا شیطان کے حکم ہی سے کرتا ہے اور شیطان ہی اس کام کو اس کی نظر میں اچھا بنا کر پیش کرتا ہے، اس

لیے بت کی پوجا درحقیقت شیطان کی پوجا ہوتی ہے۔ اس نہی و انکار میں تاکید پیدا کرنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام نے مزید کہا کہ شیطان تو اللہ کا سرکش و نافرمان ہے۔

يَاأَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾

"اے میرے باپ! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تجھ پر رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آپڑے، پھر تو شیطان کا ساتھی بن جائے۔"

چوتھی بار بھی انھوں نے اپنے باپ کو حسن ادب کے ساتھ پکار کر بت پرستی کے برے انجام سے ڈرایا اور کہا کہ اگر اس نے ان کی بات نہ مانی تو ڈر ہے کہ اللہ کا کوئی عذاب اس پر نازل ہو جائے، اس لیے کہ جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اس کے دشمن کو اپنا دوست بنائے گا، اسے وہ اپنی رحمت سے دور کر دے گا، جیسا کہ شیطان کے ساتھ ہوا ہے۔ پھر وہ عذاب ولعنت میں شیطان کا ساتھی اور اس کا شریک ہو جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴾ [ص : ۸۵] "کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا، جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔" اور فرمایا: ﴿ تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [النحل : ٦٣] "اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے۔ سو وہی آج ان کا دوست ہے اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ ۖ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ ۖ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿٤٦﴾

"اس نے کہا کیا تو میرے معبودوں سے بے رغبتی کرنے والا ہے اے ابراہیم!؟ یقیناً اگر تو باز نہ آیا تو میں ضرور ہی تجھے سنگسار کر دوں گا اور مجھے چھوڑ جا، اس حال میں کہ تو صحیح سالم ہے۔"

آزر نے ان پیغمبرانہ نصیحتوں کا کوئی اثر قبول نہیں کیا اور سختی کے ساتھ توحید کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ پھر دھمکی دیتے ہوئے کہا، اے ابراہیم! کیا تمھیں میرے معبودوں سے نفرت ہے کہ تم ان کی عیب جوئی کر رہے ہو؟ یاد رکھو! اگر تم انھیں برا کہنے سے باز نہ آئے اور اپنی نصیحتیں بند نہ کیں تو میں تمھیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دوں گا۔ بہتر یہ ہے کہ تم مجھ سے دور ہو جاؤ، قبل اس کے کہ تمھارا صحیح سالم جسم میرے ہاتھوں بے کار نہ ہو جائے۔

قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۖ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴿٤٧﴾

"کہا تجھ پر سلام ہو، میں اپنے رب سے تیرے لیے ضرور بخشش کی دعا کروں گا، بے شک وہ ہمیشہ سے مجھ پر بہت

مہربان ہے۔“

ابراہیم علیہ السلام اپنے کافر باپ کا سخت جواب سن کر بھی حدِ ادب سے نہیں نکلے اور اس کے لیے سلامتی کی دعا کی، گویا یہ کہنا چاہا کہ اگرچہ آپ مجھے سنگسار کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں، لیکن میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، میں اپنے رب سے آپ کی مغفرت کی دعا کروں گا، وہ مجھ پر بہت ہی کرم فرما ہے، اس لیے مجھے مایوس نہیں کرے گا۔

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ : جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴾ [الفرقان : ٦٣] ”اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [القصص : ٥٥] ”اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔“

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا : سیدنا ابراہیم علیہ السلام ابتدا میں اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہے، جیسا کہ آپ کی درج ذیل دعا سے ثابت ہے: ﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴾ [إبراهيم : ٤١] ”اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور ایمان والوں کو، جس دن حساب قائم ہوگا۔“

ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسلمان بھی ابتدائے اسلام میں اپنے مشرک رشتہ داروں اور اہل و عیال کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی، ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ [الممتحنة : ٤] ”یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا (تمھارے لیے نمونہ نہیں) کہ بے شک میں تیرے لیے بخشش کی دعا ضرور کروں گا اور میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانے) کا مالک نہیں ہوں۔“ ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ کہا کہ میں آپ کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تو ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کو اپنے لیے نمونہ قرار نہ دو اور اس میں ان کی پیروی نہ کرو، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ خود ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسے ترک کر دیا تھا، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴾ [التوبة : ۱۱۳، ۱۱۴] ''اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہوگیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔ اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہوگیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہوگیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔''

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۝۴۸

''اور میں تم سے اور ان چیزوں سے جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کو پکارتا ہوں، امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں بے نصیب نہیں ہوں گا۔''

ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ کا یہ گھر بار اور شہر چھوڑ کر کہیں اور جا رہا ہوں اور اللہ کے سوا جن معبودوں کی آپ لوگ عبادت کرتے ہیں، میں ان سے اپنی دوری کا اعلان کرتا ہوں اور میں صرف اپنے رب کی عبادت کروں گا، مجھے امید ہے کہ میرا رب میری دعا ضائع نہیں کرے گا اور مجھے اہل و عیال عطا کرے گا جو تنہائی میں میرے لیے انس و سکون کا باعث بنیں گے۔

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ۭ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝۴۹ وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۝۵۰

''تو جب وہ ان سے اور ان چیزوں سے جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے، الگ ہوگیا تو ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا۔ اور ہم نے انھیں اپنی رحمت سے حصہ عطا کیا اور انھیں سچی ناموری عطا کی، بہت اونچی۔''

ابراہیم علیہ السلام جب اللہ کی خاطر اپنے خاندان، گھر بار اور شہر کو چھوڑ کر بیت المقدس چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اسحاق علیہ السلام جیسا بیٹا اور یعقوب علیہ السلام جیسا پوتا عطا کیا، دونوں ہی ان کی زندگی میں نبی ہوئے اور جنھیں پا کر ان کی تنہائی دور ہوئی اور آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی اور سب کو یعنی ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کو اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت کا وافر حصہ عطا کیا، نبوت دی، اولاد صالح دی، روزی دی اور بیت المقدس کی سرزمین کا وارث و

مالک بنایا اور اقوام عالم میں ان سب کو نیک نامی دی، چنانچہ تمام اصحاب ملل و ادیان ابراہیم اور اولاد ابراہیم کی تعریف کرتے ہیں اور ان کی جانب اپنی نسبت کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴾ [الصافات : ۱۰۸ تا ۱۱۳] ”اور پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی۔ کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں سے تھا۔ اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی، جو نبی ہوگا، صالح لوگوں سے (ہوگا)۔ اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت نازل کی اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا ہے اور کوئی اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔“

وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”سب سے بہتر اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام ہیں، جو اللہ کے نبی یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور وہ اللہ کے نبی اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور وہ اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ﴿ أم كنتم شهداء إذ حضر ...... الخ ﴾ : ۳۳۷۴۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل یوسف علیه السلام : ۲۳۷۸]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کریم ابن کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام تھے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و يتم نعمته عليك و على آل يعقوب ﴾ : ۴۶۸۸]

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ ۚ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ۝

”اور کتاب میں موسیٰ کا ذکر کر، یقیناً وہ خالص کیا ہوا تھا اور ایسا رسول جو نبی تھا۔“

ابراہیم علیہ السلام کے بعد اب موسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر ہو رہا ہے، جن کا مقام اللہ کی نگاہ میں بہت بلند تھا، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ قرآن کریم میں مذکور موسیٰ علیہ السلام سے متعلق آیات کی بھی لوگوں کے سامنے تلاوت کیجیے، اس لیے کہ ہم نے انھیں بھی اپنی پیغامبری کے لیے چن لیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي ﴾ [الأعراف : ۱۴۴] ”فرمایا اے موسیٰ ! بے شک میں نے تجھے اپنے پیغامات اور اپنے کلام کے ساتھ لوگوں پر چن لیا ہے۔“

وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ۝

”اور ہم نے اسے پہاڑ کی دائیں جانب سے آواز دی اور سرگوشی کرتے ہوئے اسے قریب کر لیا۔“

موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپسی پر طور کے پاس سے گزرے، وہاں انھیں آگ کی ضرورت پڑی، ایک جگہ آگ دکھائی پڑی، وہاں پہنچے ہی تھے کہ پہاڑ کی طرف ایک درخت تھا جس کے درمیان سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں اللہ ہوں۔ اللہ نے انھیں قریب کیا اور ان سے سرگوشی کی اور بغیر واسطۂ وحی کے اللہ ان کی بات سن رہا تھا اور وہ اللہ کی بات سن رہے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کو طور پر نبوت ملی تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ [القصص : ٤٤] ”اور اس وقت تو مغربی جانب میں نہیں تھا جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم کی وحی کی اور نہ تو حاضر ہونے والوں سے تھا۔“

وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾

”اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی بنا کر عطا کیا۔“

موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا احسان یہ کیا کہ ان کی دعا قبول کر کے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دیا، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿٢٩﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿٣١﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴾ [طٰہٰ : ۲۹ تا ۳۶] ”اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک بوجھ بٹانے والا بنا دے۔ ہارون کو، جو میرا بھائی ہے۔ اس کے ساتھ میری پشت مضبوط کر دے۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر دے۔ تاکہ ہم تیری بہت تسبیح کریں۔ اور تجھے بہت یاد کریں۔ بے شک تو ہمیشہ ہمارے حال کو خوب دیکھنے والا رہا ہے۔ فرمایا بے شک تجھے تیرا سوال عطا کر دیا گیا اے موسیٰ!“

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾

”اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کر، یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا اور ایسا رسول جو نبی تھا۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ آپ نے مریم، عیسیٰ، موسیٰ، اسحاق اور ابراہیم علیہم السلام سے متعلق قرآنی آیات کی تلاوت کر کے لوگوں کو بات سمجھائی ہے، اب اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام سے متعلق آیات کی بھی تلاوت کیجیے، اس لیے کہ وہ وعدے کے بہت ہی سچے انسان تھے۔ جب بھی کسی انسان سے کوئی وعدہ کرتے تو بہر حال اسے پورا کرتے اور سب سے بڑا اور خطرناک وعدہ اپنی جان کی قربانی سے متعلق اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام سے کیا اور کہا: ﴿ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [الصافات : ١٠٢] ”اگر اللہ نے چاہا تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔“ تو اس وعدے کو ایسی نیازمندی کے ساتھ پورا کیا کہ رہتی دنیا تک کے لیے سپردگی اور فدائیت کا اولین نمونہ بن گئے اور وہ موسیٰ علیہ السلام کی مانند رسول اور نبی تھے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ : وعدے کو سچ ثابت کر دکھانا صفات حمیدہ میں سے ہے، جبکہ وعدے کی خلاف ورزی مذموم صفات میں سے ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الصف : ۲، ۳] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۳]

جب یہ منافقوں کی صفات ہیں تو ان سے متضاد صفات مومنوں کی ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی تعریف کی ہے کہ وہ وعدے کے سچے تھے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صادق الوعد تھے، آپ جس کسی سے جو وعدہ بھی فرماتے تو اسے پورا فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابو العاص بن ربیع کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ”اس نے مجھ سے بات کی اور سچی بات کی اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا اور اسے پورا کر دکھایا۔“ [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ۳۱۱۰۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل فاطمة رضی اللہ عنها : ۲۴۴۹/۹۵]

وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا : یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام نبی اور رسول بھی تھے جیسا کہ سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اولاد ابراہیم میں سے اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کو (نبوت و رسالت کے لیے) پسند فرمایا اور اولاد اسماعیل میں سے بنو کنانہ کو چنا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کا انتخاب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے چنا۔“ [ترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۳۶۰۵]

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝

”اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور وہ اپنے رب کے ہاں پسند کیا ہوا تھا۔“

یعنی اسمٰعیل علیہ السلام اپنے اہل و عیال کو نماز و زکوٰۃ اور دیگر نیک کاموں کا حکم دیتے تھے، تا کہ دوسروں کے لیے اچھی مثال بنیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے: ﴿ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾ [طٰہٰ : ۱۳۲] ”اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ [التحریم : ۶] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں،

اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس مرد پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جو رات تہجد پڑھنے کے لیے اپنے بستر سے اٹھتا ہے اور پھر اپنی بیوی کو بھی اٹھاتا ہے، اگر وہ نہیں اٹھتی تو وہ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے (اور اسے نیند سے بیدار کرتا ہے) اور اس عورت پر بھی اللہ کی رحمت ہو جو رات کو تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتی ہے اور پھر اپنے میاں کو بھی جگاتی ہے اور اگر وہ نہ جاگے تو وہ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے۔“ [أبو داوٗد، كتاب التطوع، باب قيام الليل : ١٣٠٨ـ نسائي، كتاب قيام الليل وتطوع النهار، باب الترغيب في قيام الليل : ١٦١١]

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾

”اور کتاب میں ادریس کا ذکر کر، بے شک وہ ایسا نہایت سچا تھا، جو نبی تھا۔ اور ہم نے اسے بہت اونچے مقام پر بلند کیا۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ آپ ادریس علیہ السلام سے متعلق قرآنی آیتوں کی تلاوت کر کے لوگوں کو سنائیے، اس لیے کہ وہ بھی قول و عمل میں بہت ہی سچے اور نبی تھے اور ہم نے ان کو بہت ہی اونچے مقام پر فائز کیا تھا۔ شرف نبوت سے نوازا تھا اور اپنے مقرب ترین بندوں میں سے بنایا تھا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ ۫ وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَ اجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ﴿۵۸﴾

السجدۃ

”یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں میں سے، آدم کی اولاد سے اور ان لوگوں میں سے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد سے اور ان لوگوں سے جنھیں ہم نے ہدایت دی اور ہم نے چن لیا۔ جب ان پر رحمان کی آیات پڑھی جاتی تھیں وہ سجدہ کرتے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے۔“

زکریا علیہ السلام سے لے کر ادریس علیہ السلام تک جن انبیائے کرام علیہم السلام کا اس سورت میں ذکر آیا ہے، انھی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت سی دنیوی اور دینی نعمتیں دی تھیں، یہ انبیائے کرام آدم، ابراہیم اور یعقوب علیہم السلام کی اولاد سے تھے، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے راہ حق کی طرف ہدایت دی تھی اور نبوت جیسے عظیم ترین مقام و مرتبہ کے لیے چن لیا تھا۔ یہ لوگ جب اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے، جس میں توحید کے دلائل اور نصیحت کی دیگر باتیں ہوتی تھیں، تو اللہ کے سامنے سربسجود ہو جاتے تھے اور شدت خشوع و خضوع سے روتے تھے۔ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی اقتدا اور اتباع کے پیش نظر یہاں سجدہ کرنا مشروع و مستحب ہے۔

﴿ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝۵۹ ﴾

”پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ان کی جگہ آئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے تو وہ عنقریب گمراہی کو ملیں گے۔“

جب اللہ تعالیٰ نے سعادت مند لوگوں کی جماعت کا ذکر فرمایا، یعنی انبیاء علیہم السلام کا اور ان کی اتباع کرنے والوں کا، تو اب یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کے بعد ان کے ایسے ناخلف جانشین بنے، جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور دنیا کی خواہشوں اور لذتوں کے پیچھے پڑ گئے، جب انھوں نے دنیا ہی کی زندگی کو اپنا منتہائے مقصود قرار دے لیا تو عنقریب ان لوگوں کو روز قیامت گمراہی کی سزا ملے گی اور یہ لوگ خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔ ایک رائے یہ ہے کہ ”غَیٌّ“ جہنم میں ایک کنواں یا ایک وادی ہے، یعنی قیامت کے دن ایسے لوگ جہنم کے اسی کنویں یا وادی میں ڈال دیے جائیں گے۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ : نمازوں کو ضائع کرنے سے مراد نمازوں کا ترک کرنا اور ان کے اوقات اور ارکان سے غفلت برتنا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴾ [الماعون : ٤، ٥] ”پس ان نمازیوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔“

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی اور شرک و کفر کے درمیان فرق ترک نماز کا ہے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان إطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلوة : ٨٢]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ عہد جو ہمارے اور کافروں کے درمیان ہے، وہ نماز ہے، تو جس نے نماز کو چھوڑ دیا بے شک اس نے کفر کیا۔“ [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی ترك الصلوة : ٢٦٢١]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اس وقت کیا کرو گے جب تمھارے اوپر ایسے امیر مقرر ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے لیٹ کریں گے۔“ یا فرمایا: ”نماز کو اس کے وقت سے قضا کریں گے۔“ میں نے عرض کی کہ آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”تم اپنے وقت پر ادا کر لینا، پھر ان کے ساتھ بھی اتفاق ہو تو پڑھ لینا کہ وہ تمھارے لیے نفل ہو جائے گی۔“ [مسلم، کتاب المساجد، باب کراھة تأخیر الصلوة عن وقتها المختار ...... الخ : ٦٤٨]

وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ : خواہشات کی پیروی کرنا اور شریعتِ الٰہیہ کو نظر انداز کرنا گویا اپنی خواہشات کو الٰہ بنانا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الجاثیة : ٢٣] ”پھر کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ پھر اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ

﴿مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [القصص : ۵۰] ''اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴿۶۲﴾

''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔ ہمیشگی کے باغات میں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے (ان کے) بن دیکھے وعدہ کیا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ وہ اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے مگر سلام اور ان کے لیے اس میں ان کا رزق صبح و شام ہوگا۔''

ان برے جانشینوں میں سے جو لوگ تائب ہو جائیں گے، نماز کی حفاظت کریں گے، خواہشات کی غلامی ترک کر دیں گے اور عمل صالح کی زندگی اختیار کریں گے، تو اللہ تعالیٰ انھیں ان کے سلف صالحین کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا اور ان کے اعمال صالحہ کا معمولی سا اجر بھی ضائع نہیں کرے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر مہربانی اور لطف و کرم کی کثرت اور بہتات ہے۔ یہ استثنا اسی طرح ہے جیسا کہ سورۂ فرقان کی حسب ذیل آیات میں ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [الفرقان : ٦٧ تا ٧٠] ''اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اور وہ جنت جس میں وہ لوگ داخل ہوں گے، اس کا نام ''جنت عدن'' ہے۔ اسی کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں سے کر رکھا ہے جو اس ذات برحق پر بن دیکھے ایمان رکھتے ہیں۔ مزید تاکید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا، اس میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس جنت میں رہنے والے جنتی کوئی فضول اور لغو بات نہیں سنیں گے، بلکہ فرشتے انھیں سلام کریں گے، یا آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کریں گے

اور ہر کھانے کے وقت ان کا من پسند کھانا انھیں ملتا رہے گا۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا : یعنی ان باغ ہائے بہشت میں سلام کے سوا کوئی لغو یا بے ہودہ کلام نہیں ہو گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴾ [الواقعۃ : ۲۵، ۲٦] ”وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۳، ۲٤] ”ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔“

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا : یعنی صبح و شام کے اوقات کی طرح انھیں کھانا ملے گا، لیکن وہاں رات دن نہیں ہوں گے۔ اوقات کے آنے جانے کو وہ روشنیوں اور انوار و تجلیات سے پہچانیں گے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور نورانی ہوں گے، وہ نہ اس میں تھوکیں گے، نہ انھیں ناک سے کوئی آلائش آئے گی اور نہ وہ پیشاب و پاخانہ کریں گے، ان کے برتن سونے کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن عود کا ہو گا اور ان کے پسینے میں سے مشک کی خوشبو پھوٹے گی۔ ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی، جن کا حسن کی وجہ سے پنڈلیوں کا گودا گوشت کے نیچے سے نظر آئے گا۔ جنتیوں کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہو گا اور نہ بغض و عناد، ان کے دل ایک دل کی مانند ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح پڑھا کریں گے۔“ [بخاري، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲٤۵۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفات الجنة وأهلها : ۲۸۳٤/۱۷]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”شہید لوگ اس وقت ایک نہر کے کنارے جنت کے دروازے کے پاس سبز رنگ کے قبوں (خیموں) میں ہیں۔ انھیں صبح و شام ان کی روزی جنت میں سے پہنچائی جاتی ہے۔“ [مسند أحمد : ۱/ ۲٦٦، ح : ۲۳۹٤۔ ابن حبان : ٤٦۵۸۔ مستدرك حاكم : ۲/ ۷٤، ح : ۲٤۰۳]

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝

”یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے بناتے ہیں جو متقی ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ وہ جنت ہو گی جو ہم اپنے ان بندوں کو دیں گے جو اہل تقویٰ ہوں گے، خوشی اور غمی ہر حال

میں ہمارے فرماں بردار ہوں گے، غصے کو دبائیں گے اور لوگوں سے درگزر کریں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾ [المؤمنون : ۱ تا ۱۱] ''یقیناً کامیاب ہو گئے مومن۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو لغو کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور وہی جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جو وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۖ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ [الأعراف : ۴۲، ۴۳] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتے، یہ لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہوگا ہم نکال دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم کبھی نہ تھے کہ ہدایت پاتے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔ اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔''

سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا، (اے جنت والو!) تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہیں پڑو گے، تم ہمیشہ زندہ رہو گے تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی، تم ہمیشہ جوان رہو گے تم پر کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا اور تم ہمیشہ عیش اور چین میں رہو گے تمھیں کبھی رنج نہیں پہنچے گا۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿ وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ [الأعراف : ۴۳] ''اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فى دوام نعيم أهل الجنة ...... الخ : ۲۸۳۷]

وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَ مَا خَلْفَنَا وَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾

''اور ہم نہیں اترتے مگر تیرے رب کے حکم کے ساتھ۔ اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے اور تیرا رب کبھی بھولنے والا نہیں۔''

آیت کا مفہوم جبریل علیہ السلام کی زبانی یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم فرشتے زمین پر، یا ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر آپ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اترتے ہیں۔ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے، ایک ذرہ بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں ہے۔ ہم کوئی کام اس کی اجازت کے بعد ہی کرتے ہیں۔ اس لیے میرا آپ کے پاس نہ آنا، اس کا حکم نہ ہونے کی وجہ سے تھا، اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ اللہ آپ کو بھول گیا تھا یا آپ کو چھوڑ دیا تھا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: ''آپ جتنا ہماری ملاقات کے لیے آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟'' اس کے جواب میں یہ آیت اتری: ﴿ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴾ [مریم : ٦٤] ''اور ہم نہیں اترتے مگر تیرے رب کے حکم کے ساتھ۔ اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے اور تیرا رب کبھی بھولنے والا نہیں۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ وما نتنزل إلا بأمر ربك ...... الخ ﴾ : ٤٧٣١]

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اسلام سے پہلے لوگ کئی چیزوں کو کھاتے اور کئی کو ناپسند کرتے ہوئے چھوڑ دیتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی مبعوث فرمایا، اپنی کتاب نازل کی، حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرایا، تو جس کو اس نے حلال کیا وہ حلال ہے اور جس کو اس نے حرام کیا وہ حرام ہے اور جس کے بارے میں خاموشی اختیار کی وہ معاف ہے۔ [أبو داؤد، كتاب الأطعمة، باب ما لم يذكر تحريمه : ٣٨٠٠۔ مستدرك حاكم : ١١٥/٤، ح : ٧١١٣]

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾ ع

''جو آسمانوں کا اور زمین کا اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کا رب ہے، سو اس کی عبادت کر اور اس کی عبادت پر خوب صابر رہ۔ کیا تو اس کا کوئی ہم نام جانتا ہے؟''

آپ کا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ان کے درمیان جتنی مخلوقات ہیں، ان سب کا رب ہے۔ اس ذات باری تعالیٰ کے بارے میں یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ غفلت اور بھول چوک اس پر طاری ہو سکتی ہے۔ اس لیے اے میرے نبی! آپ اسی کی عبادت کیجیے اور تادم حیات اس پر ثابت قدم رہیے۔ کیا آپ کے علم میں آپ کے رب کی

کوئی شبیہ اور کوئی مد مقابل ہے جس کی طرف آپ التفات کریں، تاکہ وہ آپ کی حاجت پوری کر دے۔ جب ایسی بات نہیں ہے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اسی کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے، اسی کی عبادت کی جائے اور اس راہ میں پیش آنے والی ہر تکلیف پر صبر کیا جائے۔

وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾

''اور انسان کہتا ہے کیا جب میں مر گیا تو کیا واقعی عنقریب مجھے زندہ کر کے نکالا جائے گا؟''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ انسان اس بات پر تعجب کرتا اور اسے بُعید سمجھتا ہے کہ اسے موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِن تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴾ [الرعد : ٥] ''اور اگر تو تعجب کرے تو ان کا یہ کہنا بہت عجیب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم یقیناً ایک نئی پیدائش میں ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴾ [یٰس : ٧٧ تا ٧٩] ''اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (مشرک) عاص بن وائل ایک بوسیدہ ہڈی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسے ریزہ ریزہ کرنے لگا اور پھر کہنے لگا، اے محمد! کیا اللہ تعالیٰ اس ہڈی کے فنا ہونے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا (اور سن! وہ اللہ) تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا اور پھر تمھیں جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔'' [مستدرك حاكم : ٢/ ٤٢٩، ح : ٣٦٠٦]

أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾

''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ بے شک ہم نے ہی اسے اس سے پہلے پیدا کیا، جب کہ وہ کوئی چیز نہ تھا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلی دفعہ کے پیدا کرنے سے دوبارہ پیدا کرنے پر استدلال کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس وقت پیدا فرمایا جبکہ اس کا کوئی ذکر تک نہ تھا اور اب جبکہ وہ وجود میں آ گیا ہے تو کیا وہ اسے دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا، جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾ [الروم : ٢٧] ''اور وہی

ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴾ [الدھر : ۱، ۲] ''کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا جس کا (کہیں) ذکر ہوا ہو؟ بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، مجھے ابن آدم نے جھٹلایا، حالانکہ یہ اس کے لائق نہ تھا۔ مجھے ابن آدم نے گالی دی، حالانکہ یہ بھی اس کے لائق نہیں تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میں اسے دوبارہ پیدا نہیں کروں گا، حالانکہ میرے لیے اسے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی کوئی اولاد ہے، حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں، نہ میری کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ﴿ قل هو الله أحد ﴾ : ۴۹۷۴]

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝۶۸ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۝۶۹ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ۝۷۰

''تو قسم ہے تیرے رب کی! بے شک ہم ان کو اور شیطانوں کو ضرور اکٹھا کریں گے، پھر بے شک ہم انھیں جہنم کے گرد ضرور گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے۔ پھر بے شک ہم ہر گروہ میں سے اس شخص کو ضرور کھینچ نکالیں گے جو ان میں سے رحمان کے خلاف زیادہ سرکش ہے۔ پھر یقیناً ہم ان لوگوں کو زیادہ جاننے والے ہیں جو اس میں جھونکے جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا، اے میرے نبی! ہم ان تمام منکرین قیامت اور شیاطین کو میدان محشر میں جہنم کے گرد جمع کریں گے، درآں حالیکہ وہ مارے دہشت کے ذلیل وخوار گھٹنوں کے بل بیٹھے جہنم کو دیکھ رہے ہوں گے، کھڑے ہونے کی ان کے اندر طاقت ہی نہیں ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ﴾ [الجاثیۃ : ۲۸] ''اور تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا۔''

پھر ان تمام جماعتوں میں سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کرے گا جو دنیا میں زیادہ سرکش اور متکبر تھے۔ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے تھے اور احکام الٰہی کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم زیادہ جانتے ہیں کہ وہ جہنم میں جلائے جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ پہلے انھیں جہنم میں ڈالا جائے گا، پھر دوسرے جہنمی ڈالے

جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ١ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ١ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ۰۰ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۸، ۳۹] ”یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آ ملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔“

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کرے (جس کا نمونہ قرآن و حدیث میں موجود ہو) تو اس کے لیے اس کا اجر ہے اور ان لوگوں کے اجر کے برابر بھی اس کے لیے اجر ہے جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو اسلام میں برا طریقہ جاری کرے (مثلاً بدعت یا گناہ کا کام) تو اس پر اس کا بوجھ ہوگا اور ان لوگوں کے بوجھ کے برابر بھی بوجھ ہوگا جو اس کے بعد اس برے طریقے کو جاری رکھیں گے اور ان کے بوجھوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔“ [مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق ...... الخ : ۱۰۱۷]

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا١ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا۰ۚ۷۱ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۰۷۲

”اور تم میں سے جو بھی ہے اس پر وارد ہونے والا ہے۔ یہ ہمیشہ سے تیرے رب کے ذمے قطعی بات ہے، جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو ڈر گئے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ نے اپنا ایک حتمی فیصلہ سنایا ہے کہ مومن ہو یا کافر، ہر ایک کو بہر حال جہنم سے واسطہ پڑے گا، پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اہل تقویٰ کو اس سے نجات دے گا اور جن لوگوں نے کفر و تکبر کی زندگی گزاری ہوگی اور بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہوگا، جہنم میں شدید عذاب جھیلنے کے لیے چھوڑ دیے جائیں گے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آیت: ﴿ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ﴾ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب لوگ دوزخ پر پہنچیں گے اور پھر اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے واپس ہوں گے۔ پہلا گروہ تو بجلی کی چمک کی طرح گزر جائے گا، دوسرا ہوا کی طرح، تیسرا گھڑ سوار کی طرح، چوتھا اونٹ کی طرح، پانچواں دوڑنے والے شخص کی طرح اور چھٹا یوں جیسے آدمی پیدل چلتا ہو۔“ [ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة مريم : ۳۱۵۹، ۳۱۶۰۔ مستدرك حاكم : ۳۷۵/۲، ح : ۳۴۲۱]

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے کہ آپ نے فرمایا: ''جہنم میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس نے بدر یا حدیبیہ میں شرکت کی ہو۔'' حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ ''اور تم میں سے جو بھی ہے اس پر وارد ہونے والا ہے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ ''پھر ہم ان لوگوں کو بچا لیں گے جو ڈر گئے۔'' [مسند أحمد : ٣٦٢/٦، ح : ٢٧٨٠٧۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر البعث : ٤٢٨١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے، تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے۔ لہٰذا کوئی سورج کے ساتھ ہو جائے گا، کوئی چاند کے ساتھ ہو جائے گا اور کوئی شیطانوں اور بتوں کے ساتھ۔ پھر صرف اس امت کے لوگ رہ جائیں گے اور ان میں منافق بھی شامل ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ (ایک نئی صورت میں) ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا، میں تمھارا رب ہوں۔ وہ کہیں گے، ہم یہیں رہیں گے جب تک ہمارا مالک نہ آ جائے، جب ہمارا مالک آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ (دوسری صورت میں) ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا، میں تمھارا رب ہوں۔ وہ کہیں گے (بے شک) تو ہمارا رب ہے۔ پھر (اللہ تعالیٰ) ان کو بلائے گا، پھر پل صراط دوزخ کے درمیان رکھا جائے گا اور سب رسولوں سے پہلے میں اپنی امت کو لے کر پار ہو جاؤں گا۔ اس دن سوائے رسولوں کے کوئی بات نہ کر سکے گا اور رسول یہ کہہ رہے ہوں گے ''اے اللہ! (مجھے) سلامت رکھ، (مجھے) سلامت رکھ!'' دوزخ میں سعدان کے کانٹوں کی شکل کے آنکڑے ہوں گے۔ کیا تم نے سعدان کا کانٹا دیکھا ہے؟'' صحابہ نے عرض کی، جی ہاں! دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''بس وہ آنکڑے سعدان کے کانٹوں کی شکل کے ہوں گے، لیکن ان کے طول و عرض کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے موافق اچک لیں گے۔ کوئی اپنے (برے) عمل کی وجہ سے بالکل ہلاک ہو جائے گا اور کوئی دوزخ میں گر تو جائے گا مگر پھر بچ جائے گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے بعض پر رحم کرنا چاہے گا تو فرشتوں کو حکم دے گا (دوزخ کی طرف جاؤ اور) جو اللہ کی عبادت کرتا تھا اس کو نکال لاؤ۔ چنانچہ فرشتے موحد لوگوں کو نکال لیں گے۔ وہ سجدے کے نشان سے ان کو پہچان لیں گے، کیونکہ اللہ نے سجدے کے نشانات کو مٹانا دوزخ پر حرام کر دیا ہے، الغرض یہ لوگ دوزخ سے نکال لیے جائیں گے۔ آگ آدمی کا سارا بدن جلا دے گی، سوائے سجدے کے نشان کے (کہ وہ باقی رہ جائے گا)، یہ لوگ کوئلے کی طرح جلے ہوئے دوزخ سے نکلیں گے اور پھر ان پر آب حیات ڈالا جائے گا تو اس طرح نشو ونما پائیں گے جیسے دانہ سیلاب کے کوڑے کرکٹ پر سیلاب کے تھمنے کے بعد اگ آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا، لیکن ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان اب بھی باقی رہ جائے گا، یہ جنت میں داخل

ہونے والا آخری دوزخی شخص ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل السجود : ۸۰۶]

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا ١ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا۝ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا۝

''اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ دونوں گروہوں میں سے کون مقام میں بہتر اور مجلس کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔ اور ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے جو ساز و سامان میں اور دیکھنے میں کہیں اچھے تھے۔''

کفار مکہ کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے جو توحید و رسالت، بعث بعد الموت اور حساب و جزا کو کھول کر بیان کرتی ہیں اور مومنوں کے لیے جنت کے وعدے اور کافروں کے لیے جہنم کی وعید کا ذکر لیے ہوتی ہیں تو وہ لوگ اپنا اندرونی درد و الم چھپانے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم دنیاوی اعتبار سے محمد (ﷺ) کے پیروکاروں سے اچھی حالت میں ہیں، ہمارے مکانات اچھے، ہماری مجلسیں آباد اور لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے، کوئی آ رہا ہے، کوئی جا رہا ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم تو گمراہ ہوں اور جو لوگ دار ارقم میں چھپے ہوئے ہیں وہ ہدایت یافتہ ہوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب دیا کہ جس دنیاوی مال و متاع کی وجہ سے وہ لوگ غرور میں مبتلا ہیں وہ باقی نہیں رہے گا، ان سے پہلے بھی بہت سی قومیں گزری ہیں جو مال و متاع اور ظاہری حسن و جمال میں ان سے بڑھ کر تھیں، لیکن ان کے کفر کی وجہ سے ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔

کفار کی ہمیشہ سے یہ عادت چلی آ رہی ہے کہ وہ ایمان والوں کو مفلوک الحال دیکھ کر ان پر طنز کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴾ [هود : ۲۷] ''تو اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا تھا، ہم تجھے نہیں دیکھتے مگر اپنے جیسا ایک بشر اور ہم تجھے نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں کے سوا کسی نے تیری پیروی کی ہو جو ہمارے سب سے رذیل ہیں، سطحی رائے کے ساتھ اور ہم تمھارے لیے اپنے آپ پر کوئی برتری نہیں دیکھتے، بلکہ ہم تمھیں جھوٹے گمان کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ١ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۝ وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ١ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا : ۳٤ تا ۳٦] ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا بے شک ہم اس چیز کے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔ اور انھوں نے کہا ہم اموال و اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں۔ کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا

ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

الغرض مال کی فراوانی اور رزق کی کشادگی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ اپنی مشیت کے مطابق جس کو چاہتا ہے فارغ البالی عطا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مفلوک الحال بنا دیتا ہے۔ فارغ البال ہونا حق پر ہونے کی نشانی ہرگز نہیں ہے۔ دنیا کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۳۲] ”اور دنیا کی زندگی کھیل اور دل لگی کے سوا کچھ نہیں اور یقیناً آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ڈرتے ہیں، تو کیا تم نہیں سمجھتے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ”جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔“

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ڬ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ۝۷۵

”کہہ دے جو شخص گمراہی میں پڑا ہو تو لازم ہے کہ رحمان اسے ایک مدت تک مہلت دے، یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، یا تو عذاب اور یا قیامت کو، تو ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں زیادہ برا اور لشکر کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ دنیاوی مال و متاع اور جاہ و حشم پر فخر کرنے والے کافروں کو یہ جواب دیں کہ جو لوگ کفر و شرک اور کبر و عناد کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں، تو اللہ کا ایسے لوگوں کے بارے میں یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ ان کی رسی ڈھیلی کر دیتا ہے اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے، یہاں تک کہ مہلت ختم ہو جاتی ہے اور ان کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہتا، تو اللہ تعالیٰ انھیں پکڑ لیتا ہے، یا مومنوں کے ہاتھوں قید و بند سے گزرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یا اسی حال میں انھیں موت آ جاتی ہے، تو قیامت کے دن ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور تب دونوں ہی حالتوں میں انھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہی لوگ بدترین ٹھکانے والے اور نہایت ذلیل و خوار لوگ تھے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، پس اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی چین کا کوئی لمحہ بھی گزرا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم! اے میرے رب! کبھی نہیں۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ أنعم أهل الدنیا فی النار ...... الخ : ۲۸۰۷]

وَ يَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

’’اور اللہ ان لوگوں کو جنھوں نے ہدایت پائی، ہدایت میں زیادہ کرتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب کے اعتبار سے بہتر اور انجام کے لحاظ سے کہیں اچھی ہیں۔‘‘

مذکورہ بالا لوگوں کے برعکس جو لوگ ہدایت کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں، جب ان کے سامنے قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور ہدایت کی راہ ان کے لیے اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ کافروں کا دنیاوی مال و متاع تو بالکل عارضی چیز ہے، حقیقی متاع تو نیک اعمال ہیں جن کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ جنت دے گا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کسی مومن پر کسی ایک نیکی کے سلسلہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا۔ وہ اسے اس کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا، تاہم کافر کو اس کے ان اعمال کا بدلہ جو اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کیے ہوں گے، دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، لہٰذا جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة ...... الخ : ۲۸۰۸]

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ : سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حارث بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مؤذن آیا، تو آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا، جو تقریباً ایک مد (یعنی تین پاؤ) ہوگا۔ آپ نے وضو کیا اور کہا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کیا، پھر فرمایا: ’’جو میرے اس وضو جیسا وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے تو اس کے صبح سے لے کر ظہر تک کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر اس نے عصر کی نماز پڑھ لی تو اس کے ظہر سے عصر تک کے گناہ معاف، پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف، پھر عشاء کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف، پھر رات کو وہ سویا رہا اور صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کی تو عشاء سے فجر تک کے گناہ معاف۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔‘‘ لوگوں نے پوچھا، یہ تو ہوئیں نیکیاں، اب اے عثمان! آپ بتلائیے باقیات صالحات کیا ہیں؟ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، وہ یہ ہیں: « لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ

لِلّٰهِ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ» [مسند أحمد : ۷۱/۱، ح : ۵۱۵]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، لیکن تین چیزیں باقی رہتی ہیں، ایک صدقہ جاریہ، دوسرا وہ علم جس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہو اور تیسرا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔“ [مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱۶۳۱]

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَ يَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾

”تو کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا مجھے ضرور ہی مال اور اولاد دی جائے گی۔ کیا اس نے غیب کو جھانک کر دیکھ لیا ہے؟ یا اس نے رحمان کے ہاں کوئی عہد لے رکھا ہے؟ ہرگز نہیں! ہم ضرور لکھیں گے جو کچھ یہ کہتا ہے اور اس کے لیے عذاب میں سے بڑھائیں گے، بہت بڑھانا۔ اور ہم اس کے وارث ہوں گے ان چیزوں میں جو یہ کہہ رہا ہے اور یہ اکیلا ہمارے پاس آئے گا۔“

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دور جاہلیت میں بہ اعتبار پیشہ لوہار تھا اور میں نے عاص بن وائل سہمی کا کچھ کام کیا تھا، میں اس کے پاس آیا اور اس سے (اپنی مزدوری کا) تقاضا کیا تو اس نے کہا، میں تو تیرا معاوضہ اس وقت تک ادا نہیں کروں گا، جب تک کہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرماں برداری سے نہ نکل جائے۔ میں نے کہا، میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ تو مر کر دوبارہ زندہ نہ ہو جائے۔ اس کافر نے کہا، کیا میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا، ہاں! تو اس نے کہا، پھر تو وہاں میرے لیے مال ہوگا اور اولاد ہو گی، تو میں وہاں تیرا حساب برابر کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴾ ”تو کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا مجھے ضرور ہی مال اور اولاد دی جائے گی۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب سؤال الیهود النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الروح ...... الخ : ۳۵، ۲۷۹۵/۳۶۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ أفرأیت الذی کفر بأیتنا ...... الخ ﴾ : ۴۷۳۲]

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ ع ۵

”اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی

عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مدمقابل ہوں گے۔“

مشرکین نے اللہ کے سوا اپنے لیے دوسرے معبود بنا لیے، تاکہ وہ اللہ کے نزدیک سفارشی بن کر ان کی عزت کا سبب بنیں، لیکن قیامت کے دن معاملہ ان کے خیال و گمان کے برعکس ہوگا۔ وہ جھوٹے معبود ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴾ [الفرقان : ١٧ تا ١٨] ”اور جس دن وہ انھیں اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے، اکٹھا کرے گا، پھر کہے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا، یا وہ خود راستے سے بھٹک گئے تھے؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے، ہمارے لائق نہ تھا کہ ہم تیرے سوا کسی بھی طرح کے دوست بناتے اور لیکن تو نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو سامان دیا، یہاں تک کہ وہ (تیری) یاد کو بھول گئے اور وہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٥، ٦] ”اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔“

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۝ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۝

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے، وہ انھیں ابھارتے ہیں، خوب ابھارنا۔ پس تو ان پر جلدی نہ کر، ہم تو بس ان کے لیے گن رہے ہیں، اچھی طرح گننا۔“

نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے کہ کیا آپ دیکھ نہیں رہے، یعنی یہ بات تو بہت واضح ہے کہ ہم نے شیطانوں کو کفار پر مسلط کر دیا ہے، جو انھیں شہوتوں کی غلامی اور جرائم و معاصی کے ارتکاب پر شدت کے ساتھ ابھارتے ہیں، اسی لیے تو وہ لوگ شر و فساد کی طرف بہت تیزی کے ساتھ بڑھتے ہیں، لیکن آپ اس بات کی جلدی نہ کریں کہ انھیں جلد ہلاک کر دیا جائے تاکہ زمین ان سے پاک ہو جائے، ہم ان کے اعمال کیا، ان کی سانسوں تک کی گنتی کر رہے ہیں اور جب ان کا مقررہ وقت آ جائے گا تو ان کے اعمال کا بدلہ انھیں چکا دیں گے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا : ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ۝ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴾ [الشعراء : ٢٢١ تا ٢٢٣] ”کیا میں تمھیں بتاؤں شیاطین کس پر

اترتے ہیں۔ وہ ہر زبردست جھوٹے، سخت گنہگار پر اترتے ہیں۔ وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾ [الزخرف : ٣٦] ''اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا ہوتا ہے۔''

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ٣٥] ''پس صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی کا مطالبہ نہ کر، جس دن وہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا نہیں رہے۔ یہ پہنچا دینا ہے، پھر کیا نافرمان لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک کیا جائے گا؟''

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۙ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾

''جس دن ہم متقی لوگوں کو رحمان کی طرف مہمان بنا کر اکٹھا کریں گے۔ اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانک کر لے جائیں گے۔''

قیامت کے دن اہل تقویٰ اللہ تعالیٰ کے سامنے وفد کی شکل میں پہنچیں گے۔ گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کے اہل تقویٰ بندے معزز و مکرم پہنچیں گے، اس کی جانب سے انعامات و مکانات پائیں گے اور خوب صورت اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے، جبکہ جو مجرمین ہوں گے وہ نہایت اہانت آمیز انداز سے پیاسے جانوروں کی مانند جہنم کی طرف ہانک دیے جائیں گے۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴾ [الزمر : ٧٣] ''اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے، اس حال میں کہ اس کے دروازے کھول دیے گئے ہوں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، پس اس میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ رہنے والے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں کا حشر تین فرقوں میں ہوگا، (ایک فرقے والے لوگ) رغبت کرنے والے، ڈرنے والے (یعنی متقی) ہوں گے، (دوسرا فرقہ ایسے لوگوں کا ہوگا کہ) ایک اونٹ پر دو آدمی سوار ہوں گے، کسی اونٹ پر تین ہوں گے، کسی پر چار اور کسی پر دس آدمی سوار ہوں گے اور باقی لوگوں کو آگ جمع

کرے گی (یہ تیسرا فرقہ ہوگا) جہاں وہ قیلولہ کریں گے تو آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہری ہوگی، جہاں وہ رات گزاریں گے تو آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہری ہوگی، جہاں وہ صبح کریں گے تو آگ بھی صبح کے وقت وہاں موجود ہوگی اور جہاں وہ شام کریں گے تو آگ بھی شام کے وقت ان کے ساتھ موجود ہوگی۔" [بخاري، کتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٢۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب بيان فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة : ٢٨٦١]

وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۞ قِيْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴾ [الزمر : ٧١، ٧٢] "اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔ کہا جائے گا جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے، پس وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔"

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۘ۝۸۷

"وہ سفارش کے مالک نہ ہوں گے مگر جس نے رحمان کے ہاں کوئی عہد لے لیا۔"

یعنی مومنین ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے، لیکن جن مجرموں کو جہنم کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا ان کا کوئی سفارشی نہیں ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴾ [طٰہٰ : ١٠٩] "اس دن سفارش نفع نہ دے گی مگر جس کے لیے رحمان اجازت دے اور جس کے لیے وہ بات کرنا پسند فرمائے۔" اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٨٦] "اور وہ لوگ جنھیں یہ اس کے سوا پکارتے ہیں، وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جس نے حق کے ساتھ شہادت دی اور وہ جانتے ہیں۔"

اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا : یہ استثنا منقطع ہے، اس لیے اس سے مراد وہ مومنین ہیں جو "لا الٰہ الا اللہ" کی گواہی دیتے ہیں اور اس کے مطابق دنیاوی زندگی میں عمل کرتے ہیں۔ یہی لوگ دوسرے مومنوں کی شفاعت کریں گے اور ان کے لیے دوسرے مومنوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝۸۸ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۝۸۹ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ

الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۙ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۚ﴿۹۱﴾ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ؕ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؕ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ؕ﴿۹۴﴾ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

''اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔''

ان آیات میں یہود و نصاریٰ اور بعض عرب قبائل کی تردید کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرتے تھے۔ یہود عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا جبکہ عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگوں نے ایک بدترین گناہ کا ارتکاب کیا ہے کہ اللہ کے لیے اولاد ثابت کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا ایسی بری بات ہے کہ مقام ربانی کے لیے شدت غیرت کے سبب قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے، زمین میں شگاف پڑ جائے اور پہاڑ پاش پاش ہو جائیں۔ اس لیے کہ یہ بات کسی طرح مناسب ہی نہیں کہ اللہ کی کوئی اولاد ہو، وہ تو تمام کائنات کا خالق و موجد ہے۔ جب قیامت قائم ہوگی تو آسمان و زمین میں پائے جانے والے تمام انس و جن اور فرشتے اپنی عبودیت کا اظہار کرتے ہوئے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے حضور کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، پھر اولاد تو مخلوق کی ہوتی ہے جو اپنے لیے دنیاوی زندگی میں یار و مددگار کی محتاج ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات کا کلی طور پر احاطہ کر رکھا ہے اور ایک ایک کو شمار کر رکھا ہے، اگر ان میں سے کوئی معبود ہوتا یا اللہ کا بیٹا ہوتا تو اسے یقیناً اس کی خبر ہوتی، اس لیے بات یہی ہے کہ قیامت کے دن ان مخلوقات کا ایک ایک فرد اللہ کے حضور تنہا آئے گا، ان کا نہ کوئی یار و مددگار رہو گا اور نہ کوئی سفارشی۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا : ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٤٠] ''پھر کیا تمھارے رب نے تمھیں بیٹوں کے ساتھ چن لیا اور خود فرشتوں میں سے بیٹیاں بنا لی ہیں؟ بے شک تم یقیناً ایک بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ۙ﴿۱۹﴾ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴾ [النجم : ١٩ تا ٢٢]

’’پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ اور تیسری ایک اور (دیوی) منات کو۔ کیا تمھارے لیے لڑکے ہیں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو اس وقت ناانصافی کی تقسیم ہے۔‘‘

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ سے زیادہ تکلیف دہ بات کو سن کر صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ مشرک کہتے ہیں اللہ اولاد رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان باتوں کے باوجود ان کو شفا عطا فرماتا ہے اور روزی سے نوازتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الأدب، باب الصبر فی الأذی : ۶۰۹۹۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب فی الکفار : ۲۸۰۴]

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾

’’بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے عنقریب ان کے لیے رحمان محبت پیدا کر دے گا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے ان مومن بندوں کی اپنے نیک بندوں کے دلوں میں محبت و مودت پیدا فرما دیتا ہے جو اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں، اعمال صالحہ سے مراد وہ اعمال ہیں جو شریعت محمدیہ کے مطابق انجام دیے جائیں۔ ایسے اعمال ہی سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث مبارکہ میں ثابت ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو پکارتا ہے (اور ان سے کہتا ہے) اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، پھر جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام سارے آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں شخص سے محبت ہے، سو تم سب بھی اس سے محبت کرو۔ پھر سارے آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین کے لوگوں میں بھی وہ شخص مقبول ہو جاتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب تعالٰی مع جبریل …… الخ : ۷۴۸۵۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب إذا أحب الله عبدًا أمر جبرائیل فأحبه …… الخ : ۲۶۳۷]

فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾

’’سو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا ہے، تاکہ تو اس کے ساتھ متقی لوگوں کو خوشخبری دے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائے جو سخت جھگڑالو ہیں۔‘‘

فرمایا کہ اے میرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اس قرآن کو لوگوں تک پہنچا دیجیے، یا انھیں قرآن کی آیتیں سنا کر جنت کی خوش خبری اور جہنم سے ڈرا دیجیے، اس لیے کہ ہم نے اسے آپ کی زبان میں اتار کر اس کی قراءت اور اس کی تفہیم و توضیح آسان بنا دی ہے، تاکہ اللہ کے عقاب سے ڈرنے والوں کو آپ جنت کی خوش خبری دیں اور کفار مکہ کو جو بدترین جھگڑالو ہیں عذاب نار کا خوف دلائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ

وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴾ [النحل : ۳۵، ۳٦] ”اور جن لوگوں نے شریک بنائے انھوں نے کہا اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اس کے سوا کسی بھی چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بغیر کسی بھی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے تو رسولوں کے ذمے صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کیا ہے؟ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ پس زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔“ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا ۙ اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِیًّا ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْیًا ۝ قُلْ مَنْ كَانَ فِی الضَّلٰلَةِ فَلْیَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ﴾ [مریم : ۷۳ تا ۷۵] ”اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ دونوں گروہوں میں سے کون مقام میں بہتر اور مجلس کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔ اور ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے جو ساز و سامان میں اور دیکھنے میں کہیں اچھے تھے۔ کہہ دے جو شخص گمراہی میں پڑا ہو تو لازم ہے کہ رحمان اسے ایک مدت تک مہلت دے، یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، یا تو عذاب اور یا قیامت کو، تو ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں زیادہ برا اور لشکر کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے۔“

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝۹۸

”اور ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانے کے لوگوں کو ہلاک کر دیا، کیا تو ان میں سے کسی ایک کو محسوس کرتا ہے، یا ان کی کوئی بھنک سنتا ہے؟“

اس آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کفار مکہ کو نصیحت کی ہے کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا، جنھوں نے ہمارے رسولوں کی تکذیب کی اور ہماری دعوت کے خلاف سازشیں کیں۔ اب ان کا وجود باقی نہیں ہے، ان کے نام و نشان ایسے مٹ گئے کہ وہ لوگ بھولی بسری داستان بن گئے ہیں، تو آپ کی قوم ان لوگوں کے انجام سے عبرت کیوں نہیں حاصل کرتی اور اللہ کے حضور شرک و معاصی سے تائب ہو کر مسلمان کیوں نہیں ہو جاتی؟

ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ۴۰] ’’اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔‘‘

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا اور تیسرے دن جانے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار مکہ کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے: ’’اے فلاں کے بیٹے فلاں، اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے؟ پس بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اسے سچا پایا ہے، کیا تم سے تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچا پایا؟‘‘ [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹۷۶۔ مسند أحمد : ۱۴۵/۳، ح : ۱۲۴۷۹، عن أنس رضی الله عنه]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝

''طٰہٰ۔ ہم نے تجھ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تو مصیبت میں پڑ جائے۔ بلکہ نصیحت کرنے کے لیے، اس کو جو ڈرتا ہے۔اس کی طرف سے اتارا ہوا ہے جس نے زمین کو اور اونچے آسمانوں کو پیدا کیا۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ یہ قرآن آپ اور آپ کے صحابہ کے لیے شقاوت و بدبختی کا سبب نہیں ہے، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے اپنی آیتوں میں موعظت ونصیحت لیے ہوئے ہے، تاکہ وہ اس سے استفادہ کرتے ہوئے خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی بندگی کریں اور اس راہ میں کفار ومشرکین کی جانب سے جو بھی تکلیف پہنچے اسے خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔ آخری آیت میں قرآن کریم کی عظمت اور شان کو بیان کیا گیا ہے کہ اے میرے نبی! یہ قرآن آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل ہوا ہے، جس نے زمین اور اونچے آسمان پیدا کیے ہیں۔مخلوقات میں سے زمین وآسمان کا بطور خاص اس لیے ذکر آیا کہ بندے اللہ کی ان عظیم مخلوقات کا ہر وقت مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، تب ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' میں نے جواب دیا، یہ فلاں عورت ہے جو رات بھر نہیں سوتی اور ان کی نماز (تہجد) کا ذکر کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بس تمھیں صرف اتنا ہی عمل کرنا چاہیے جتنے

کی تم میں طاقت ہو، کیونکہ اللہ کی قسم! اللہ (ثواب دینے سے) نہیں اکتاتا، لیکن تم خود ہی (عمل کرتے کرتے) اکتا جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عبادت واطاعت وہ ہے جس پر عمل کرنے والا ہمیشگی کرے۔“ [بخاری، کتاب التهجد، باب ما يكره من التشديد في العبادة : ۱۱۵۱۔ مسلم، کتاب صلوة المسافرين، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل : ۷۸۵/۲۲۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یقیناً دین آسان ہے اور جو دین میں بے جا سختی کرتا ہے تو دین اس پر غالب آ جاتا ہے۔ پس تم سیدھے راستے پر رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور (اپنے رب کی طرف سے ملنے والے اجر پر) خوش ہو جاؤ اور صبح و شام اور رات کے کچھ حصے میں عبادت سے مدد طلب کرو۔“ [بخاری، کتاب الإيمان، باب الدين يسر : ۳۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک رسی کو دو ستونوں کے درمیان بندھا ہوا پایا۔ آپ نے پوچھا: ”یہ رسی کس مقصد کے لیے ہے؟“ لوگوں نے بتلایا کہ یہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے، جب وہ (عبادت کرتے کرتے) تھک جاتی ہیں تو اس کے ساتھ سہارا لے لیتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایسا نہ کرو، اسے کھول دو، تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اس وقت نماز پڑھے جب وہ فرحت و نشاط محسوس کرے، جب تھک جائے تو وہ بیٹھ جائے۔“ [بخاری، کتاب التهجد، باب ما يكره من التشديد في العبادة : ۱۱۵۰۔ مسلم، کتاب صلوة المسافرين، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل ...... الخ : ۷۸۴]

سیدنا حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے، بیان فرماتے ہیں کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے، انھوں نے پوچھا، حنظلہ! کیسے ہو؟ میں نے کہا، حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، سبحان اللہ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا، (بات یہ ہے کہ جب) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں تو آپ ہمارے سامنے جنت اور دوزخ کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں گویا ہم انھیں آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں، لیکن جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے نکل آتے ہیں اور بیوی بچوں اور دنیا کے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ہم بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! ایسی ہی کیفیت سے تو ہم بھی دوچار ہیں۔ چنانچہ میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ (دونوں) چلتے چلتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ کیسے؟“ میں نے کہا، یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمارے سامنے جنت اور دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہے ہیں، پھر جب ہم آپ کی مجلس سے نکل جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ہم بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم ہمیشہ اسی حالت و کیفیت میں رہو جس میں تم میرے پاس ہوتے ہو اور (ہر وقت) اللہ کی یاد میں رہو تو فرشتے تمھارے بستروں اور تمھارے راستوں میں تم سے مصافحہ کریں، لیکن

اے حنظلہ! وقت وقت کی بات ہے۔'' آپ نے تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا۔[مسلم، كتاب التوبة، باب فضل دوام الذكر والفكر ...... الخ : ۲۷۵۰]

اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكۡرَ وَخَشِىَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَيۡبِ‌ۚ فَبَشِّرۡهُ بِمَغۡفِرَةٍ وَّاَجۡرٍ كَرِيۡمٍ ﴾[یٰس : ۱۱] ''تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔''

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔'' [بخاری، كتاب العلم، باب من يرد الله به خيرًا يفقهه في الدين: ۷۱۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب النهي عن المسئلة : ۱۰۳۷]

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ﴿۵﴾

''وہ بے حد رحم والا عرش پر بلند ہوا۔''

خالق ارض و سماء اور دنیا و آخرت میں رحم کرنے والا وہ اللہ ہے جو عرش پر مستوی ہے۔ اللہ کی صفت ''استوا'' کے بارے میں سلف صالحین کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن و سنت میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات ثابت ہیں انھیں اسی طرح بغیر تاویل و تحریف، تشبیہ و تمثیل اور بغیر کوئی کیفیت بیان کیے ہوئے مان لیا جائے۔

لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰى ﴿۶﴾

''اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے اور جو گیلی مٹی کے نیچے ہے۔''

آسمان اور زمین میں اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے، وہ سب اللہ کی ملکیت اور اس کے زیر سلطنت ہے، ان میں سے کوئی بھی چیز اللہ کی مرضی کے بغیر حرکت نہیں کرتی، نہ بدلتی ہے اور نہ قرار پاتی ہے۔

وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰى ﴿۷﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ؕ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى ﴿۸﴾

''اور اگر تو اونچی آواز سے بات کرے تو وہ تو پوشیدہ اور اس سے بھی پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب سے اچھے نام اسی کے ہیں۔''

یعنی اگر آپ بآواز بلند اللہ کو یاد کرتے ہیں اور دعا و مناجات کرتے ہیں، تو جان لیجیے کہ اللہ اس سے بے نیاز ہے، کیونکہ وہ تو چھپے ہوئے رازوں کو جانتا ہے، بلکہ رازہائے سربستہ سے بھی زیادہ مخفی باتوں کو جانتا ہے، جنھیں ابن آدم نہیں جانتا، جن کا علم صرف علام الغیوب کو ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلۡ اَنۡزَلَهُ الَّذِىۡ يَعۡلَمُ السِّرَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴾ [الفرقان : ۶] ''تو کہہ اسے اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین میں سب پوشیدہ

باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

آگے فرمایا کہ مذکورہ بالا طریقۂ عبادت کا مستحق وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے اور تمام پاکیزہ ناموں کا صرف وہی سزاوار ہے۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو نام ہیں جو شخص ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔‘‘ [بخاري، كتاب التوحيد، باب إن لله مائة إسم إلا واحدة : ۷۳۹۲]

وَ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ۝۹ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝۱۰ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ؕ۝۱۱ اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ؕ۝۱۲ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝۱۳ اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝۱۴

’’اور کیا تیرے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی ہے۔ جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا تم ٹھہرو، بے شک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں تمھارے پاس اس سے کوئی انگارا لے آؤں، یا اس آگ پر کوئی رہنمائی حاصل کر لوں۔ تو جب وہ اس کے پاس آیا تو اسے آواز دی گئی اے موسیٰ! بے شک میں ہی تیرا رب ہوں، سو اپنی دونوں جوتیاں اتار دے، بے شک تو پاک وادی طویٰ میں ہے۔ اور میں نے تجھے چن لیا ہے، پس غور سے سن جو کچھ وحی کیا جاتا ہے۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔‘‘

ان آیات میں موسیٰ علیہ السلام پر نزول وحی کی ابتدا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام ’’مدین‘‘ میں دس سال گزار کر اپنی بیوی کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوئے، تو مصلحت الٰہی کے مطابق طور سینا کے قریب راستہ کھو بیٹھے، موسم سرما کی سرد اور اندھیری رات تھی، انھیں روشنی اور آگ دونوں کی ضرورت تھی، طور کی طرف سے انھیں آگ کی روشنی نظر آئی تو اپنی بیوی سے بطور خوش خبری کہا کہ تم یہیں رکی رہو، میں تمھارے لیے آگ لے کر آتا ہوں، یا شاید وہاں کوئی آدمی مل جائے جو ہماری رہنمائی کرے۔ موسیٰ علیہ السلام جب آگ کے قریب پہنچے تو وہاں معاملہ ہی دوسرا تھا۔ وہاں وادی کے داہنی جانب ایک درخت تھا جو بقعۂ نور بنا ہوا تھا، وہاں سے آواز آئی، اے موسیٰ! میں آپ کا رب ہوں اور آپ سے مخاطب ہوں اور آپ اس وقت مقدس وادی طویٰ میں کھڑے ہیں۔ اپنے رب کے لیے تعظیم و تواضع اور ادب کا اظہار کرتے ہوئے جوتا اتار دیجیے۔ میں نے آپ کو اس زمانے کے تمام لوگوں کے درمیان سے چن لیا ہے اور اپنی پیغامبری کے لیے منتخب کر لیا ہے، اس لیے اب آپ پر جو وحی نازل ہونے جا رہی ہے اسے غور سے سنیے اور اس کی

ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیے۔ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، اس لیے صرف میری عبادت کیجیے اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کیجیے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے لوٹتے وقت رات کو سفر کرتے رہے، جب آخر شب ہوئی تو آپ کو اونگھ آنے لگی، تب آپ نے پڑاؤ کیا اور بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آج کی رات تم ہمارا پہرا دو۔'' چنانچہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے رہے، جتنی کہ ان کی تقدیر میں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور آپ کے اصحاب بھی سو گئے۔ پھر جب صبح قریب ہوئی تو بلال رضی اللہ عنہ مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی اونٹنی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور ان کی آنکھ لگ گئی۔ پھر نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جاگے اور نہ بلال رضی اللہ عنہ اور نہ آپ کے صحابہ میں سے کسی کو جاگ آئی، یہاں تک کہ جب ان پر دھوپ پڑی، تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگے۔ آپ گھبرا گئے اور پکارا: ''اے بلال!'' بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میرے نفس کو بھی اسی نے پکڑ لیا جس نے آپ کے نفس کو پکڑا۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا: ''اونٹوں کو ہانکو!'' انھوں نے تھوڑی دور اونٹوں کو ہانکا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے۔ آپ نے وضو کیا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت کہنے کا حکم دیا، سو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کی اقامت کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا: ''جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آ جائے تب پڑھ لے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴾ [طٰہٰ : ۱٤] ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔''

[مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلوۃ الفائتۃ و استحباب تعجیل قضائھا : ٦٨٠]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی نماز کے وقت سو یا رہ جائے یا نماز پڑھنا بھول جائے تو اس کو چاہیے کہ جب یاد آ جائے تو نماز پڑھ لے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴾ [طٰہٰ : ۱٤] ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلوۃ الفائتۃ ...... الخ : ٦٨٤/٣١٦۔ بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب من نسی صلاۃ فلیصل إذا ذکر : ٥٩٧]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نماز بھول جائے یا سو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے اسی وقت پڑھ لے جب اسے یاد آئے، بس اس کا یہی کفارہ ہے۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب من نسی الصلوۃ ...... الخ : ٥٩٧۔ مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ ...... الخ : ٣١٤، ٦٨٤/٣١٥]

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ⑮

''یقیناً قیامت آنے والی ہے، میں قریب ہوں کہ اسے چھپا کر رکھوں، تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو وہ کوشش کرتا ہے۔''

یعنی قیامت کا وقوع پذیر ہونا امر یقینی ہے، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، لیکن اللہ نے اس کا وقت محدود تمام انس و

جن سے اتنا پوشیدہ رکھا ہے کہ قریب تھا کہ اس کا ذکر ہی نہ کرتا، اسے صیغۂ راز میں رکھتا یہاں تک کہ اچانک واقع ہو جاتی۔ لیکن اپنے مومن بندوں پر رحم کرتے ہوئے، انھیں عمل صالح کی ترغیب دلانے کے لیے اور تاکہ غیر مومنوں کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے، اس کا اجمالی طور پر ذکر کر دیا۔ اس دن باری تعالیٰ تمام انسانوں کو ان کے نیک و بد اعمال کا بدلہ چکائے گا جو انھوں نے دنیا میں اپنے اختیار اور مرضی سے کیے ہوں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ۷، ۸] ''تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔''

فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝۱۶

''سو تجھے اس سے وہ شخص کہیں روک نہ دے جو اس پر یقین نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہے، پس تو ہلاک ہو جائے گا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نصیحت کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ منکرینِ آخرت اور خواہشات کی اتباع کرنے والے آپ کو آخرت پر ایمان لانے سے روک دیں۔ یعنی آپ ایسے لوگوں کی پیروی نہ کیجیے جو آخرت کا انکار کرتے ہیں اور جن کی زندگی کا مقصد حصولِ لذت دنیا ہے، اس لیے وہ حصول رضائے مولیٰ سے بالکل غافل ہیں۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝۱۷ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۝۱۸

''اور یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ!؟ کہا یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ساتھ اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے لیے اس میں کئی اور ضرورتیں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا، یہ میری لاٹھی ہے، جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ذریعے سے میں اپنی بکریوں کے کھانے کے لیے درختوں سے پتے گراتا ہوں اور میں اسے دیگر کاموں کے لیے بھی استعمال کرتا ہوں، یعنی میں اس پر اپنا زادِ سفر اور پانی لٹکا کر اپنے کندھے پر ڈھوتا ہوں۔

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ۝۱۹ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝۲۰ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۫ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۝۲۱

''فرمایا اسے پھینک دے اے موسیٰ! تو اس نے اسے پھینکا تو اچانک وہ ایک سانپ تھا جو دوڑتا تھا۔ فرمایا اسے پکڑ اور ڈر

نہیں، عنقریب ہم اسے اس کی پہلی حالت میں لوٹا دیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ! آپ اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دیجیے۔ انھوں نے اسے زمین پر ڈال دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اوصاف بدل کر اسے ایک لمبے چوڑے مہیب سانپ کی شکل دے دی، جو تیزی سے ڈراؤنی حرکتیں کرنے لگا اور رسی کے سانپوں کو نگلنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کا جب یہ حال دیکھا تو ڈر کر بھاگنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ آپ اسے پکڑ لیجیے اور ڈریں نہیں، ہم اسے پہلے کی طرح لاٹھی بنا دیں گے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا تو وہ لاٹھی بن گئی جو ان کے ہاتھ میں پہلے سے تھی۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾

"اور اپنا ہاتھ اپنے پہلو کی طرف ملا، وہ کسی عیب کے بغیر سفید (چمکتا ہوا) نکلے گا، اس حال میں کہ ایک اور نشانی ہے۔ تاکہ ہم تجھے اپنی چند بڑی نشانیاں دکھائیں۔"

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالیے، وہ بغیر کسی بیماری اور عیب کے خوبصورت چمکتا ہوا ہوگا۔ یہ آپ کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرنے والا دوسرا معجزہ ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۡ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ﴾ [القصص : ۳۲] "اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کر، وہ کسی عیب کے بغیر سفید (چمکدار) نکلے گا اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنی جانب ملا لے، سو یہ دونوں تیرے رب کی جانب سے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف دو دلیلیں ہیں۔"

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾ ع

"فرعون کی طرف جا، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے۔"

موسیٰ علیہ السلام کو معجزات دیے جانے کا مقصد بیان کیا جا رہا ہے کہ اے موسیٰ! معجزات لے کر ہمارے رسول کی حیثیت سے آپ فرعون کے پاس جائیے، جو اپنی حد سے تجاوز کر کے معبود ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا ہے، اسے اس کی حیثیت یاد دلائیے اور میری عبادت کا حکم دیجیے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۚ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴾ [طٰہٰ : ۴۳، ۴۴] "دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پس اس سے بات کرو، نرم بات، اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کر لے، یا ڈر جائے۔" اور فرمایا: ﴿ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ

طَغٰی ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى﴾ [النازعات : ۱۷ تا ۲۰] ''فرعون کے پاس جا، یقیناً وہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ پس کہہ کیا تجھے اس بات کی کوئی رغبت ہے کہ تو پاک ہو جائے؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری راہ نمائی کروں، پس تو ڈر جائے۔ چنانچہ اس نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔''

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ وَ يَسِّرْ لِيْۤ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾

''اس نے کہا اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے لیے میرا کام آسان کر دے۔ اور میری زبان کی کچھ گرہ کھول دے۔ کہ وہ میری بات سمجھ لیں۔''

جب انھیں فرعون کے سامنے دعوت توحید دینے کا حکم ہوا، تو سوچا کہ ان کے کندھوں پر ایک عظیم ذمہ داری ڈال دی گئی ہے، ایک طرف بحیثیت انسان انھیں اپنی کم مائیگی اور بے سروسامانی یاد آ رہی تھی، تو دوسری طرف فرعون جیسے عظیم شاہ مصر کی قوت و جبروت اور اس کا جاہ وجلال ان کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ اسی لیے انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! میرا سینہ کھول دے اور مجھ پر جو ذمہ داری ڈالی ہے اسے آسان کر دے، اس لیے کہ تیری نصرت و اعانت کے بغیر اتنی بڑی ذمہ داری میرے ناتواں کندھے برداشت نہیں کر سکیں گے اور میری زبان کی گرہ کھول دے، تاکہ جب میں فرعونیوں کے سامنے تیری دعوت پیش کروں تو وہ میری بات کو سمجھ سکیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَ يَضِيْقُ صَدْرِيْ وَ لَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ﴾ [الشعراء : ۱۲ تا ۱٤] ''اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ اور میرا سینہ تنگ پڑتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی، سو تو ہارون کی طرف پیغام بھیج۔ اور ان کا میرے ذمے ایک گناہ ہے، پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔''

وَ اجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَ اَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾

''اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک بوجھ بٹانے والا بنا دے۔ ہارون کو، جو میرا بھائی ہے۔ اس کے ساتھ میری پشت مضبوط کر دے۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر دے۔ تاکہ ہم تیری بہت تسبیح کریں۔ اور تجھے بہت یاد کریں۔ بے شک تو ہمیشہ ہمارے حال کو خوب دیکھنے والا رہا ہے۔ فرمایا بے شک تجھے تیرا سوال عطا کر دیا گیا اے موسیٰ!''

موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی، اے میرے رب! میرے خاندان والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو رسالت کی ذمہ داری

اٹھانے میں میرا شریک و مددگار بنا دے، تاکہ ہم تیری خوب تسبیح بیان کریں اور تجھے خوب یاد کریں۔ تو ہمارے حالات سے باخبر ہے اور تو جانتا ہے کہ میں نے تجھ سے جو مانگا ہے وہ ہمارے لیے مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لی، ان کا سینہ کھول دیا، ان کی نصرت و اعانت کا وعدہ فرمایا، ان کی زبان کی گرہ کھول دی اور ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر فرعون کے سامنے دعوت پیش کرنے کی ذمہ داری میں ان کا شریک و مددگار بنا دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴾ [القصص : ۳۳، ۳۴] ”کہا اے میرے رب! بے شک میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے، اس لیے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اور میرا بھائی ہارون، وہ زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، تو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے، بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔“

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون (علیہ السلام) تھے؟“ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ : ۳۷۰۶]

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [القصص : ۳۵] ”کہا ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو ضرور مضبوط کریں گے اور تم دونوں کے لیے غلبہ رکھیں گے، سو وہ تم تک نہیں پہنچیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ تم دونوں اور جنھوں نے تمھاری پیروی کی، غالب آنے والے ہو۔“

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ۝ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ۝ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ۝

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ پر ایک اور بار بھی احسان کیا۔ جب ہم نے تیری ماں کو وحی کی، جو وحی کی جاتی تھی۔ یہ کہ تو اسے صندوق میں ڈال، پھر اسے دریا میں ڈال دے، پھر دریا اسے کنارے پر ڈال دے، اسے ایک میرا دشمن اور اس کا دشمن اٹھا لے گا اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے ایک محبت ڈال دی اور تاکہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائے۔“

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو بذریعہ الہام حکم دیا کہ وہ اپنے بچے کو ایک صندوق میں رکھ کر اپنے خالق و مالک پر بھروسا کرتے ہوئے دریا میں ڈال دے، تاکہ دریا اللہ کے حکم سے اس صندوق کو اس جگہ پہنچا دے جہاں فرعون نہایا کرتا

تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور صندوق تیرتا ہوا اس نہر تک پہنچ گیا جو دریا سے نکل کر فرعون کے محل تک پہنچتی تھی۔ جب اللہ اور اس کے رسول موسیٰ علیہ السلام کے دشمن فرعون نے وہ صندوق دیکھا تو اسے نکالنے کا حکم دیا۔ اس میں بچہ دیکھ کر اللہ کی مشیت کے مطابق فرعون بہت ہی خوش ہوا۔ اللہ نے اس کے اور دوسروں کے دل میں موسیٰ علیہ السلام کی محبت پیوست کر دی، تاکہ اللہ کے حفظ وامان میں فرعون کے گھر ہی میں پرورش و پرداخت ہو۔

اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [القصص : ۸، ۹] ”تو فرعون کے گھر والوں نے اسے اٹھا لیا، تاکہ آخر ان کے لیے دشمن ہو اور غم کا باعث ہو۔ بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔ اور فرعون کی بیوی نے کہا یہ میرے لیے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، امید ہے کہ وہ ہمیں فائدہ پہنچائے، یا ہم اسے بیٹا بنا لیں اور وہ سمجھتے نہ تھے۔“

اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝۴۰ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝۴۱

”جب تیری بہن چلی جاتی تھی، پس کہتی تھی کیا میں تمھیں اس کا پتا دوں جو اس کی پرورش کرے؟ پس ہم نے تجھے تیری ماں کی طرف لوٹا دیا، تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غم نہ کرے۔ اور تو نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور ہم نے تجھے آزمایا، خوب آزمانا، پھر کئی سال تو مدین والوں میں ٹھہرا رہا، پھر تو ایک مقرر اندازے پر آیا اے موسیٰ! اور میں نے تجھے اپنے لیے خاص طور پر بنایا ہے۔“

موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے گھر پہنچ گئے تو وہ اور اس کی بیوی ان سے خوب محبت کرنے لگے، لیکن مشیت الٰہی کے مطابق وہ کسی بھی دودھ پلانے والی دایہ کا دودھ پینے سے منہ بند کر لیتے تھے۔ ان کی بہن مریم بنت عمران نے جو لحظہ بہ لحظہ ان کی خبر لے رہی تھی، جب سنا کہ فرعون اور اس کی بیوی آسیہ کسی دایہ کی تلاش میں ہیں، تو کہا کیا میں آپ لوگوں کو ایک دایہ کا پتا دوں، جو اس بچے کو دودھ پلائے گی اور اس کی پرورش و پرداخت کرے گی؟ انھوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ تو کہا کہ وہ میری ماں ہے، جن کی گود میں میرا ایک سال کا بھائی ہارون ہے۔ چنانچہ جب انھیں بلایا گیا تو موسیٰ فوراً ان کا دودھ پینے لگے۔ اس طرح اللہ نے انھیں ان کی ماں تک پہنچا دیا، تاکہ ان کی ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور بچے کو دریا میں ڈال دینے کی وجہ سے انھیں جو غم لاحق ہوا تھا اس کا ازالہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر ایک احسان یہ بھی کیا کہ انھوں نے فرعون کے گھر میں بڑے ہو کر ایک قبطی کو غلطی سے قتل کر دیا تو سبھی فرعونی ان کے قتل کے درپے ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام وہاں سے جان بچا کر بھاگ نکلے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ لغزش معاف کر دی۔ اسی طرح نبی بننے سے پہلے گوناگوں آزمائشوں سے گزرے اور ہر بار اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور جب فرعونیوں کے ڈر سے بھاگ کر مدین پہنچے تو ایک مرد صالح نے سارا ماجرا سن کر کہا کہ اب تمھیں ڈرنے کی ضرورت نہیں، یہاں آ کر ظالموں سے تم نجات پا چکے ہو۔ چنانچہ وہاں بیس یا اٹھائیس سال اس نیک شخص کی زیر تربیت رہے اور پھر حکمتِ الٰہی کے تحت وہاں سے اپنی بیوی کو لے کر چلے اور طور سینا کے پاس پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں پیغمبری عطا کی اور ان سے ہم کلام ہوا۔ طور تک اس وقت ان کا پہنچنا اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے مقدر تھا جس کی انھیں کوئی خبر نہیں تھی۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے آپ کو اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے اور مختلف مراحل سے گزار کر اس کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے قابل بنایا ہے، لہٰذا فرعون اور بنی اسرائیل کو میرا پیغام اچھی طرح پہنچا دیجیے اور انھیں مجھ پر ایمان لانے اور اعمال صالحہ کرنے کی دعوت دیجیے، تاکہ انھیں دنیا و آخرت میں بھلائی حاصل ہو۔

وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا : جوان ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی قوم کے ایک شخص کو غلطی سے قتل کر دیا اور جب انھیں معلوم ہوا کہ حکومت انھیں قصاص میں قتل کرنے والی ہے تو وہ اس شہر کو چھوڑ کر چلے گئے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ٛ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ٛ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [القصص : ۱۴، ۱۵] ”اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا طاقتور ہو گیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا اور اسی طرح نیکی کرنے والوں کو ہم بدلہ دیتے ہیں۔ اور وہ شہر میں اس کے رہنے والوں کی کسی قدر غفلت کے وقت داخل ہوا تو اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ لڑ رہے ہیں، یہ اس کی قوم سے ہے اور یہ اس کے دشمنوں میں سے ہے۔ تو جو اس کی قوم سے تھا اس نے اس سے اس کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں سے تھا، تو موسیٰ نے اسے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔ کہا یہ شیطان کے کام سے ہے، یقیناً وہ کھلم کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔“ ارشاد فرمایا: ﴿ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىِٕفًا يَّتَرَقَّبُ ٗ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [القصص : ۲۱، ۲۲] ”تو وہ ڈرتا ہوا اس سے نکل پڑا، انتظار کرتا تھا، کہا اے میرے رب! مجھے ان ظالم لوگوں سے بچا لے۔ اور جب اس نے مدین کی طرف رخ کیا تو کہا میرا رب قریب ہے کہ مجھے سیدھے راستے پر لے جائے۔“

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، اے اہل عراق! میں تم

سے چھوٹے گناہ سے متعلق نہیں پوچھتا، نہ اس کے متعلق پوچھتا ہوں جو کبیرہ گناہ کرتا ہو۔ میں نے سنا اپنے باپ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ کہتے تھے، میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''فتنہ ادھر سے آئے گا۔'' اور آپ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''جہاں سے شیطان کے دونوں قرن نکلیں گے اور تم ایک دوسرے کی گردن مارتے ہو (حالانکہ مومن کا قتل کتنا بڑا گناہ ہے)۔'' اور موسیٰ علیہ السلام نے جو فرعون کی قوم کا ایک شخص مارا تھا وہ خطا سے مارا تھا (نہ کہ قتل کی نیت سے، کیونکہ گھونسے سے آدمی نہیں مرتا) اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ﴾ ''اور تو نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور ہم نے تجھے آزمایا، خوب آزمانا۔'' [مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب الفتنۃ في المشرق من حیث طلع قرنا الشیطان : ۵۰/ ۲۹۰۵]

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ : یعنی میں نے اپنی مرضی و مشیت سے اپنے رسول کے طور پر تمھارا انتخاب کر لیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے وہ حدیث بیان کی، جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی، تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا، آپ نے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا اور انھیں جنت سے نکلوا دیا؟ سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا، آپ وہی ہیں جنھیں اللہ نے اپنی رسالت سے ممتاز فرمایا اور اپنے لیے پسند فرمایا اور تورات عطا فرمائی؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ہاں! پھر سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا، کیا آپ نے اس میں یہ نہیں پڑھا کہ میری پیدائش سے پہلے یہ سب میرے لیے لکھ دیا گیا تھا؟ کہا، ہاں! الغرض سیدنا آدم علیہ السلام سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر دلیل میں غلبہ پا گئے۔'' [بخاري، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ واصطنعتك لنفسي ﴾ : ۴۷۳۶۔ مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللہ علیهما وسلم : ۲۶۵۲]

اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾

''تو اور تیرا بھائی میری آیات لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پس اس سے بات کرو، نرم بات، اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کر لے، یا ڈر جائے۔''

اے موسیٰ! آپ اور آپ کے بھائی ہارون جن کے لیے آپ نے دعا کی ہے، میرے دونوں معجزات لے کر، جن کا ظہور میری قدرت سے آپ کے سامنے ہو چکا ہے، دعوت کے لیے آگے بڑھیے اور آپ دونوں پر اب تک میں نے جو احسانات و انعامات کیے ہیں انھیں یاد رکھیے اور تبلیغ رسالت میں تندہی سے کام لیجیے۔ آپ دونوں میرا پیغام لے کر فرعون کے پاس جائیے جس نے سرکشی کی راہ اختیار کر لی ہے اور اپنے آپ کو ایک بندۂ عاجز ماننے کے بجائے رب اور معبود

ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا ہے اور دیکھیے آپ دونوں کا اسلوب بیان نرم ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ نرم گفتگو بڑے بڑے ظالموں اور سرکشوں کو بھی بعض اوقات موم بنا دیتی ہے۔ شاید کہ آپ دونوں کی باتیں اسے غور و فکر پر مجبور کر دیں اور وہ ایمان و ہدایت کی راہ اپنا لے، یا ڈرے کہ اگر کفر و ظلم پر مصر رہا تو اللہ کا عذاب اسے اپنی گرفت میں لے لے گا۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى : یہ آیت کریمہ عظیم الشان نصیحت پر مشتمل ہے، دیکھیے ! فرعون ظلم و استبداد اور سرکشی و بغاوت میں حد سے بڑھا ہوا تھا، موسیٰ اس وقت سارے انسانوں میں سب سے پسندیدہ اور اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ فرعون سے مخاطب ہوتے وقت لب و لہجہ نرم رکھیں اور اسے ملائمت و شائستگی سے دعوت دیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ [النحل : ۱۲۵] ”اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔“

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الرفق : ۲۵۹۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! بے شک اللہ نرم ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے اور جو کچھ وہ نرمی پر عطا فرماتا ہے سختی پر عطا نہیں فرماتا اور نہ اس کے علاوہ کسی اور چیز پر عطا فرماتا ہے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الرفق : ۲۵۹۳]

قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِيْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ١ۙ۬ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ١ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ١ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾

”دونوں نے کہا اے ہمارے رب! یقیناً ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا، یا کہ حد سے بڑھ جائے گا۔ فرمایا ڈرو نہیں، بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔ تو اس کے پاس جاؤ اور کہو بے شک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، پس تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انھیں عذاب نہ دے، یقیناً ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آئے ہیں اور سلام اس پر جو ہدایت کے پیچھے چلے۔ بے شک ہم، یقیناً ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ بے شک عذاب اس پر ہے جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ اس نے کہا تو تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ!؟ کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر راستہ دکھایا۔“

دونوں بھائیوں نے اللہ کا حکم پانے کے بعد جب حالات پر غور کیا اور اپنی بے کسی اور فرعون کے قہر و جبروت کا تصور کیا تو انسانی فطرت کے مطابق ڈرے اور اس کا اپنے رب سے اظہار کرتے ہوئے کہا، اے ہمارے رب! ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں غضب و غصے میں وہ ہمیں قتل نہ کر دے، یا کوئی سخت سزا نہ دے دے، یا اس کی سرکشی اور بڑھ جائے اور تیری شان و عظمت کے خلاف کوئی بات نہ کر بیٹھے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اطمینان دلایا اور کہا کہ ڈرنے کی ایسی کوئی بات نہیں، میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، آپ دونوں اور اس کے درمیان جو گفتگو ہو گی اور جو کچھ وقوع پذیر ہو گا، اسے میں سنوں گا اور دیکھوں گا اور تم دونوں کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ اس لیے آپ دونوں اس کے پاس جائیے اور اس سے کہیے کہ ہم دونوں تمھارے رب کے پیغامبر ہیں، تمھارے پاس اس لیے بھیجے گئے ہیں کہ تم بنی اسرائیل کو قید و بند سے آزاد کر دو، انھیں عذاب دینا بند کرو اور ہمارے ساتھ انھیں ہمارے وطن فلسطین جانے دو اور یہ بھی کہیے کہ ہمارے پاس تمھارے رب کی جانب سے ہمارے رسول ہونے کی دلیل یعنی معجزے موجود ہیں۔ حکیمانہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے اس سے کہیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تصدیق نہیں کرے گا اور اس کے دین سے روگردانی کرے گا، وہ اس کے عذاب کا مستحق ہو گا۔ فرعون نے ان کی پوری بات سننے کے بعد کہا، اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ساری مخلوق کو اس کی مخصوص شکل و صورت میں پیدا کیا ہے، پھر سبھی کو طلبِ رزق کے گر سکھائے اور ان کی نسلوں کی بقا کے لیے وسائل و اسباب مہیا فرما کر انھیں استعمال کرنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے۔

وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى : یعنی اگر تو ہدایت کی بات کو مان لے تو تیرے لیے بھی سلامتی ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو خط لکھتے وقت بھی یہی انداز اختیار کیا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط شاہ روم ہرقل کو لکھا تھا، اس میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بعد یہ مضمون لکھا تھا: ''یہ خط اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شاہ روم ہرقل کے نام ہے۔ جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔ اس کے بعد یہ کہ میں تجھے اسلام کی طرف بلاتا ہوں، تم اسلام قبول کر لو تو سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تجھے دوہرا اجر عنایت فرمائے گا۔'' [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ۷۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب کتب النبی إلی هرقل ...... الخ : ۱۷۷۳]

اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى : یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے ہمیں یہ بتایا ہے کہ عذاب صرف اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلائے اور اس کی اطاعت سے روگردانی کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۙ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۙ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ [النازعات : ۳۷ تا ۳۹] ''پس لیکن جو حد سے بڑھ گیا۔ اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بے شک جہنم ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۚ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۙ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴾ [اللیل : ۱۴ تا ۱۶] ''پس میں نے تمھیں ایک ایسی

آگ سے ڈرا دیا ہے جو شعلے مارتی ہے۔ جس میں اس بڑے بد بخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔" اور فرمایا: ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾ [القيامة : ۳۱، ۳۲] "سو نہ اس نے سچ مانا اور نہ نماز ادا کی۔ اور لیکن اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔"

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۝۵۱ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَ لَا يَنْسَى ۝۵۲ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝۵۳ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝۵۴

"اس نے کہا تو پہلے زمانوں کے لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہا ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ وہ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور تمھارے لیے اس میں راستے جاری کیے اور آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ کئی قسمیں مختلف نباتات سے نکالیں۔ کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو چراؤ، بے شک اس میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔"

جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بتایا کہ ان کا رب وہ ہے جس نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا ہے، انھیں روزی دی ہے اور انھیں زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا ہے تو وہ لاجواب ہو گیا، آخر شکست خوردہ ہو کر کہنے لگا کہ پھر ان اقوام گزشتہ کے بارے میں تم کیا کہو گے جو بتوں کی پوجا کرتی تھیں؟ جیسے نوح، ہود، لوط اور صالح علیہم السلام کی قومیں، جو ایک اللہ پر ایمان نہیں لائیں اور بتوں کی پرستش کرتی ہوئی دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان تمام قوموں کے اعمال کا اللہ کو پورا پورا علم ہے۔ ان کا ہر قول و عمل ان کے نامۂ اعمال میں محفوظ ہے اور روز قیامت انھیں ان کا بدلہ مل جائے گا۔ میرے رب کے دائرۂ علم سے کوئی ادنیٰ چیز بھی خارج نہیں ہے اور نہ اس پر نسیان طاری ہوتا ہے، میرا رب ان دونوں عیوب اور دیگر تمام نقائص سے یکسر پاک ہے۔ میرا رب وہ ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے فرش بنا دیا ہے، تاکہ تم اس پر زندگی گزار سکو اور میرا رب وہ ہے جس نے زمین پر تمھارے لیے راستے ہموار کر دیے ہیں، تاکہ تم ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکو اور میرا رب وہ ہے جو آسمان سے بارش نازل کرتا ہے جس سے نہریں بنتی ہیں اور کنویں بھرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا جواب ختم ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو اپنی وحدانیت پر ایمان لانے کی نصیحت کے طور پر فرمایا کہ ہم ہی اس پانی کے ذریعے سے انواع و اقسام کے پودے، پھل اور درخت وغیرہ پیدا کرتے ہیں، جو رنگ، مزہ، بو اور دیگر اوصاف و خصائص میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے عقل تقاضا کرتی ہے کہ تم ہم پر ایمان لے آؤ، ان پودوں اور پھلوں میں سے جو تمھارے کھانے کے لیے ہیں انھیں خود کھاؤ اور جو تمھارے جانوروں کے لیے ہیں وہ انھیں کھلاؤ۔ مذکورہ بالا تمام اعمال اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ رب العزت ہر بات پر قادر ہے، اس کا علم ہر شے کو محیط ہے

اور اس کی رحمت تمام مخلوقات کو شامل ہے، اس لیے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے، لیکن ان دلائل سے صرف اہل عقل و دانش ہی مستفید ہوتے ہیں۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾

”اسی سے ہم نے تمھیں پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمھیں ایک اور بار نکالیں گے۔“

یعنی تم سب کے باپ آدم علیہ السلام کا پتلا مٹی سے بنایا گیا اور تمام غذائیں بھی مٹی سے نکلتی ہیں، مرنے کے بعد خواہ کوئی انسان قبر میں دفن ہو یا نہ ہو، بالواسطہ یا بلا واسطہ اس کے اجزا بھی مٹی ہی میں مل جائیں گے۔ قیامت کے روز انھی اجزا کو دوبارہ جمع کر کے اور ان میں روح پھونک کر زندہ کر دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۵] ”فرمایا تم اسی میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔“

بعض روایات میں دفنانے کے بعد تین مٹھیاں مٹی ڈالتے وقت اس آیت کا پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، لیکن یہ روایات سنداً ضعیف ہیں، تاہم آیت کے بغیر تین مٹھیاں مٹی ڈالنے والی روایت جو ابن ماجہ، کتاب الجنائز (۱۵۶۵) میں ہے، وہ صحیح ہے۔

وَ لَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ اَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے اپنی نشانیاں سب کی سب دکھلائیں، پس اس نے جھٹلایا اور انکار کر دیا۔ کہا کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمیں ہماری سرزمین سے اپنے جادو کے ذریعے نکال دے اے موسیٰ! تو ہم بھی ہر صورت تیرے پاس اس جیسا جادو لائیں گے، پس تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان وعدے کا ایک وقت طے کر دے کہ نہ ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تو، ایسی جگہ میں جو مساوی ہو۔ کہا تمھارے وعدے کا وقت زینت کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں۔ پس فرعون واپس لوٹا، پس اس نے اپنے داؤ پیچ جمع کیے، پھر آ گیا۔“

یہاں آیات سے مراد وہ نو نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دی تھیں، وہ نشانیاں یہ ہیں، لاٹھی، ید بیضاء، قحط سالی، پھلوں کی کمی، طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک اور خون۔

موسیٰ علیہ السلام لمبے عرصے تک فرعون کو دعوت توحید دیتے رہے اور اس طویل مدت میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا نشانیاں

بھیج کر اسے راہ دکھائی، لیکن وہ کبر و غرور میں سب کو جھٹلاتا رہا اور ایمان لانے سے انکار کرتا رہا، بلکہ اس کے برعکس موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم مصر والوں کو اپنے جادو کے زور سے اس وہم میں مبتلا کرنا چاہتے ہو کہ اللہ نے تمھیں اپنا نبی بنا کر بھیجا ہے، تاکہ ہماری سلطنت اور ملک مصر پر قابض ہو جاؤ اور ہمیں یہاں سے نکال دو، تو سن لو کہ ہم تمھارے جادو کا توڑ اس سے قوی جادو سے کریں گے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تم نبی نہیں بلکہ جادوگر ہو۔ اس لیے تم خود ہی ہمارے درمیان مقابلے کا ایک وقت مقرر کر دو، جس کی ہم میں سے کوئی خلاف ورزی نہ کرے اور اس کے لیے ایک ایسی جگہ مقرر کر دو جہاں کھڑے ہو کر سبھی لوگ مقابلہ دیکھ لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہمارے درمیان مقابلے کا وقت عید کا دن رہا اور لوگ مقابلہ دیکھنے کے لیے صبح کے وقت جمع ہو جائیں، تاکہ دن کی پوری روشنی میں اسے دیکھ سکیں۔ اس گفتگو کے بعد فرعون نے اپنی مجلس برخواست کر دی اور موسیٰ علیہ السلام کو مغلوب کرنے کے لیے اپنی سازش کے تانے بانے بننے لگا اور ملک کے تمام بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کر کے مقابلہ جیتنے کے لیے اپنے تئیں تمام انتظام مکمل کر لیے۔

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَ قَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾

”موسیٰ نے ان سے کہا تمھاری بربادی ہو! اللہ پر کوئی جھوٹ نہ باندھنا، ورنہ وہ تمھیں عذاب سے ہلاک کر دے گا اور یقیناً ناکام ہوا جس نے جھوٹ باندھا۔ تو وہ اپنے معاملے میں آپس میں جھگڑ پڑے اور انھوں نے پوشیدہ سرگوشی کی۔ کہا بے شک یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں، چاہتے ہیں کہ تمھیں تمھاری سرزمین سے اپنے جادو کے ذریعے نکال دیں اور تمھارا وہ طریقہ لے جائیں جو سب سے اچھا ہے۔ سو تم اپنی تدبیر پختہ کرو، پھر صف باندھ کر آجاؤ اور یقیناً آج وہ کامیاب ہوگا جس نے غلبہ حاصل کر لیا۔“

جب جادوگر وقت مقررہ پر موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آئے، تو انھوں نے ان سے ازراہ حجت کہا کہ تم لوگ اللہ کے بارے میں افترا پردازی نہ کرو اور اپنے جادو کے ذریعے سے محض خیالی چیز پیش کر کے لوگوں کو دھوکا نہ دو، اگر تم ایسا کرو گے تو ایک دردناک عذاب کے ذریعے سے اللہ تمھیں نیست و نابود کر دے گا اور جان لو کہ افترا پرداز ہمیشہ گھاٹے میں رہتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی باتیں سن کر جادوگروں میں اختلاف ہو گیا اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ یہ کوئی جادوگر ہے یا واقعی اللہ کا رسول ہے۔ بالآخر ان کی یہی رائے ہوئی کہ یہ دونوں جادوگر ہی ہیں، اپنے جادو کے ذریعے سے فرعون اور

ہمیں سرزمین مصر سے نکال کر خود سلطنت پر قابض ہو جانا چاہتے ہیں اور ہماری جگہ اپنی قوم کو یہاں بسا کر ہمارے اچھے بھلے دین اور اخلاق کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ اس لیے ہم لوگ ایک بات پر متفق ہو جائیں اور صف بنا کر آگے بڑھیں، تاکہ دیکھنے والوں پر ہمارا رعب پڑے اور پھر آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آج جو غالب ہوگا وہ فرعون اور فرعونیوں کی جانب سے خوب داد و دہش پائے گا۔

لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " (جھوٹ سے بچو، کیونکہ) جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور جہنم کی طرف لے جاتے ہیں اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔" [مسلم، كتاب البر و الصلة، باب قبح الكذب و حسن الصدق و فضله : ٢٦٠٧]

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَ اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾

" انھوں نے کہا اے موسیٰ! یا تو یہ کہ تو پھینکے اور یا یہ کہ ہم پہلے ہوں جو پھینکے۔ کہا بلکہ تم پھینکو، تو اچانک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں، اس کے خیال میں ڈالا جاتا تھا، ان کے جادو کی وجہ سے کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔ تو موسیٰ نے اپنے دل میں ایک خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا خوف نہ کر، یقیناً تو ہی غالب ہے۔ اور پھینک جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ نگل جائے گا جو کچھ انھوں نے بنایا ہے، بے شک انھوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آئے۔"

جب جادوگروں کے درمیان اتفاق ہو گیا کہ مقابلہ کیسے کیا جائے تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ پہلے تم ابتدا کرو گے یا ہم شروع کریں؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پہلے تم ہی ڈالو اور انھوں نے ایسا اس لیے کہا کہ جب جادوگر اپنا کرتب دکھا چکیں گے اور ان کے خیالی سانپوں کو موسیٰ کی لاٹھی نگل جائے گی، تو معجزۂ نبوی زیادہ واضح شکل میں درس عبرت بن کر لوگوں کے سامنے آئے گا۔ جادوگروں نے جب اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینکیں تو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ جادو کے اثر سے دوڑ رہی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام بحیثیت انسان ان سانپوں سے ڈر گئے، یا اس بات سے ڈر گئے کہ کہیں لوگ جادوگروں کے کرتب سے متاثر تو نہ ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ وہ جو چیز پیش کرنے جا رہے تھے وہ بھی ان کے جادو سے ملتی جلتی تھی، ان کی لاٹھیاں اور رسیاں بھی سانپ نظر آ رہی تھیں اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو بھی سانپ کی شکل اختیار کرنا تھی،

تو موسیٰ علیہ السلام گھبرائے کہ پتا نہیں لوگ جادو اور معجزے کے درمیان فرق کر پائیں گے کہ نہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی گھبراہٹ دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں، تجھے ان کے مقابلے میں فتح نصیب ہوگی اور معجزۂ الٰہی کے سامنے ان کی ایک نہیں چلے گی۔ آپ کے دائیں ہاتھ میں جو لاٹھی ہے، اسے زمین پر ڈال دیجیے، انھوں نے ایسا ہی کیا اور وہ لاٹھی ایک مہیب و تیز طرار اژدہا بن کر جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگلنے لگی اور تمام لوگ اور جادوگر اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھتے رہے، یہاں تک کہ میدان میں ایک سانپ بھی باقی نہ رہا، جادو شکست کھا گیا اور اللہ تعالیٰ کا معجزہ غالب آ گیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ انھوں نے جو کچھ بنایا تھا وہ جادوگروں کا کرتب تھا اور جادوگر کوئی بھی چال چلے کامیاب نہیں ہوسکتا۔

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ﴿۷۰﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ﴿۷۱﴾

”تو جادوگر گرا دیے گئے، اس حال میں کہ سجدہ کرنے والے تھے، انھوں نے کہا ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔ کہا تم اس پر اس سے پہلے ایمان لے آئے کہ میں تمھیں اجازت دوں، یقیناً یہ تو تمھارا بڑا ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے، پس یقیناً میں ہر صورت تمھارے ہاتھ اور تمھارے پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹوں گا اور ضرور ہر صورت تمھیں کھجور کے تنوں پر بری طرح سولی دوں گا اور یقیناً تم ضرور جان لو گے کہ ہم میں سے کون عذاب دینے میں زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔“

جب جادوگروں نے تمام ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو جادوگری کے تمام علوم وفنون کی وجہ سے انھیں یقین ہوگیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ابھی انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ کوئی جادو نہیں ہے، وہ تو وہ حق ہے جس کی حقانیت میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہ سب کچھ اس اللہ کی قدرت سے ہوا ہے جو کہتا ہے ”ہو جا“ تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔ اس لیے تمام جادوگر اللہ کے لیے سجدے میں گر گئے اور پکار اٹھے کہ ہم ہارون و موسیٰ علیہما السلام کے رب پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے جب دیکھا کہ ان جادوگروں نے تمام لوگوں کے سامنے اپنے ایمان لانے کا اعلان کر دیا اور اسے ڈر ہوا کہ کہیں دوسرے لوگ بھی ان کی پیروی نہ کرنے لگیں، تو اپنی طاقت کے غرور میں اس نے ان سے کہا کہ میری اجازت کے بغیر تم لوگ موسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لے آئے ہو، مجھے یقین ہوگیا کہ یہی موسیٰ وہ بڑا جادوگر ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے اور تم سب نے مل کر سازش کر رکھی ہے، تاکہ اہل مصر کو تم ان کے ملک سے نکال دو۔ فرعون نے ان نئے مسلمانوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ میں تم میں سے ہر ایک کا ایک ہاتھ اور دوسری جانب کا ایک پاؤں کاٹ دوں گا اور کھجوروں کے درختوں پر سولی دے کر

لٹکا دوں گا، تب تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا عذاب زیادہ شدید اور دائمی ہے یا موسیٰ کے رب کا، جس کے ڈر سے تم موسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لے آئے ہو۔

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ ﴿۷۲﴾

”انھوں نے کہا ہم تجھے ہرگز ترجیح نہ دیں گے ان واضح دلائل پر جو ہمارے پاس آئے ہیں اور اس پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، سو فیصلہ کر جو تو فیصلہ کرنے والا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ تو اس دنیا کی زندگی کا فیصلہ کرے گا۔“

ان نئے مسلمانوں پر اس کی دھمکی کا کوئی اثر نہ ہوا، سچ ہے کہ ایمان صادق کے سامنے دنیا کی کوئی جھوٹی طاقت قدم نہیں جما سکتی۔ حق کے اس سیل رواں میں ہر مادی قوت خس و خاشاک کی مانند بہ جاتی ہے، انھوں نے کہا کہ ہمارے سامنے جن معجزات الٰہیہ کا ظہور ہو چکا ہے، ان پر اور اس ذات برحق پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، ہم تمھیں ہرگز ترجیح نہیں دیں گے۔ اس لیے تمھیں جو کرنا ہو کر ڈالو، تمھارے فیصلے اور احکامات صرف اس دنیا میں چلیں گے جو محض ایک عارضی ٹھکانا ہے، ہماری زندگی کا مقصد تو اب صرف آخرت کی کامیابی ہے۔

اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ مَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۷۳﴾

”بے شک ہم اپنے رب پر اس لیے ایمان لائے ہیں کہ وہ ہمارے لیے ہماری خطائیں بخش دے اور جادو کے وہ کام بھی جن پر تو نے ہمیں مجبور کیا ہے اور اللہ بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔“

نو مسلموں نے فرطِ جوش ایمانی میں بلا خوف و خطر کہا کہ ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے ہیں، تاکہ وہ ہمارے سابقہ گناہوں کو معاف کر دے اور موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا مقابلہ کرنے کے لیے جس جادوگری پر تم نے ہمیں مجبور کیا تھا اسے بھی معاف کر دے اور ایمان و عمل صالح والوں کے لیے اللہ کا ثواب بہتر ہوتا ہے، جبکہ نافرمانوں کے لیے اس کے عذاب کی مدت بہت لمبی ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۙ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾

”بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم ہے، نہ وہ اس میں مرے گا

اور نہ جیے گا۔ اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔ ہیشگی کے باغات، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔“

ان آیات میں کافر و مومن کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جس کی موت کفر پر ہوگی اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جہاں نہ اسے موت آئے گی کہ عذاب سے چھٹکارا پا لے اور نہ ایسی زندگی ہوگی جس میں اسے سکون میسر ہو۔ وہاں وہ زندہ ہوتے ہوئے عذاب نار سے ایسی شدید تکلیف اٹھائے گا کہ ہر دم اس پر موت کی کیفیت طاری رہے گی اور جو اس دنیا میں ایمان و عمل صالح والی زندگی گزارے گا، تو قیامت کے دن اس کے درجات بلند ہوں گے، اس کا ٹھکانا وہ جنت عدن ہوگی جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہاں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور یہ بدلہ اس کو ملے گا جس نے دنیا میں اپنے آپ کو کفر و معاصی کی آلائشوں سے پاک رکھا ہوگا۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى : جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ﴾ [فاطر : ۳۶] ”نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۙ۝ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۚ۝ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾ [الأعلٰی : ۱۱ تا ۱۳] ”اور اس سے علیحدہ رہے گا جو سب سے بڑا بدنصیب ہے۔ وہ جو سب سے بڑی آگ میں داخل ہوگا۔ پھر وہ نہ اس میں مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اصلی جہنمی تو جہنم ہی میں پڑے رہیں گے، انھیں وہاں نہ موت آئے گی اور (نہ آرام کی) زندگی ملے گی، ہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنھیں ان کے گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، جہاں اللہ انھیں موت دے دے گا اور وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے۔ پھر شفاعت کی اجازت کے بعد گروہ گروہ کر کے نکالے جائیں گے اور جنت کی نہروں کے کناروں پر انھیں پھیلا دیا جائے گا اور جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ ان پر پانی ڈالو، تو وہ اس طرح اگیں گے جیسے دانہ اس مٹی میں اگتا ہے جسے پانی بہا کر لاتا ہے۔“ یہ سن کر ایک شخص کہنے لگا، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ زمانہ جنگل میں گزار چکے ہیں۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات الشفاعۃ و إخراج الموحدین من النار : ۱۸۵۔ مسند أحمد : ۳/ ۲۰، ح : ۱۱۱۵۷]

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى : یعنی ان کے لیے جنت ہوگی جس میں بلند و بالا درجات، پر امن بالاخانے اور پاکیزہ و نفیس مکانات ہوں گے۔ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ

کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں ہے اور ان میں سے سب سے اعلیٰ درجہ فردوس ہے، اسی سے جنت کی چاروں نہریں جاری ہوتی ہیں۔ اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے، تو تم اللہ سے جب جنت مانگو تو جنت الفردوس کی دعا کیا کرو۔'' [ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة درجات الجنة : ۲۵۳۱۔ مسند أحمد : ۳۱۶/۵، ح : ۲۲۷۶۱۔ مستدرك حاكم : ۸۰/۱، ح : ۲۶۹]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت والے اپنے سے اوپر بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم اس چمکتے ستارے کو دیکھتے ہو جو صبح کے وقت آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں رہ گیا ہو، ان میں سے ایک دوسرے سے افضل ہوگا۔'' صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ درجات تو انبیاء کے ساتھ خاص ہوں گے، جنھیں ان کے سوا کوئی نہ پا سکے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور نبیوں کو سچا جانا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۵۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب ترائی أهل الجنة أهل الغرف ...... الخ : ۲۸۳۱]

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى ۙ۬ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَ اَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَ مَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا، پس ان کے لیے سمندر میں ایک خشک راستہ بنا، نہ تو پکڑے جانے سے خوف کھائے گا اور نہ ڈرے گا۔ پس فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تو انھیں سمندر سے اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے انھیں ڈھانپا۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور سیدھے راستے پر نہ ڈالا۔''

سیدنا موسیٰ علیہ السلام ایک طویل مدت تک فرعون اور فرعونیوں کو دعوت اسلام دیتے رہے، لیکن وہ اپنے کفر پر مصر رہے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر سرزمین مصر سے نکل جائیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ بحر قلزم کی طرف جانے لگے تو فرعون نے اپنی فوج کے ساتھ ان کا پیچھا کیا، تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنی لاٹھی پانی پر ماری، پانی دو طرف ہو گیا اور خشک راستہ بن گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر بے خوف و خطر چل پڑے اور پیچھے پیچھے فرعون اور اس کا لشکر بھی چل پڑے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ دوسرے کنارے پر پہنچ گئے اور فرعون اپنے لشکر کے ساتھ بیچ میں پہنچا، تو پانی نے انھیں ہر طرف سے آ گھیرا اور سبھی اس میں غرق ہو گئے۔ فرعون نے اپنے کفر و تکبر کی وجہ سے اپنی قوم کو ہلاکت میں ڈال دیا اور راہ راست کی طرف انھیں نہیں جانے دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ

مَعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۚ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٦٣ تا ٦٦] ’’تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مار، پس وہ پھٹ گیا تو ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اور وہیں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو بچا لیا۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔‘‘

يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَ مَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

’’اے بنی اسرائیل! بے شک ہم نے تمھیں تمھارے دشمن سے نجات دی اور تمھیں پہاڑ کی دائیں جانب کا وعدہ دیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا۔ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمھیں دی ہیں اور ان میں حد سے نہ بڑھو، ورنہ تم پر میرا غضب اترے گا اور جس پر میرا غضب اترا تو یقیناً وہ ہلاک ہو گیا۔ اور بے شک میں یقیناً اس کو بہت بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر چلے۔‘‘

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی تھیں اور ان پر جو احسانات کیے تھے انھی کا ذکر ہو رہا ہے اور انھیں نصیحت کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ کا شکر بجا لائیں، تاکہ وہ نعمتیں باقی رہیں اور ناشکری نہ کریں، تاکہ اللہ کے عذاب وغضب سے بچے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے دشمن فرعون سے نجات دی، پھر انھیں حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طور سینا کے پاس جائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ جب ان سے ہم کلام ہو تو اس منظر کو دیکھ کر ان کا ایمان راسخ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ بھی احسان کیا کہ میدان تیہ میں انھیں کھانے کے لیے من وسلویٰ عطا کیا اور نصیحت کی کہ ہماری دی ہوئی حلال روزی کھاؤ اور حد سے تجاوز نہ کرو، ورنہ ہمارے غیظ وغضب کے مستحق ہو جاؤ گے اور جس پر ہمارا غضب نازل ہو جاتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور جو کفر وشرک اور معصیت ونفاق سے توبہ کرتا ہے، ایمان والوں کی سی زندگی اختیار کرتا ہے اور اس پر ثابت قدم رہتا ہے تو ہم اسے معاف کر دیتے ہیں۔

يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ٤٩، ٥٠] ’’اور جب ہم نے تمھیں فرعون کی قوم سے نجات دی، جو تمھیں برا عذاب دیتے تھے، تمھارے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔ اور جب ہم نے تمھاری وجہ سے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تمھیں نجات دی

اور ہم نے فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودی عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انھوں نے جواب دیا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر کامیاب کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ’’ہم یہود کے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریبی ہیں، لہٰذا تم بھی (اس دن) روزہ رکھا کرو۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولقد أوحينا إلى موسى أن أسر بعبادي ...... الخ ﴾ : ۴۷۳۷۔ مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء : ۱۱۳۰]

وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى : یعنی جو بھی میرے حضور توبہ کرے تو میں اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہوں، خواہ اس نے کیسا ہی گناہ کیا ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے روایت کی، فرمایا: ’’ایک بندہ گناہ کر بیٹھا تو اس نے کہا، اے اللہ! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (میرے) بندے نے گناہ کیا، پھر اس نے جان لیا کہ اس کا ایک مالک ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے، اس آدمی نے پھر گناہ کیا اور کہا کہ اے میرے مالک! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندہ نے ایک گناہ کیا اور اس نے جان لیا کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے۔ اس آدمی نے پھر گناہ کیا اور کہا کہ اے میرے پالنے والے! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور اس نے جان لیا کہ اس کا ایک اللہ ہے، جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے، تو اے بندے! اب تو جو چاہے عمل کر، میں نے تجھے بخش دیا۔‘‘ [مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب ...... الخ : ۲۷۵۸]

وَ مَاۤ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ۝۸۳ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰۤى اَثَرِيْ وَ عَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۝۸۴ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۝۸۵ فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ۬ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ۝۸۶

’’اور تجھے تیری قوم سے جلد کیا چیز لے آئی اے موسیٰ!؟ کہا وہ یہ میرے نشان قدم پر ہیں اور میں تیری طرف جلدی آ گیا اے میرے رب! تا کہ تو خوش ہو جائے۔ فرمایا پھر بے شک ہم نے تو تیری قوم کو تیرے بعد آزمائش میں ڈال دیا ہے اور انھیں سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔ تو موسیٰ اپنی قوم کی طرف پلٹا غصے سے بھرا ہوا، افسوس کرتا ہوا، کہا اے میری قوم! کیا تمھارے رب نے تمھیں اچھا وعدہ نہ دیا تھا؟ پھر کیا وہ مدت تم پر لمبی ہو گئی، یا تم نے چاہا کہ تم پر تمھارے رب کی طرف سے کوئی غضب اترے؟ تو تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی۔‘‘

فرعون کی ہلاکت کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر آگے بڑھے: ﴿فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤى اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۝ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [الأعراف : ١٣٨، ١٣٩] ”تو وہ ایسے لوگوں پر آئے جو اپنے کچھ بتوں پر جمے بیٹھے تھے، کہنے لگے اے موسیٰ! ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟ اس نے کہا بے شک تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کرتے ہو۔ بے شک یہ لوگ، تباہ کیا جانے والا ہے وہ کام جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو لے کر طور کے پاس جائیں اور وہاں چالیس دن اور رات کا روزہ رکھیں، تاکہ اللہ انھیں تورات عطا کرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے ہم کلام ہونے کے شوق میں عجلت سے کام لیا اور اکیلے طور کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہہ گئے کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر اطمینان سے آئیں۔ ان کی روانگی کے بعد سامری نے بنی اسرائیل کو فتنے میں ڈال دیا۔ اس نے فرعونیوں کے چھوڑے ہوئے زیورات سے ایک بچھڑا بنایا اور اس میں جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے کھر کے نیچے کی ایک مٹھی مٹی ڈال دی، جس کی وجہ سے اس سے ایک آواز نکلنے لگی اور بنی اسرائیل اس سے متاثر ہو کر اس کی عبادت کرنے لگے اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہیں گئے۔ جب چالیس دن کی مدت پوری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی بنی اسرائیل کی گمراہی کی خبر دی۔

اس آیت کریمہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی عجلت پر عتاب ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل کو چھوڑ کر تنہا آنے کی کیوں عجلت کی، جبکہ آپ کو حکم یہ تھا کہ انھیں ساتھ لے کر آتے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں اور میں نے شدت شوق میں جلدی کی تھی، تاکہ تیرے حکم کی بجا آوری میں مجھ سے ذرا بھی تاخیر نہ ہو اور تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ تب اللہ تعالیٰ نے انھیں بتایا کہ ہم نے آپ کی روانگی کے بعد آپ کی قوم کو آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے انھیں گمراہ کر دیا ہے۔ یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام کو شدید غصہ آیا اور وہ بنی اسرائیل کے حال پر کف افسوس ملنے لگے اور واپس آ کر ان سے باز پرس کی اور انھیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ یاد دلایا کہ اس نے تو مجھے طور سینا کے پاس اس لیے بلایا تھا کہ تمھیں تورات دے، لیکن تم احسان فراموش نکلے اور چند دن بھی میرا انتظار نہ کر سکے اور مجھ سے عقیدۂ توحید پر ثابت قدم رہنے کا جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دے دی۔

قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ۝٨٧ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ۝٨٨ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا وَّ لَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ۝٨٩

’’انھوں نے کہا ہم نے اپنے اختیار سے تیرے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی اور لیکن ہم پر لوگوں کے زیوروں کے کچھ بوجھ لاد دیے گئے تھے تو ہم نے انھیں پھینک دیا، پھر اس طرح سامری نے (بنا) ڈالا۔ پس اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا، جو محض جسم تھا، اس کے لیے گائے کی آواز تھی، تو انھوں نے کہا یہی تمھارا معبود اور موسیٰ کا معبود ہے، سو وہ بھول گیا۔ تو کیا وہ دیکھتے نہیں کہ وہ نہ ان کی کسی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کے کسی نقصان کا مالک ہے اور نہ کسی نفع کا۔‘‘

بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم نے اپنی مرضی سے آپ سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی، بلکہ ہوا یہ کہ ہماری عورتوں کے پاس فرعونیوں کے زیورات تھے، جب آپ کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو ’’سامری‘‘ نے ہم سے کہا کہ یہ تاخیر اس لیے ہو رہی ہے کہ تمھارے پاس فرعونیوں کی عورتوں کے جو زیورات ہیں وہ تمھارے لیے حلال نہیں ہیں، اس لیے تم لوگ ان سے چھٹکارا حاصل کر لو۔ چنانچہ ہم نے تمام زیورات کو ایک گڑھے میں پھینک دیا، پھر سامری نے ان زیورات سے ایک بچھڑا بنا لیا، جس سے ایک آواز نکلنے لگی تو سامری اور اس کے ساتھیوں نے لوگوں سے کہا کہ یہی ہمارا اور موسیٰ کا رب ہے، موسیٰ علیہ السلام نے غلطی کی ہے کہ اپنے رب کی تلاش میں طور کی طرف گئے ہیں۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عقل کے دشمن انھی بچھڑے کے پجاریوں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ کیا وہ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ وہ بچھڑا نہ ان کی کسی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کا کوئی نفع و نقصان اس کے اختیار میں ہے، پھر اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَ اَطِيْعُوْۤا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ۙ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَ لَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً ہارون نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم! بات یہی ہے کہ اس کے ساتھ تمھاری آزمائش کی گئی ہے اور یقیناً تمھارا رب رحمان ہی ہے، سو میرے پیچھے چلو اور میرا حکم مانو۔ انھوں نے کہا ہم اسی پر مجاور بن کر بیٹھے رہیں گے، یہاں تک کہ موسیٰ ہماری طرف واپس آئے۔ کہا اے ہارون! تجھے کس چیز نے روکا، جب تو نے انھیں دیکھا کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔ کہ تو میری پیروی نہ کرے؟ تو کیا تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟ اس نے کہا اے میری ماں کے بیٹے! نہ میری ڈاڑھی پکڑ اور نہ میرا سر، میں تو اس سے ڈرا کہ تو کہے گا تو نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔‘‘

ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو تنبیہ کی تھی کہ تم لوگ بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر گمراہ ہو گئے ہو، تمھارا رب وہ اللہ ہے جس کی صفت رحمٰن ہے، اس لیے میری بات مانو اور اسی کی عبادت کرو، تو ان گمراہ لوگوں نے جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے تک ہم اپنے اسی معبود کی عبادت کریں گے۔ ہارون علیہ السلام نے جب اس بت پرستی پر ان کا اصرار دیکھا تو ان بارہ ہزار افراد کو لے کر الگ ہو گئے جنھوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام جب واپس پہنچے اور لوگوں کو بچھڑے کے گرد ناچتے اور گاتے دیکھا تو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہنے لگے کہ جب آپ نے ان کو گمراہ ہوتے ہوئے دیکھا تو آکر مجھے خبر کیوں نہ کی، آپ نے میرے حکم کی کیسے مخالفت کی! شدت ناراضی میں ان کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کر کھینچنے لگے، تو ہارون علیہ السلام نے کہا کہ میری ماں جائے بھائی! میری داڑھی اور سر کے بال نہ کھینچو، میں نے تو یہ سوچا کہ اگر میں صرف موحدین کو لے کر تمھارے پاس آجاتا ہوں اور بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کو چھوڑ دیتا ہوں تو تم کہو گے کہ آپ نے بنی اسرائیل کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور میری بات کا خیال نہیں کیا کہ میری عدم موجودگی میں ان کی دیکھ بھال کیجیے گا۔

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي : ''لِحيَةٌ'' سے مراد داڑھی ہے، یہ انبیاء علیہم السلام کی عظیم سنت ہے اور امور فطرت میں سے ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث اس کی فرضیت و اہمیت پر دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مشرکین کی مخالفت کرو، یعنی داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو۔'' اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''مونچھیں اچھی طرح کاٹو اور داڑھیاں چھوڑ دو۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب تقلیم الأظفار : ۵۸۹۲، ۵۸۹۳۔ مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ : ۲۵۹/۵۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مونچھیں کاٹو اور داڑھیوں کو ڈھیل دے دو اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔'' [مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ : ۲۶۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں کاٹنے اور داڑھی چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔ [مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ : ۲۵۹/۵۳]

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾

''کہا تو اے سامری! تیرا معاملہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہیں دیکھی، سو میں نے رسول کے پاؤں کے نشان سے ایک مٹھی اٹھالی، پھر میں نے وہ ڈال دی اور میرے دل نے اسی طرح کرنا میرے لیے خوشنما بنا دیا۔''

جمہور مفسرین نے ﴿ الرَّسُوْلِ ﴾ سے مراد جبریل علیہ السلام لیے ہیں اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جبریل کے گھوڑے کو گزرتے ہوئے سامری نے دیکھا اور اس کے قدموں کے نیچے کی مٹی اس نے سنبھال کر رکھ لی، جس میں کچھ خرق عادت اثرات تھے۔ اس مٹی کی مٹھی اس نے پگھلے ہوئے زیورات یا بچھڑے میں ڈالی تو اس میں سے ایک قسم کی آواز نکلنی شروع ہوگئی جو ان کے فتنے کا باعث بن گئی۔

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾

''کہا پس جا کہ بے شک تیرے لیے زندگی بھر یہ ہے کہ کہتا رہے ''ہاتھ نہ لگانا'' اور بے شک تیرے لیے ایک اور بھی وعدہ ہے جس کی خلاف ورزی تجھ سے ہرگز نہ کی جائے گی اور اپنے معبود کو دیکھ جس پر تو مجاور بنا رہا، یقیناً ہم اسے ضرور اچھی طرح جلائیں گے، پھر یقیناً اسے ضرور سمندر میں اڑا دیں گے، اڑانا اچھی طرح۔''

موسیٰ علیہ السلام نے سامری کی زبانی تفصیلات سننے کے بعد اللہ کے حکم سے اسے شہر بدر کر دیا اور بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ کوئی آدمی بھی اس سے بات نہ کرے اور ہر شخص اس سے قطع تعلق کرے۔ ایک مفہوم تو یہ ہے اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ انھوں نے اسے اللہ کا یہ فیصلہ سنا دیا کہ اسے ہمیشہ کے لیے چھوت چھات کی بدترین بیماری لگ جائے گی اور وہ جب تک زندہ رہے گا اس کا حال یہ ہوگا کہ کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دے گا اور ہر شخص سے کہے گا کہ میرے قریب نہ آؤ۔ ''لَا مِسَاسَ'' کا بہترین مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سامری پر لوگوں کی قربت کو حرام کر دیا، وہ جب بھی کسی کو چھوتا تو دونوں کو شدید بخار آ جاتا، اس لیے کسی آدمی کو اپنے سے قریب ہوتے دیکھ کر بھاگ پڑتا اور چیخنے لگتا کہ میرے قریب نہ آؤ۔ چنانچہ وہ شہر سے نکل کر جنگل میں چلا گیا اور جانوروں کی سی زندگی گزارنے لگا اور اسی حال میں مر گیا۔ یہ دنیاوی سزا تھی جو سامری کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملی اور عذاب آخرت کے بارے میں اسے بتایا گیا کہ اس کے لیے ایک وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آ جائے گا تو اسے عذاب بھگتنا پڑے گا اور وہ کسی صورت بھی اس سے بچ نہیں سکے گا۔

آیت کے آخر میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا کہ تم جس معبود کے سامنے ہر دم جھکے رہتے تھے، ہم اسے جلا کر خاکستر بنا دیں گے اور اس کی راکھ سمندر میں پھینک دیں گے، تاکہ اس کا کوئی نشان باقی نہ رہے، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، درحقیقت ان کا مقصد سامری اور دیگر بت پرستوں کے سامنے ان کے اس جھوٹے معبود کی حقارت کا اظہار تھا۔

اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

''تمھارا معبود تو اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔''

سامری کے مشرکانہ عقیدے اور بت پرستی کی تردید کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے عقیدۂ توحید بیان کیا کہ تم سب کا معبود اللہ ہے، جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے، وہ بچھڑا بھی نہیں جس کے ذریعے سے سامری نے تم سب کو گمراہ کر دیا تھا۔ پھر کہا کہ اس ذات واحد کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور اس کے سوا ہر شخص کا علم اور قدرت ناقص ہے۔ اس لیے اس ذات واحد کے سوا کوئی دوسرا معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [التغابن : ٤] ''وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔''

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ وَ سَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾

''اسی طرح ہم تجھ سے کچھ وہ خبریں بیان کرتے ہیں جو گزر چکیں اور یقیناً ہم نے تجھے اپنے پاس سے ایک نصیحت عطا کی ہے۔ جو اس سے منہ پھیرے گا تو یقیناً وہ قیامت کے دن ایک بڑا بوجھ اٹھائے گا۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہوں گے اور وہ ان کے لیے قیامت کے دن برا بوجھ ہوگا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ جس طرح ہم نے آپ کے لیے مذکورہ بالا آیات میں موسیٰ و فرعون اور موسیٰ و بنی اسرائیل کے واقعات بیان کیے ہیں اسی طرح آئندہ بھی گزشتہ قوموں کے عبرت آموز واقعات سنائیں گے اور ہم نے آپ کو خاص طور پر قرآن جیسی عظیم کتاب دی ہے، جس میں مومنوں کے لیے نصیحتیں اور عبرت آموز خبریں ہیں۔ ایسی کامل اور جامع کتاب کسی بھی نبی کو نہیں دی گئی۔ جو اس کتاب سے اعراض کرے گا، اس پر ایمان نہیں لائے گا اور اس پر عمل نہیں کرے گا وہ اپنے کفر کی وجہ سے میدان محشر میں بہت سارے گناہوں کے ساتھ آئے گا اور اس کی پشتوں پر بہت بھاری بوجھ لادے ہوں گے، جنھیں لیے وہ جہنم میں چلا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا وَ هُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَآءَ مَا

يَزِرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٣١] ''یقیناً خسارے میں رہے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا، یہاں تک کہ جب ان کے پاس قیامت اچانک آ پہنچے گی کہیں گے ہائے ہمارا افسوس! اس پر جو ہم نے اس میں کوتاہی کی اور وہ اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائیں گے۔ سن لو! برا ہے جو وہ بوجھ اٹھائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ لِيَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴾ [النحل : ٢٤، ٢٥] ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے تمھارے رب نے کیا چیز اتاری ہے؟ تو کہتے ہیں پہلے لوگوں کی بے اصل کہانیاں ہیں۔ تاکہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ پورے اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان کے بھی جنھیں وہ علم کے بغیر گمراہ کرتے ہیں۔ سن لو! برا ہے جو بوجھ وہ اٹھا رہے ہیں۔''

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ۝ۚۖ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۝

''جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اس دن اس حال میں اکٹھا کریں گے کہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے۔ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے تم دس دن کے سوا نہیں ٹھہرے۔''

یہاں مراد دوسرا ''نفخہ صور'' ہے۔ جس کے پھونکے جانے کے بعد تمام لوگ زندہ ہو کر میدان محشر کی طرف چل پڑیں گے۔ اس کی دلیل آیت کا دوسرا حصہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے صراحت فرما دی ہے کہ اس دن ہم مجرموں کو جمع کریں گے، اس حال میں کہ ان کے چہرے مارے رعب و دہشت کے سیاہی مائل زرد ہوں گے اور وہ ایک دوسرے سے چپکے چپکے کہیں گے کہ دنیا میں ہماری عیش پرستی کی زندگی دس دن سے زیادہ نہیں تھی، یعنی آخرت کی ہولناکیوں کو دیکھ کر دنیا میں گزارے ہوئے خوشیوں کے ایام چند روزہ لگیں گے اور افسوس کریں گے کہ کاش! ہم نے صلاح وتقویٰ کی زندگی گزاری ہوتی تو اس ابدی زندگی میں ذلت و رسوائی اور عذاب وعقاب کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۝ؒ

''ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ کہہ رہے ہوں گے، جب ان کا سب سے اچھے طریقے والا کہہ رہا ہوگا کہ تم ایک دن کے سوا نہیں ٹھہرے۔''

ان مجرموں میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کی رائے دنیاوی زندگی اور اس کی خوش رنگیوں کے بارے میں حقیقت کے زیادہ قریب ہوگی۔ ان پر قیامت کی ہولناکیوں کا ایسا اثر ہوگا کہ وہ مجرموں کی مذکورہ بالا بات کی تردید کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہماری دنیاوی زندگی صرف ایک دن سے عبارت تھی۔ آیت سے مقصود دنیا کی زندگی کی حقارت اور کم

مائیگی ثابت کرنا ہے اور یہ کہ یہ بات مجرموں کی زبانوں پر قیامت کے دن کھل کر آئے گی اور کف افسوس ملتے ہوئے کہیں گے کہ اے کاش! ہم نے اس چندروزہ زندگی کے عیش میں مشغول ہو کر آخرت کی تیاری کو فراموش نہ کیا ہوتا؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ۝ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ الْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَ لٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الروم : ٥٥، ٥٦] ”اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔ اور وہ لوگ جنھیں علم اور ایمان دیا گیا کہیں گے کہ بلا شبہ یقیناً تم اللہ کی کتاب میں اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے رہے ہو، سو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ۝ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١١٢ تا ١١٤] ”تم زمین میں سالوں کی گنتی میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، سو شمار کرنے والوں سے پوچھ لے۔ فرمائے گا تم نہیں رہے مگر تھوڑا ہی، کاش کہ واقعی تم جانتے ہوتے۔“

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًا ۝

”اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انھیں ایک چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا۔ جس میں تو نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ کوئی ابھری جگہ۔“

مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کے دن ان پہاڑوں کا کیا حال ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ انھیں جواب دے دیجیے کہ میرا رب انھیں جڑ سے اکھاڑ کر ذرہ ذرہ کر دے گا۔ پھر روئی کے گالوں کی طرح انھیں فضا میں اڑا دے گا اور ان کی جگہیں برابر اور چکنی ہو جائیں گی جن میں نہ کوئی پودا ہوگا اور نہ کوئی عمارت اور نہ زمین کا کوئی حصہ ناہموار ہوگا۔

يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝

”اس دن وہ پکارنے والے کے پیچھے چلے آئیں گے، جس کے لیے کوئی کجی نہ ہوگی اور سب آوازیں رحمان کے لیے پست ہو جائیں گی، سو تو ایک نہایت آہستہ آواز کے سوا کچھ نہیں سنے گا۔“

اس دن تمام لوگ داعی محشر کے پیچھے چل پڑیں گے، کوئی بھی اس کی راہ سے ادھر ادھر نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے رعب و دبدبہ سے پورے میدان محشر میں سکوت طاری ہوگا، کوئی دھیمی آواز بھی سنائی نہیں دے گی۔

﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ﴾ : یعنی اس دن جب وہ یہ ہولناک حالات دیکھیں گے تو پکارنے والے کی آواز پر فوراً لبیک کہیں گے اور جہاں بھی انھیں جانے کا حکم دیا جائے گا فوراً لپکیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ۝ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ۝ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾ [القمر : ٦ تا ٨] ”سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔“

﴿وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾ [المرسلات : ٣٥، ٣٦] ”یہ دن ہے کہ وہ نہیں بولیں گے۔ اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کریں۔“

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۝۱۰۹

”اس دن سفارش نفع نہ دے گی مگر جس کے لیے رحمان اجازت دے اور جس کے لیے وہ بات کرنا پسند فرمائے۔“

قیامت کے دن اسی شخص کی شفاعت کسی دوسرے کے حق میں قبول ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا اور جس کی بات اس کی جناب میں قابل قبول ہوگی اور اس کی شفاعت اسی شخص کے حق میں قبول ہوگی جس کے لیے شفاعت کی اجازت دی جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ [الأنبياء : ٢٨] ”اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اسی کے لیے جسے وہ پسند کرے۔“ اور فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [البقرة : ٢٥٥] ”کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔“

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝۱۱۰

”وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔“

اہل محشر کے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا، کون جنت میں داخل کیا جائے گا اور کسے جہنم میں دھکیل دیا جائے گا اور ان سب نے دنیا میں کیسے اعمال کیے تھے، اچھے یا برے، ان تمام باتوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس لیے قیامت کے دن اس کا فیصلہ یقیناً عدل و انصاف کے مطابق ہوگا اور اس کی رحمت ہر حال میں عذاب پر غالب ہوگی۔ مخلوق کا علم اس کی ذات و صفات اور اس کے علوم و احکام کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝۱۱۱

’’اور سب چہرے اس زندہ رہنے والے، قائم رکھنے والے کے لیے جھک جائیں گے اور یقیناً ناکام ہوا جس نے بڑے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔‘‘

قیامت کے دن تمام اہل محشر کی گردنیں اللہ کے سامنے جھکی ہوں گی، جس کی صفت ’’حی‘‘ ہے، یعنی جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور جس کی صفت ’’قیوم‘‘ ہے، یعنی جسے کبھی نیند نہ آئی اور نہ کبھی آئے گی جو ہر چیز کا محافظ و مدبر ہے، وہ اپنی ذات وصفات میں کامل ہے اور ہر چیز اس کی محتاج ہے۔

وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا : اس لیے کہ اس روز اللہ تعالیٰ مکمل انصاف فرمائے گا اور ہر صاحب حق کو اس کا حق دلائے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر صاحب حق کو اس کا حق دلایا جائے گا، حتیٰ کہ اگر ایک سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری پر ظلم کیا ہوگا، تو اس کا بدلہ بھی دیا جائے گا۔ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، ح : ۲۵۸۲]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’لوگو! ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۸]

سب سے نامراد وہ شخص ہوگا جس نے شرک کا بوجھ بھی اپنے اوپر لاد رکھا ہوگا، اس لیے کہ شرک ظلم عظیم بھی ہے اور ناقابل معافی بھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ’’بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔‘‘

وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾

’’اور جو شخص اچھی قسم کے اعمال کرے اور وہ مومن ہو تو وہ نہ کسی بے انصافی سے ڈرے گا اور نہ حق تلفی سے۔‘‘

یعنی اعمال کی جزا کے لیے دو شرائط کا ہونا ضروری ہے، ایک ایمان بالغیب کے تمام اجزا پر ایمان لانا، دوسرے ایسے اعمال صالحہ جو شریعت کی پابندیوں کو ملحوظ رکھ کر بجا لائے گئے ہوں، مثلاً ان میں ریا کاری نہ ہو، سنت کے مطابق ہوں اور بعد میں احسان جتلا کر یا شرک کر کے ان اعمال کو برباد نہ کر دیا گیا ہو، ایسے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا اور پورا پورا ملے گا، ان میں ہرگز کسی طرح کی کمی نہیں کی جائے گی۔ ’’ظُلْمًا‘‘ کے معنی زیادتی کے ہیں اور وہ یہ کہ کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ لاد دیا جائے اور ’’هَضْمًا‘‘ کے معنی کمی کے ہیں اور وہ یہ کہ اس کی اپنی نیکیوں کا ثواب کم کر دیا جائے اور یہ دونوں باتیں ہی نہیں ہوں گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۲۵] ’’پھر کیا حال ہوگا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حکم ہوگا کہ واپس جاؤ اور جہنم سے ان لوگوں کو بھی نکال لاؤ جن کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان ہو، چنانچہ وہ بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے اور کہیں گے، اے ہمارے رب! جن کو نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا ہم نے ان سب کو نکال لیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، پھر واپس جاؤ اور جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر بھی ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔ چنانچہ وہ بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے اور کہیں گے، اے ہمارے رب! جن کو نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا ہم ان سب کو نکال لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر حکم دے گا کہ واپس جاؤ اور جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔ چنانچہ وہ بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم ان سب کو نکال لائے ہیں جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان تھا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب معرفة طریق الرؤیة : ١٨٣۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ وجوہ یومئذ ناظرة ...... الخ ﴾ : ٧٤٣٩]

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾

''اور اسی طرح ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا اور اس میں ڈرانے کی باتیں پھیر پھیر کر بیان کیں، شاید کہ وہ ڈر جائیں، یا یہ ان کے لیے کوئی نصیحت پیدا کر دے۔''

چونکہ قیامت کا آنا اور نیکی و بدی کا بدلہ پانا یقینی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو فصیح عربی زبان میں نازل فرمایا، تاکہ وہ انسانوں کو جنت کی خوش خبری دے اور جہنم سے ڈرائے، اس میں مختلف قسم کی دھمکیاں ہیں، تاکہ لوگ کفر و معاصی سے بچیں اور اس میں گزشتہ قوموں کی ہلاکت و بربادی کے واقعات بھی ہیں، تاکہ انھیں سن کر اپنی اصلاح کی کوشش کریں۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

''پس بہت بلند ہے اللہ جو حقیقی بادشاہ ہے، اور قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کر، اس سے پہلے کہ تیری طرف اس کی وحی پوری کی جائے اور کہہ اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر۔''

اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی بلند و عظیم نہیں ہے، اس کے دست قدرت سے کوئی چیز خارج نہیں ہے اور اس کے ارادہ و مشیت میں کوئی دخل انداز نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کوئی عدل پرور نہیں ہے، وہ ہر ایک کو اس کا پورا پورا حق دیتا ہے۔

﴿ وَلَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يُّقۡضٰۤى اِلَيۡكَ وَحۡيُهٗ ﴾ : جب جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھاتے تو شدت احتیاط کی وجہ سے آپ ہر حرف اور ہر کلمہ ان کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے، اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ ایسا نہ کیجیے، بلکہ انتظار کیجیے، تاکہ آپ آیتوں کو اچھی طرح سن اور سمجھ لیں اور پھر انھیں یاد کیجیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهٖ ؕ اِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ ۚ فَاِذَا قَرَاۡنٰهُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَهٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهٗ ﴾ [القيامة : ۱٦ تا ۱۹] ”تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے، تاکہ اسے جلدی حاصل کر لے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔ پھر بلاشبہ اسے واضح کرنا ہمارے ذمے ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کی وجہ سے شدت محسوس فرمایا کرتے تھے اور آپ اسے جلد جلد پڑھنے کے لیے (زبان اور) ہونٹوں کو حرکت دیتے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا: ﴿ لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهٖ ؕ اِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ ۚ فَاِذَا قَرَاۡنٰهُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَهٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهٗ ﴾ [القيامة : ۱٦ تا ۱۹] ”تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے، تاکہ اسے جلدی حاصل کر لے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔ پھر بلاشبہ اسے واضح کرنا ہمارے ذمے ہے۔“ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب كيف كان بدء الوحى ...... الخ : ۵۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب الاستماع للقرائة : ۱۴۸/۴۴۸]

﴿ وَقُلۡ رَّبِّ زِدۡنِىۡ عِلۡمًا ﴾ : یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیحت کی ہے کہ آپ اپنے رب سے علم میں اضافے کی دعا کرتے رہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴾ [الزمر : ۹] ”کہہ دے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے؟ نصیحت تو بس عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔“ اور فرمایا : ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَـكُمۡ تَفَسَّحُوۡا فِى الۡمَجٰلِسِ فَافۡسَحُوۡا يَفۡسَحِ اللّٰهُ لَـكُمۡ ۚ وَاِذَا قِيۡلَ انْشُزُوۡا فَانْشُزُوۡا يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ۙ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴾ [المجادلة : ۱۱] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل جاؤ تو کھل جاؤ، اللہ تمھارے لیے فراخی کر دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ، اللہ ان لوگوں کو درجوں میں بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم مجھے دے کر بھیجا ہے، اس کی مثال زوردار بارش کی سی ہے جو زمین پر برسی، تو جو زمین عمدہ تھی اس نے پانی جذب کر لیا اور گھاس اور

سبزی خوب اگائی اور جو زمین سخت تھی اس نے پانی جذب تو نہیں کیا لیکن اپنے اوپر روک رکھا، تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس پانی سے فائدہ پہنچایا۔ لوگوں نے وہ پانی پیا، (جانوروں کو) پلایا اور کھیتی کو سیراب کیا اور کچھ زمین صاف اور چٹیل تھی، جب بارش ہوئی تو اس نے نہ تو پانی کو روکا اور نہ اس نے گھاس اگائی۔ بالکل ایسی ہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دے کر بھیجا ہے اس کو اس سے فائدہ ہوا، تو اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے نہ اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور نہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت، جس کو دے کر میں بھیجا گیا ہوں، اس کو قبول کیا۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹]

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکید کی، پھر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادے کی کچھ پختگی نہ پائی۔''

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو جب جنت میں ٹھہرایا تو ان سے عہد لیا کہ وہ ایک مخصوص درخت کا پھل نہیں کھائیں گے اور شیطان کے کسی بہکاوے میں نہیں آئیں گے، لیکن وہ اس عہد پر قائم نہیں رہے اور شیطان کی بات مان کر انھوں نے ممنوع درخت کا پھل کھا لیا۔ آدم علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد کا بھی یہی حال رہا، وہ بھی اپنے باپ کی طرح عہد فراموش رہی اور اپنے دشمن شیطان کی اطاعت کر کے اللہ کے احکام کو پس پشت ڈالتی رہی۔ اس لیے اے میرے نبی! اگر آپ کی قوم بھی شیطان کی اتباع کرتی ہے اور ایمان نہیں لاتی تو آپ کو غمگین نہیں ہونا چاہیے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، اس نے انکار کیا۔ تو ہم نے کہا بے شک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے، سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے کہ تو مصیبت میں پڑ جائے گا۔ بے شک تیرے لیے یہ ہے کہ تو اس میں نہ بھوکا ہوگا اور نہ ننگا ہوگا۔ اور یہ کہ بے شک تو اس میں نہ پیاسا ہوگا اور نہ دھوپ کھائے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو یہ واقعہ سنا دیجیے۔ جب ہم نے فرشتوں کو آدم کے لیے اظہار تعظیم کے طور پر سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تو تمام فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی، لیکن ابلیس جو جنوں میں سے تھا، اس نے

کبر و غرور میں آ کر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، تو ہم نے آدم سے کہا کہ یہ تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے، ایسا نہ ہو کہ تم دونوں اس کی بات مان لو اور تمھیں جنت سے نکلنا پڑ جائے اور دنیا میں جا کر اپنے اور اپنی بیوی کے کھانے کے لیے کھیتی باڑی اور محنت مزدوری کرنا پڑے، جو تمھاری پریشانی کا باعث ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کہا اے آدم! ہم نے تمھیں بہت بڑی نعمت دی ہے، اس کی حفاظت کرنا، کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ جس کی بدولت یہ نعمت تم سے چھن جائے۔ یہ وہ جنت ہے جس میں تمھیں نہ بھوک لگے گی، نہ اس میں کپڑوں کی کمی ہو گی، نہ پیاس لگے گی اور نہ دھوپ کی تمازت تمھیں تکلیف دے گی۔

اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ابلیس سے بچو، کہیں وہ کوشش کر کے تمھیں جنت سے نہ نکلوا دے، ورنہ تم طلب رزق کے لیے محنت و مشقت میں پڑ جاؤ گے، گویا آدم کا قصہ بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہی ہے کہ انسان شیطان سے دھوکا نہ کھائے، جس طرح انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ محترمہ نے دھوکا کھایا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۷] ”اے آدم کی اولاد! کہیں شیطان تمھیں فتنے میں نہ ڈال دے، جس طرح اس نے تمھارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، وہ دونوں سے ان کے لباس اتارتا تھا، تاکہ دونوں کو ان کی شرمگاہیں دکھائے، بے شک وہ اور اس کا قبیلہ تمھیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کے دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر کے خلاف شیطان کے کہنے میں نہ آتی۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم وذریتہ : ۳۳۳۰]

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدٰى ﴿۱۲۲﴾

”پس شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا، کہنے لگا اے آدم! کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور ایسی بادشاہی بتاؤں جو پرانی نہ ہو؟ پس دونوں نے اس میں سے کھا لیا تو دونوں کے لیے ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ دونوں اپنے آپ پر جنت کے پتے چپکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ بھٹک گیا۔ پھر اس کے رب نے اسے

چن لیا، پس اس پر توجہ فرمائی اور ہدایت دی۔‘‘

یعنی شیطان جو گھات میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ پیدا کرنا شروع کیا اور کہا، اے آدم! کیا میں تمھیں ایک ایسا درخت بتاؤں جسے کھانے کے بعد تم دونوں جنت سے کبھی نہ نکلو گے اور ہمیشہ کے لیے یہاں تمھارا راج رہے گا؟ دونوں اس کے بہکاوے میں آ گئے اور اس ممنوع درخت کا پھل کھا لیا، جس کے نتیجہ میں دونوں ننگے ہو گئے تو درختوں کے پتے توڑ توڑ کر پردہ پوشی کرنے لگے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی طبیعت میں یہ بات ودیعت کر دی تھی کہ وہ ننگا رہنا گوارا نہیں کریں گے۔ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور شیطان کی بات مان کر ممنوع درخت کا پھل کھا لیا تو وہ بھٹک گئے۔ اس غلطی کی انھوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا اور اپنی پیغمبری کے لیے انھیں چن لیا۔

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ : یعنی شیطان مردود نے دھوکا دے کر ان کو معصیت کی طرف کھینچ ہی لیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٢٠] ’’پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تاکہ ان کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان کی شرم گاہوں میں سے ان سے چھپایا گیا تھا اور اس نے کہا تم دونوں کے رب نے تمھیں اس درخت سے منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔‘‘

هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ : اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام سے یہ فرمایا تھا کہ وہ جنت کے تمام پھلوں کو کھائیں، مگر جنت کے ایک معین درخت کے قریب نہ جائیں، لیکن ابلیس دونوں کو مسلسل بہکاتا رہا اور باور کرایا کہ یہ شجر خلد ہے، یعنی وہ درخت کہ جس کا پھل کھانے والا خلد اور دوام حاصل کر لیتا ہے، حتیٰ کہ انھوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی خراب نہ ہوتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت نہ کرتی۔‘‘ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته : ٣٣٣٠]

وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا، آپ نے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا اور انھیں جنت سے نکلوا دیا؟ سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا، آپ وہی ہیں جنھیں اللہ نے اپنی رسالت سے ممتاز فرمایا اور اپنے لیے پسند فرمایا اور تورات عطا فرمائی؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ہاں! پھر سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا، کیا اس میں آپ نے یہ نہیں پڑھا کہ میری پیدائش سے پہلے یہ سب میرے لیے لکھ دیا گیا تھا؟ کہا، ہاں! الغرض سیدنا آدم علیہ السلام سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر دلیل میں غلبہ پا

گئے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ واصطنعتك لنفسی ﴾ : ٤٧٣٦۔ مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی الله علیهما وسلم : ٢٦٥٢]

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

''فرمایا تم دونوں اکٹھے اس سے اتر جاؤ، تم میں سے بعض بعض کا دشمن ہے، پھر اگر کبھی واقعی تمھارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کے پیچھے چلا تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ مصیبت میں پڑے گا۔''

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ''اهْبِطَا'' سے مراد ابلیس و آدم ہیں اور حوا اپنے شوہر آدم کے تابع ہیں، جبکہ بعض دوسروں کا خیال ہے کہ اس سے مراد آدم و حوا علیہما السلام ہیں، اس لیے کہ باقی انسان ان دونوں سے وجود میں آئے ہیں۔ اس کے بعد جمع کے صیغہ سے وہ دونوں اور ان کی اولاد سبھی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام سے کہا کہ تم لوگ جنت سے نکل کر زمین پر چلے جاؤ، جہاں تم لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔ وہاں جب تمھارے پاس میرا کوئی رسول آئے اور میرا پیغام پہنچائے، تو جو شخص میرے بھیجے گئے دین کی پیروی کرے گا، نہ وہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں بد بخت ہوگا۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، وہ جمعہ کا دن ہے، آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن ہی پیدا کیا گیا اور اسی دن انھیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن انھیں جنت سے نکالا گیا۔'' [مسلم، کتاب الجمعة، باب فضل یوم الجمعة : ٨٥٤]

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ : یعنی آدم اولادِ آدم اور ابلیس اور اس کی ذریت کی ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی ہوگی، لیکن جنت میں مومنوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کینہ اور بغض و عناد وغیرہ جیسی بیماریوں سے پاک صاف کر دیں گے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور نورانی ہوں گے، وہ نہ اس میں تھوکیں گے نہ انھیں ناک سے کوئی آلائش آئے گی اور نہ وہ پیشاب و پاخانہ کریں گے، ان کے برتن سونے کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن عود کا ہوگا اور ان کے پسینے میں سے مشک کی خوشبو پھوٹے گی۔ ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی، جن کا حسن کی وجہ سے پنڈلیوں کا گودا گوشت کے نیچے سے نظر آئے گا۔ جنتیوں کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور نہ بغض و عناد، ان کے دل ایک دل کی مانند ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح پڑھا کریں گے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ٣٢٤٥۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب فی صفات الجنة و أهلها : ١٧/٢٨٣٤]

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا

يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ [البقرة : ٣٨] ''ہم نے کہا سب کے سب اس سے اتر جاؤ، پھر اگر کبھی تمھارے پاس میری طرف سے واقعی کوئی ہدایت آ جائے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا سو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٣٥] ''اے آدم کی اولاد! اگر کبھی تمھارے پاس واقعی تم میں سے کچھ رسول آئیں، جو تمھارے سامنے میری آیات بیان کریں تو جو شخص ڈر گیا اور اس نے اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔''

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿١٢٧﴾

''اور جس نے میری نصیحت سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا۔ وہ فرمائے گا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو تو انھیں بھول گیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جائے گا۔ اور اسی طرح ہم اس شخص کو جزا دیتے ہیں جو حد سے گزرے اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لائے اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔''

یعنی جو شخص اللہ کے دین سے اعراض کرتا ہے اور قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر عمل کرنا ترک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس عمل بد کا یہ بدلہ دیتا ہے کہ ہر جانب سے اسے تنگی گھیر لیتی ہے اور روزی کی کشادگی کے باوجود اس کا سکون و اطمینان چھن جاتا ہے اور مرنے کے بعد اس کی قبر بھی اس پر تنگ ہو جاتی ہے، اس کی برزخ کی طویل زندگی شقاوت و بدبختی سے عبارت ہوتی ہے، مزید یہ کہ قیامت کے دن اسے اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔ جب وہ اپنی حالت پر تعجب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا کہ اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں بنا دیا ہے، میں تو دنیا میں اور قبر سے اٹھنے تک آنکھوں والا تھا؟ تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تم دنیا میں اس طرح آنکھیں رکھنے کے باوجود دل کے اندھے تھے اور ہماری آیات کو ٹھکراتے تھے، اس لیے آج تم جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے اور کوئی تمھارا پرسان حال نہیں ہوگا۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنی شہوتوں میں منہمک ہو کر اللہ کے دین کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت میں ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اور آخرت کا عذاب بڑا ہی دردناک اور بہت ہی طویل ہو

گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴾ [الرعد: ٣٤] ''ان کے لیے ایک عذاب دنیا کی زندگی میں ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور انھیں اللہ سے کوئی بھی بچانے والا نہیں۔''

نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ﴾ [بنی إسرائیل : ٩٧] ''اور قیامت کے دن ہم انھیں ان کے چہروں کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے اٹھائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى : یعنی جب تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ پھیر لیا، انھیں یاد نہ رکھا بلکہ انھیں بھلا دیا، ان سے اعراض کیا اور ان سے غفلت برتی تو آج تجھ سے بھی اسی طرح معاملہ کیا جائے گا کہ گویا تجھے بھلا دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ﴾ [الأعراف : ٥١] ''تو آج ہم انھیں بھلا دیں گے، جیسے وہ اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کو قبر میں رکھے جانے اور پھر اس سے ہونے والے سوال و جواب کا ذکر کیا اور پھر کافر سے ہونے والے سوال و جواب کا بھی ذکر کیا اور فرمایا: ''پھر کافر پر اس کی قبر تنگ ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کی پسلیاں آر پار ہو جائیں گی اور یہی وہ ''المعیشة الضنكة'' یعنی تنگ گزران ہے، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے: ﴿ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴾ ''تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔'' [ابن حبان : ٣١١٣۔ مستدرك حاكم : ١/ ٣٧٩، ٣٨٠، ح : ١٤٠٣]

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى : دنیا کے عذاب کی نسبت آخرت کا عذاب زیادہ دردناک بھی ہو گا اور ہمیشہ باقی رہنے والا بھی اور یہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ مبتلا رہیں گے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لعان کرنے والے جوڑے کو آخرت کے عذاب سے ڈراتے ہوئے) فرمایا: ''دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں کے مقابلے میں بہت ہی ہلکی اور ناچیز ہے۔'' [مسلم، کتاب اللعان : ١٤٩٣۔ أبو داؤد، کتاب الطلاق، باب في اللعان : ٢٢٥٦]

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝١٢٨ۧ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ۝١٢٩ۭ

''پھر کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے، جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں، بے شک اس میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً کئی نشانیاں ہیں۔ اور اگر وہ بات نہ

ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے ہو چکی اور ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو وہی (پہلے لوگوں والا عذاب) لازم ہو جاتا۔''

یعنی یہ جھٹلانے والے اور مشرکین مکہ دیکھتے نہیں کہ ان سے پہلے کئی امتیں گزر چکی ہیں جن کے یہ جانشین ہیں اور ان کی قیام گاہوں سے گزر کر آگے جاتے ہیں۔ انھیں ہم اسی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کر چکے ہیں، جن کے عبرت ناک انجام میں اہل عقل و دانش کے لیے بڑی نشانیاں ہیں، لیکن یہ اہل مکہ ان سے اپنی آنکھیں بند کیے ہوئے انھی کی روش اپنائے ہوئے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فیصلہ نہ کیا ہوتا کہ وہ اتمام حجت کے بغیر اور اس مدت کے آنے سے پہلے جو وہ مہلت کے لیے کسی قوم کو عطا کرتا ہے، کسی کو ہلاک نہیں کرتا تو فوراً انھیں عذاب الٰہی آ لیتا اور یہ ہلاکت سے دو چار ہو چکے ہوتے۔ مطلب یہ ہے کہ تکذیب رسالت کے باوجود اگر ان پر اب تک عذاب نہیں آیا تو یہ نہ سمجھیں کہ آئندہ بھی نہیں آئے گا، بلکہ ابھی ان کو اللہ کی طرف سے مہلت ملی ہوئی ہے، جیسا کہ وہ ہر قوم کو دیتا ہے۔ مہلت ختم ہو جانے کے بعد ان کو عذابِ الٰہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا۔

أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴾ [یٰسٓ : ۳۲] ''اور نہیں ہیں وہ سب مگر اکٹھے ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣٧﴾ وَعَادًا وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا ﴿٣٨﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿٤٠﴾ وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ۴۱] ''اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔ اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے نہیں بناتے مگر مذاق، کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟''

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۖ وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ﴿١٣٠﴾

''سو اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور رات کے کچھ اوقات میں بھی پس تسبیح کر اور دن کے کناروں میں، تاکہ تو خوش ہو جائے۔''

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یہ کفار مکہ جو آپ کو جادوگر، شاعر، کاہن اور کذاب وغیرہ کہا کرتے ہیں تو آپ ان باتوں کا خیال نہ کیجیے، ان کو عذاب دیے جانے کا جو وقت مقرر ہے اس وقت انھیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔ آپ صبر وسکون کے ساتھ اپنے رب کی حمد وثنا میں لگے رہیے۔ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے رب کی تعریف بیان کرنے کے لیے تسبیح پڑھیے، یعنی فجر وعصر کی نمازوں کا خوب اہتمام کیجیے اور رات کے اوقات میں بھی اپنے رب کی خوب پاکی بیان کیجیے، یعنی مغرب وعشاء کی نمازوں کا بھی خیال رکھیے اور ہاں دیکھیے ! دن کے دونوں کناروں میں اپنے رب کی پاکی بیان کرنے کا زیادہ خیال رکھیے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ آپ اس پر عمل کیجیے، تو آپ کو اپنے رب کی جانب سے ایسا اجر ملے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صبح وشام ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ'' سو مرتبہ پڑھے، تو قیامت کے دن اس سے افضل عمل لے کے آنے والا کوئی شخص نہیں ہوگا، سوائے اس شخص کے جس نے اس کی مثل یا اس سے زیادہ مرتبہ یہ کلمات کہے۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء : ۲۶۹۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، مجھے گزشتہ رات بچھو کے کاٹنے سے شدید تکلیف پہنچی۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو شام کے وقت یہ دعا پڑھ لیتا: ((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)) تو بچھو تجھے نقصان نہ پہنچاتا۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء و درك الشقاء وغيره : ۲۷۰۹]

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بندہ ہر روز صبح اور ہر رات شام کو تین مرتبہ یہ دعا پڑھے: ((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ)) تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔'' [ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی الدعاء إذا أصبح و إذا أمسى : ۳۳۸۸۔ أبو داؤد، کتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح : ۵۰۸۸]

قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا : اس سے نماز فجر اور نماز عصر بھی مراد ہو سکتی ہیں، جیسا کہ سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس (بیٹھے ہوئے) تھے کہ اسی اثنا میں آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا تو فرمایا: ''تم (ایک دن) اپنے مالک کو اس طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو، اس کو دیکھنے میں تم کو کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی، پھر اگر تم سے یہ ہو سکے کہ سورج نکلنے سے پہلے جو نماز ہے (یعنی فجر کی) اور سورج ڈوبنے سے پہلے جو نماز ہے (یعنی عصر کی) ان کو چھوڑ کر (کسی اور کام میں) نہ پھنس جاؤ تو (ضرور) ایسا کرو۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ﴾ ''اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور

اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔‘‘ [بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب فضل صلوٰۃ العصر : ٥٥٤۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر : ٦٣٣]

سیدنا عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ان دونوں وقتوں کی نماز (فجر و عصر) پڑھنے والا آگ میں نہیں جائے گا۔‘‘ [مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر : ٦٣٤۔ أبو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب المحافظة علی الصلوات : ٤٢٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’رات اور دن کے فرشتے یکے بعد دیگرے تمھارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، فجر اور عصر کی نماز میں یہ فرشتے اکٹھے ہو جاتے ہیں، پھر جو فرشتے رات کو تمھارے ساتھ رہے تھے وہ اوپر (آسمان پر) چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ ان سے زیادہ واقف ہوتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں، ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔‘‘ [بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب فضل صلوۃ العصر : ٥٥٥۔ مسلم، کتاب المساجد ، باب فضل صلوتی الصبح والعصر : ٦٣٢]

وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴾ [هود : ١١٤] ’’اور دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم کر اور رات کی کچھ گھڑیوں میں بھی، بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ یہ یاد کرنے والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔‘‘

لَعَلَّكَ تَرْضٰى : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے جنتیو! تو وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہیں اور ساری خیر تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے، اے اللہ! ہم کیوں خوش نہیں ہوں گے، حالانکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کر رکھی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اللہ فرمائے گا، کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز نہ عطا کروں؟ وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ان نعمتوں سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟ اللہ فرمائے گا، میں تمھیں اپنی رضا مندی دیتا ہوں کہ اب کسی وقت بھی میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔‘‘ [بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب مع أهل الجنة : ٧٥١٨۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب إحلال الرضوان علی أهل الجنة : ٢٨٢٩]

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا، کیا تم کچھ مزید چاہتے ہو کہ میں تمھیں دوں؟ وہ کہیں گے (اے اللہ!) کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا، تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے نجات نہیں دی؟ (تو اب ہمیں اور کیا چاہیے؟) تو اس وقت اللہ تعالیٰ

حجاب اٹھائے گا تو انھیں کوئی ایسی نعمت عطا نہیں ہوئی ہوگی جو انھیں اپنے رب عزوجل کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة ربھم سبحانه و تعالٰی : ۱۸۱۔ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی رؤیة الرب : ۲۵۵۲]

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾

”اور اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف ہرگز نہ اٹھا جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر برتنے کے لیے دی ہیں، تاکہ ہم انھیں اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا دیا ہوا سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ ان دنیا داروں اور سرمایہ داروں کی طرف نہ دیکھیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں خوشحالی عطا کی ہے، کیونکہ دنیا کی یہ سج دھج عارضی و فانی اور دنیا کی یہ نعمتیں زوال پذیر ہو جانے والی ہیں اور ہم نے انھیں یہ محض آزمائش کے لیے دی ہیں اور میرے بندوں میں سے شکر گزار کم ہیں۔

مال و دولت تو آزمائش اور فتنہ میں مبتلا کرنے والی چیز ہے، لہٰذا اس کی حرص سے بچنا چاہیے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [التغابن : ۱۵، ۱٦] ”تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو اور سنو اور حکم مانو اور خرچ کرو، تمھارے اپنے لیے بہتر ہوگا اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔“

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے حرص سے بچنے کی ترغیب دی ہے، بلکہ فلاح کا مستحق انھی کو بتایا ہے جو حرص سے بچا لیے گئے۔ گویا حرص کی موجودگی میں فلاح و نجات ممکن نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مال کی حرص فتنہ میں مبتلا کرنے والی چیز ہے اور یہ فتنہ نجات سے مانع ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ حرص کی ممانعت فرما رہا ہے اور قناعت کی تلقین کر رہا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص نے فلاح پائی جس نے اسلام قبول کیا اور ضرورت کے مطابق رزق دیا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس چیز پر جو اسے عطا فرمائی، قناعت کی توفیق بخشی۔“
[مسلم، کتاب الزکوة، باب فی الکفاف والقناعة : ۱۰۵٤]

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (کچھ مال) مانگا، آپ نے مجھے دے دیا، میں نے آپ سے پھر مانگا تو آپ نے مجھے پھر دے دیا، میں نے (تیسری بار) پھر مانگا تو پھر عنایت فرما دیا اور ساتھ (نصیحت کرتے ہوئے) فرمایا: ”اے حکیم! یہ (دنیا کا) مال شیریں و خوش گوار (نظر آتا) ہے۔ (سنو!) جو شخص اسے بغیر

کسی طمع و لالچ کے لے گا اس کے لیے تو اس میں برکت ہوگی اور جو شخص دل میں لالچ رکھ کر اسے لے گا تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوگی۔ اس کا حال اس شخص کا سا ہوگا جو کھاتا تو ہے، لیکن سیر نہیں ہوتا۔ (یاد رکھو!) اوپر والا ہاتھ (یعنی مال خرچ کرنے والا شخص) نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الاستعفاف عن المسئلة : ١٤٧٢۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی : ١٠٣٥]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ منبر پر آ کر تشریف فرما ہوئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اپنے بعد جس چیز کا تم پر ڈر ہے وہ دنیا کی زیب و زینت ہے کہ اس کے دروازے تم پر کھول دیے جائیں گے۔'' ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا اچھی چیز سے بھی برائی پیدا ہوتی ہے؟ آپ خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا، تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نبی ﷺ سے بات کرتے ہو، حالانکہ وہ تم سے بات نہیں کرتے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پر وحی اتر رہی ہے۔ آپ نے چہرے سے پسینا صاف کیا اور فرمایا: ''وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟'' گویا آپ کو اس کا پوچھنا اچھا معلوم ہوا۔ تب آپ نے فرمایا: ''یہ بات تو صحیح ہے کہ اچھی چیز برائی نہیں لاتی، مگر (بے موقع استعمال سے برائی پیدا کرتی ہے) دیکھو! موسم بہار میں جو گھاس اگتی ہے وہ کبھی تو جانور کو مار ڈالتی ہے، یا کبھی مارنے کے قریب کر دیتی ہے، لیکن وہ جانور جو ہری ہری گھاس چرے، حتیٰ کہ اس کی دونوں کوکھیں پھول جائیں تو سورج کی طرف منہ کر کے لید کرے، پیشاب کرے اور پھر چرتا ہے (وہ نہیں مرتا)۔ اسی طرح (دنیا کا) یہ مال بھی بے شک بڑا شیریں اور سرسبز ہے، لیکن مسلمان کا وہ مال ہی اچھا ہے جس میں سے وہ مسکین کو، یتیم کو اور مسافر کو دیتا رہتا ہے اور بے شک جو شخص ناجائز طریقے سے مال کماتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھاتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور وہ مال قیامت کے دن (اس کے خلاف) گواہی دے گا۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة علی الیتامٰی : ١٤٦٥]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر ہو یا راہ گیر۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ : کن فی الدنیا کأنك غریب أو عابر سبیل : ٦٤١٦]

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین والوں سے جزیہ لانے کے لیے بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی اور وہاں کا حاکم علاء بن حضرمی کو مقرر کیا تھا۔ اب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے جزیے کا مال لے کر آئے اور انصار نے جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر سنی تو صبح کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے اور سلام پھرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ان کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ''شاید تم ابوعبیدہ کے آنے اور مال لانے کی خبر سن کر آئے ہو؟'' انھوں نے عرض کی، جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جو تمھیں خوش کر دے گی، اللہ کی قسم! مجھے

تمھارے متعلق فقر و فاقہ اور محتاجی کا ڈر نہیں ہے، بلکہ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر بھی اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی، جس طرح ان لوگوں پر کر دی گئی تھی جو تم سے پہلے تھے، پھر تم بھی اسی طرح دنیا کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے جیسے انھوں نے دنیا کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی اور پھر دنیا تم کو بھی اسی طرح (آخرت سے) غافل کر دے گی جس طرح اس نے ان کو غافل کیا تھا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا والتنافس فیھا : ٦٤٢٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تباہ ہو گیا دینار و درہم کا بندہ، چادر کا بندہ اور دھاری دار کپڑے کا بندہ۔ (انھوں نے اپنی آخرت برباد کی) اگر ان کو (یہ سب) ملا تو خوش ہو گئے اور نہیں ملا تو ناخوش ہو گئے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنۃ المال : ٦٤٣٥]

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ ان کو اتنا تباہ و برباد نہیں کرتے جتنا مال و جاہ کی حرص کسی شخص کے دین کو تباہ کرتی ہے۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب حدیث : ما ذئبان جائعان أرسلا فی غنم......الخ : ٢٣٧٦۔ طبرانی کبیر : ٩٦/١٩، ح : ١٨٩]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ دنیا میں بہت مال و دولت رکھتے ہیں، آخرت میں وہی نادار اور خسارے میں ہوں گے، سوائے ان لوگوں کے جنھیں اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہو، پھر انھوں نے اس دولت کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے خرچ کیا ہو اور اسے نیکی کے کاموں میں صرف کیا ہو۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب المکثرون ھم المقلون : ٦٤٤٣۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الترغیب فی الصدقۃ : ٩٤، بعد الحدیث : ٩٩١]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انصار کے کئی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (مال کا) سوال کیا تو جس کسی نے بھی مانگا آپ نے اسے کچھ نہ کچھ دے دیا، یہاں تک کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو گیا۔ جب آپ نے دونوں ہاتھوں سے جو کچھ تھا وہ خرچ کر ڈالا تو فرمایا: ''میرے پاس جو کچھ بھی آئے گا میں اس کو تم سے بچا کر رکھنے والا نہیں، بات یہ ہے کہ جو کوئی سوال سے بچنا چاہے گا اللہ بھی اس کو سوال سے بچائے گا اور جو شخص خود پر جبر کر کے صابر بننا چاہے گا تو اللہ اس کو صبر دے گا اور جو شخص بے پروا رہنا پسند کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بے پروا کر دے گا اور صبر سے بہتر اور وسیع تر کوئی نعمت تم کو ہرگز نہیں ملے گی۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الصبر عن محارم اللہ : ٦٤٧٠۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل التعفف والصبر : ١٠٥٣]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے نظر اٹھا کر آپ کے گھر کو دیکھا تو اللہ کی قسم! مجھے وہاں تین کھالوں کے سوا کوئی چیز نظر نہ آئی، تو میں نے کہا، (اے اللہ کے رسول!) آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ آپ کی امت کو فراخی عطا فرمائے، فارس اور روم کو تو بہت فراخی دی گئی ہے اور انھیں دنیا کا مال و متاع عطا کیا گیا ہے، حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے اور آپ اللہ کے رسول اور اس کے برگزیدہ ہونے کے باوجود کس حالت میں

ہیں؟ رسول اللہ ﷺ تکیہ لگائے بیٹھے تھے، (یہ سن کر) آپ سیدھے ہو گئے، آپ نے فرمایا: ''اے ابن خطاب! کیا تم شک میں ہو؟ ان لوگوں کو ان کی اچھائیوں کا بدلہ دنیا ہی میں جلدی دے دیا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة : ۲٤٦٨۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الإيلاء واعتزال النساء وتخييرهن ...... الخ : ۱٤۷۹]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ پسند نہیں کہ تین راتیں گزر جائیں اور اس میں سے کوئی چیز میرے پاس باقی ہو، سوائے اس کے کہ جو میں قرض کی ادائیگی کے لیے رکھ لوں۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قول النبی ﷺ : ما یسرنی أن عندی مثل أحد هذا ذهبًا : ٦٤٤٤]

سیدنا عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ کوئی دینار، نہ کوئی درہم، نہ کوئی غلام اور نہ کوئی لونڈی (اپنے پاس جمع کیے) سوائے ایک سفید خچر کے جس پر آپ سوار ہوا کرتے تھے، یا پھر ہتھیار تھے، یا وہ زمین تھی جسے آپ نے مسافروں کے لیے صدقہ کر دیا تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته : ٤٤٦١]

وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴾ [آل عمران : ۱۹٦ تا ۱۹۸] ''تجھے ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے جنھوں نے کفر کیا۔ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، اللہ کے پاس سے مہمانی کے طور پر اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہتر ہے۔''

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ، ہم تجھ سے کسی رزق کا مطالبہ نہیں کرتے، ہم ہی تجھے رزق دیں گے اور اچھا انجام تقویٰ کا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں۔ اس خطاب میں ساری امت نبی اکرم ﷺ کے تابع ہے، پھر آپ سے کہا گیا کہ آپ نماز کی پابندی کیجیے اور امور دنیا میں مشغول ہو کر اس سے غافل نہ ہو جایے۔ اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ ہم آپ سے یہ نہیں کہتے کہ اپنے لیے اور بال بچوں کے لیے روزی کی فکر میں لگ جایے اور نماز سے غافل ہو جایے، آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو روزی ہم دیں گے اور اچھا انجام تقویٰ والوں کے لیے ہے۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا : پابندی سے نماز پڑھنا ہی درحقیقت نماز پڑھنا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ

الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىِٕمُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ۝ وَ الَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآىِٕمُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴾ [المعارج : ١٩ تا ٣٥] ”بلاشبہ انسان تھڑدلا بنایا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے۔ سوائے نماز ادا کرنے والوں کے۔ وہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔ اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصہ ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے اور (اس کے لیے) جسے نہیں دیا جاتا۔ اور وہ جو جزا کے دن کو سچا مانتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ یقیناً ان کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں پر، یا جس کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں، تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کوئی راستہ ڈھونڈے تو وہی حد سے گزرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں کا اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں۔“

لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ : یعنی جب آپ نماز قائم کریں گے تو آپ کے پاس ایسی جگہ سے رزق آئے گا جو آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ [الطلاق : ٢، ٣] ”اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ [الذاریات : ٥٦ تا ٥٨] ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ نہ میں ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا، تیری فقیری اور حاجت کو دور کر دوں گا اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو میں تیرے دونوں ہاتھ مصروفیت سے بھر دوں گا اور تیری فقیری و حاجت دور نہیں کروں گا۔“ [ترمذی، کتاب صفة القيامة والرقائق، باب أحاديث ابتلينا بالضراء …… الخ : ٢٤٦٦۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا : ٤١٠٧]

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کا مقصود حصول دنیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کام بکھیر دیتا ہے اور اس کا فقر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اسے دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے لیے مقدر ہے اور جس کی نیت آخرت کا حصول ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کام مرتب کر دیتا ہے اور اس کے دل میں غنا پیدا فرما دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا : ٤١٠٥]

وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى : یعنی دنیا و آخرت میں اچھا انجام اہل تقویٰ ہی کا ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے رات کو خواب میں دیکھا، گویا ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں اور ہمارے پاس ابن طاب کے باغ کی کھجوریں لائی گئی ہیں، میں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ دنیا میں سربلندی اور آخرت میں اچھا انجام ہمیں ہی حاصل ہوگا اور ہمارا دین بے حد پاکیزہ ہے۔'' [مسلم، كتاب الرؤيا، باب الرؤيا النبي ﷺ ...... الخ : ٢٢٧٥۔ أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في الرؤيا : ٥٠٢٥]

وَقَالُوْا لَوْ لَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾

''اور انھوں نے کہا یہ ہمارے پاس اپنے رب سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتا اور کیا ان کے پاس وہ واضح دلیل نہیں آئی جو پہلی کتابوں میں ہے؟''

کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر نبی ہیں تو گزشتہ انبیاء کی طرح اپنی صداقت کی کوئی نشانی کیوں نہیں پیش کرتے، یا ہم لوگ جن نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں ان میں سے کوئی نشانی کیوں نہیں دکھاتے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب دیا کہ کفار مکہ گزشتہ آسمانی کتابوں کا اعتراف کرتے ہیں اور ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور نشانیاں موجود ہیں، تو پھر کون سی بات ان پر ایمان لانے سے مانع ہے۔ ان علامات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ﴾ [الأعراف : ١٥٧] ''جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔'' نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ آپ کے صحابہ کی صفات بھی تورات اور انجیل میں لکھی ہوئی تھیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ﴾ [الفتح : ٢٩] ''محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ

اللّٰهِ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ۵۰، ۵۱] ''اور انھوں نے کہا اس پر اس کے رب کی طرف سے کسی قسم کی نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں، کہہ دے نشانیاں تو سب اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو صرف ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور کیا انھیں یہ کافی نہیں ہوا کہ بے شک ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں یقیناً لوگوں کے لیے بڑی رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا اور اس معجزہ کی مناسبت سے لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور جو معجزہ مجھے دیا گیا ہے وہ وحی (یعنی قرآن مجید) ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مجھے دیا ہے، لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ میرے ماننے والے سب نبیوں کے ماننے والوں سے زیادہ ہوں گے۔''
[بخاري، كتاب فضائل القرآن، باب كيف نزل الوحي و أول ما نزل؟ : ۴۹۸۱۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۵۲]

وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى ۝

''اور اگر ہم واقعی انھیں اس سے پہلے کسی عذاب کے ساتھ ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ ضرور کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے، اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ہوں اور رسوا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر اور قرآن کریم نازل کر کے اب کسی مشرک و کافر کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رکھا ہے، یہی بات اس آیت کریمہ میں بیان کی گئی ہے کہ اگر ہم لوگوں کو بعثت نبی اور نزول کتاب سے پہلے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہلاک و برباد کرنے سے پہلے ہمارے پاس اپنا رسول کیوں نہیں بھیجا تھا، تاکہ ہم ایمان لے آتے، لیکن اب جبکہ ہم نے اپنا آخری رسول بھیج دیا ہے اور آخری کتاب نازل کر دی ہے تو ایمان لانے سے اب ان کے لیے کون سی چیز مانع ہے؟

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ رسول کے بھیجنے سے پہلے کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ۱۵] ''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴾ [القصص : ۵۹] ''اور تیرا رب کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں، یہاں تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول بھیجے جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھے اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب

کہ اس کے رہنے والے ظالم ہوں۔"

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَ مَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

"کہہ دے ہر ایک منتظر ہے، سو تم انتظار کرو، پھر تم جلد ہی جان لو گے کہ سیدھے راستے والے کون ہیں اور کون ہے جس نے ہدایت پائی۔"

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ سرکش کافروں سے کہہ دیجیے کہ ہم اور تم سبھی اپنے انجام کے منتظر ہیں، انتظار کر لو، جب مسلمانوں کو عنقریب فتح و نصرت حاصل ہوگی تو جان لو گے کہ کون دین اسلام پر قائم تھا، کسے اللہ تعالیٰ نے راہ نجات کی طرف ہدایت دی اور کون گمراہ ہو کر ہلاک و برباد ہوا، ارشاد فرمایا: ﴿وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ [الفرقان : ٤٢] "اور عنقریب وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے، کون راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہے۔" اور فرمایا: ﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ﴾ [القمر : ٢٦] "عنقریب وہ کل جان لیں گے کہ بہت جھوٹا، متکبر کون ہے؟"

تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا، مسلمان آہستہ آہستہ غالب ہوتے گئے اور کفار و مشرکین جزیرۂ عرب سے ناپید ہو گئے۔

سورة الانبیآء مکیة

عبد الرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ اور انبیاء یہ ابتدائی بہت فصیح سورتیں ہیں اور میری پرانی یاد کردہ سورتوں میں سے ہیں۔[بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الأنبیاء : ۴۷۳۹]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمۡ وَ ہُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ۚ﴿۱﴾

”لوگوں کے لیے ان کا حساب بہت قریب آ گیا اور وہ بڑی غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔“

اس آیت میں عام انسانوں یا کفارِ مکہ کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ ہر دن قیامِ قیامت سے قریب ہوتے جا رہے ہیں اور اس طرح گویا وہ میدانِ محشر میں اللہ کے حضور اپنے اعمال کے حساب کے لیے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اس دن کی کامیابی کے لیے تیاری کرتے، لیکن معاملہ بالکل برعکس ہے کہ وہ حساب اور جزا و سزا سے بالکل غافل ہیں اور فکرِ آخرت سے بہت دور، چند روزہ دنیا کے عیش و آرام کو اپنا مقصدِ حیات بنا بیٹھے ہیں۔ حساب کا دن اس لیے قریب ہے کہ ہر آنے والی چیز قریب ہی ہوتی ہے، چاہے وہ ایک مدت کے بعد ہی کیوں نہ آئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّہُمۡ یَرَوۡنَہٗ بَعِیۡدًا ۙ﴿۶﴾ وَّ نَرٰىہُ قَرِیۡبًا ﴾ [المعارج : ۶، ۷] ”بے شک وہ اسے دور خیال کر رہے ہیں۔ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَ انۡشَقَّ الۡقَمَرُ ﴾ [القمر : ۱] ”قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمھارا دنیا میں رہنا اگلی امتوں کے مقابلہ

میں ایسا ہی ہے جیسے عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک کا وقت۔'' [بخاری، كتاب مواقيت الصلوة، باب من أدرك ركعة من العصر قبل الغروب : ٥٥٧]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح (نزدیک نزدیک) بھیجے گئے ہیں۔'' [بخاری، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ : بعثت أنا والساعة كهاتين : ٦٥٠٤۔ مسلم، كتاب الفتن، باب قرب الساعة : ٢٩٥١/١٣٤]

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہشت تمھاری جوتی کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے، اسی طرح دوزخ بھی (اتنا ہی قریب ہے)۔'' [بخاری، كتاب الرقاق، باب الجنة أقرب إلى أحدكم من شراك نعله و النار مثل ذلك : ٦٤٨٨]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بہت سے دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور دریافت کرتے کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ ان لوگوں میں جو سب سے کم عمر ہوتا اس کی طرف دیکھتے، پھر فرماتے: ''اگر یہ بچہ زندہ رہا تو اس کے بوڑھا ہونے سے پہلے تمھاری قیامت آ جائے گی (یعنی تم مر جاؤ گے)۔'' [بخاری، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت : ٦٥١١۔ مسلم، كتاب الفتن، باب قرب الساعة : ٢٩٥٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے، تب آپ کے سامنے قبیلہ ازدشنوءہ کا ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا، آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''اگر اس بچے کی عمر دراز ہوئی تو اس کے بوڑھا ہونے سے پہلے (تمھاری) قیامت آ جائے گی۔'' [مسلم، كتاب الفتن، باب قرب الساعة : ٢٩٥٣/١٣٨]

مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝۲

''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو مگر وہ اسے مشکل سے سنتے ہیں اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔''

یعنی قرآن جو وقتاً فوقتاً حسب حالات وضروریات اترتا رہتا ہے، وہ اگرچہ انھی کی نصیحت کے لیے اترتا ہے، لیکن وہ اسے اس طرح سنتے ہیں جیسے وہ اس سے استہزا و مذاق اور کھیل کر رہے ہوں، یعنی اس میں تدبر اور غور وفکر نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴾ [یٰس : ٣٠] ''ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا رہا مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، تم اہل کتاب سے اس بارے میں پوچھتے ہو جو ان کے پاس ہے، حالانکہ انھوں نے اس میں تحریف کر دی، اسے بدل دیا اور اس میں کمی بیشی کر دی ہے، جبکہ تمھاری کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے

نازل ہونے والی کتابوں میں سے جدید ترین کتاب ہے، تم اسے بالکل اصل اور خالص حالت میں پڑھتے ہو، اس میں کسی چیز کی آمیزش نہیں ہے۔[بخاری، کتاب الشهادات، باب لا يسأل أهل الشرك عن الشهادة وغيرها : ٢٦٨٥]

لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۚ وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ③

''اس حال میں کہ ان کے دل غافل ہوتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے خفیہ سرگوشی کی جنھوں نے ظلم کیا تھا، یہ تم جیسے ایک بشر کے سوا ہے کیا؟ تو کیا تم جادو کے پاس آتے ہو، حالانکہ تم دیکھ رہے ہو؟''

کفار مکہ کا خیال تھا کہ اللہ کا رسول کوئی فرشتہ ہی ہو سکتا ہے، اس لیے اگر کوئی آدمی نبوت کا دعویٰ کرے گا اور اپنی صداقت کی دلیل پر کوئی معجزہ پیش کرے گا، تو وہ جادوگر ہوگا اور اس کا معجزہ دراصل جادو ہوگا۔ اسی لیے انھوں نے لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے کے لیے آپس میں سرگوشی کی اور پھر لوگوں سے کہا کہ محمد (ﷺ) تمھارے ہی جیسا انسان ہے اور اس کی باتیں جادو کے قبیل سے ہیں، پھر تم لوگ کیوں اس کی پیروی کرتے ہو؟

قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۫ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ④

''اس نے کہا میرا رب آسمان و زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی سرگوشی کی اطلاع دی اور کہا، آپ ان کافروں کو بتا دیجیے کہ میرا رب ہر اس بات کو جانتا ہے جو آسمان و زمین میں واقع ہوتی ہے۔ اسی لیے اسلام کی دعوت کی راہ میں روڑے اٹکانے کے لیے تم نے جو سرگوشی کی ہے، اسے اس کی خبر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ [التوبة : ٧٨] ''کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ان کا راز اور ان کی سرگوشی جانتا ہے اور یہ کہ بلاشک اللہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٨٠] ''یا وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک ہم ان کا راز اور ان کی سرگوشی نہیں سنتے، کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔''

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ⑤ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ⑥

''بلکہ انھوں نے کہا یہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ شاعر ہے، پس یہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جیسے پہلے (رسول) بھیجے گئے تھے۔ ان سے پہلے کوئی بستی، جسے ہم نے ہلاک کیا، ایمان نہیں لائی تو کیا یہ

ایمان لے آئیں گے؟"

کفارِ مکہ نے قرآنِ کریم کے بارے میں لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے، بلکہ جادو، جھوٹے خواب، اللہ کے خلاف افترا پردازی اور شاعری کا مجموعہ ہے اور اگر محمد (ﷺ) کو اصرار ہی ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، تو گزشتہ انبیاء کی طرح کوئی نشانی لا کر دکھائیں، جیسے صالح علیہ السلام نے اونٹنی نکال کر دکھا دی اور موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے دوسرے معجزات پیش کیے۔ ان کا یہ سوال خبث و شرارت اور کفر و عناد پر مبنی تھا، اس لیے کہ قرآن کریم کی آیتیں اور نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے دیگر معجزات کا وقتاً فوقتاً ظہور ایمان لانے کے لیے کافی تھا۔ اگر اللہ کے علم میں ہوتا کہ وہ گزشتہ انبیاء جیسی نشانیاں دیکھ کر ایمان لے آئیں گے تو اللہ ویسی نشانیاں بھی بھیج دیتا، لیکن ان کا یہ اندازِ گفتگو صرف حق کا انکار کرنے کے لیے تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جو کافر قومیں ان سے پہلے دنیا میں گزر چکی ہیں، انھوں نے بھی انھی کی طرح نشانیوں کا مطالبہ کیا تھا اور ان نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد ایمان نہیں لائے، تو ہم نے انھیں مزید مہلت دیے بغیر ہلاک کر دیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ کفارِ مکہ بھی ایسا ہی کریں گے اور ہم نہیں چاہتے کہ انھیں ہلاک کر دیا جائے، اسی لیے ان کے اصرار کے باوجود ان کا مطالبہ پورا نہیں کیا جا رہا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٥٩] "اور ہمیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ ہم نشانیاں دے کر بھیجیں مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے انھیں جھٹلا دیا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی واضح نشانی کے طور پر دی تو انھوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں دے کر نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کے لیے۔"

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

"اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے مگر کچھ مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، پس ذکر والوں سے پوچھ لو، اگر تم نہیں جانتے ہو۔"

یعنی تمام نبی مرد و انسان تھے، نہ کوئی غیر انسان کبھی نبی آیا اور نہ غیر مرد، گویا نبوت انسانوں کے ساتھ اور انسانوں میں سے بھی مردوں کے ساتھ خاص رہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی عورت نبی نہیں بنی۔ " اَهْلَ الذِّكْرِ " سے مراد اہلِ کتاب ہیں، جو سابقہ انبیاء کی کتابوں کا علم رکھتے تھے، ان سے پوچھ لو کہ پچھلے انبیاء جو ہو گزرے ہیں، وہ انسان تھے یا غیر انسان؟ وہ تمھیں بتلائیں گے کہ تمام انبیاء انسان ہی تھے۔ بعض حضرات نے اس آیت سے تقلیدِ شخصی کے جواز پر استدلال کیا ہے جو صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ یہاں " اَهْلَ الذِّكْرِ " سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور اگر بالفرض اسے عام بھی مان لیا جائے، تو مقصود قرآن و سنت کے نصوص پوچھنا ہے، نہ کہ کسی انسان کی رائے، جسے قرآن و سنت سے بغیر دلیل مانگے

مان لیا جاتا ہے۔

وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝۸

’’اور ہم نے انھیں محض جسم نہیں بنایا تھا جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔‘‘

یعنی ہم نے ان انبیاء کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں، بلکہ وہ ایسے جسم والے تھے جو کھانا کھاتے تھے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ [الفرقان : ٢٠] ’’اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔‘‘ اور وہ انبیاء دنیا میں ایک متعین مدت تک زندہ رہنے کے بعد فوت ہو جاتے ہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ٣٤] ’’اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لیے ہیشگی نہیں رکھی، سو کیا تو مر جائے تو یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔‘‘

کفار رسول اللہ ﷺ کے انسان ہونے، ان کے کھانے پینے اور بازاروں میں آمد و رفت رکھنے پر اعتراض کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان : ٧ تا ٩] ’’اور انھوں نے کہا اس رسول کو کیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا کہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔ یا اس کی طرف کوئی خزانہ اتارا جاتا، یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھایا کرتا اور ظالموں نے کہا تم تو بس ایسے آدمی کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔ دیکھ انھوں نے تیرے لیے کیسی مثالیں بیان کیں، سو گمراہ ہو گئے، پس وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔‘‘

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝۹

’’پھر ہم نے ان سے وعدہ سچا کر دیا تو ہم نے انھیں نجات دی اور اسے بھی جسے ہم چاہتے تھے اور ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔‘‘

جن گزشتہ قوموں نے نشانیوں کا مطالبہ کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بھیجے گئے رسولوں سے کہا کہ اگر نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے تو انھیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، نشانیاں آئیں اور وہ قومیں ایمان نہیں لائیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں کے علاوہ سب کو ہلاک کر دیا۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰

"بلا شبہ یقیناً ہم نے تمھاری طرف ایک کتاب نازل کی ہے، جس میں تمھارا ذکر ہے، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟"

قرآن کریم کی عظمت بیان کر کے کفار مکہ پر احسان جتایا گیا ہے کہ یہ کتاب تمھاری زبان میں تمھی میں سے ایک فرد پر نازل ہوئی ہے، یہ بات یقیناً تمھارے لیے عزت و شرف کا باعث ہے اور اس قرآن میں تمھارے لیے نصیحت کی باتیں ہیں، جن پر اگر تم عمل کرو گے تو تمھاری دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝۱۱ فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝۱۲ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْۤا اِلٰى مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝۱۳ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۱۴ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝۱۵

"اور کتنی ہی بستیاں ہم نے توڑ کر رکھ دیں جو ظالم تھیں اور ان کے بعد اور لوگ نئے پیدا کر دیے۔ تو جب انھوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا اچانک وہ ان (بستیوں) سے بھاگ رہے تھے۔ بھاگو نہیں اور ان (جگہوں) کی طرف واپس آؤ جن میں تمھیں خوش حالی دی گئی تھی اور اپنے گھروں کی طرف، تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ انھوں نے کہا ہائے ہماری بربادی! یقیناً ہم ظالم تھے۔ تو ان کی پکار ہمیشہ یہی رہی، یہاں تک کہ ہم نے انھیں کٹے ہوئے، بجھے ہوئے بنا دیا۔"

ان آیات میں ایک بستی والوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ جب ان لوگوں نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی اور کفر کی راہ اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکوبی کے لیے بخت نصر کو بھیج دیا، جس نے انھیں تلواروں سے گاجر مولی کی طرح قتل کیا اور اللہ تعالیٰ ان کی جگہ ایک دوسری قوم کو لے آیا، جو دین و اخلاق کے اعتبار سے ان سے اچھی تھی۔ ان پر جب عذاب آنے کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ اپنی بستی سے بھاگنے لگے، تو فرشتوں نے ان سے استہزا کے طور پر کہا کہ بھاگو نہیں، بلکہ اپنے ناز و نعم میں پڑے رہو۔ تم تو بڑے لوگ ہو، لوگوں کو تمھاری ضرورت ہے، وہ تمھارے پاس اپنے مسائل میں صلاح و مشورے کے لیے آئیں گے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ عذابِ الٰہی نے انھیں بخت نصر کی فوجوں کی شکل میں چہار جانب سے گھیر لیا ہے تب اپنے جرائم کا اعتراف کر کے کفِ افسوس ملنے لگے اور چیخ پکار کرنے لگے، یہاں تک کہ بخت نصر کی فوجوں نے انھیں بیخ و بُن سے ختم کر دیا۔ عذاب میں مبتلا ہونے والی قوم بھی عذاب سے اس طرح پامال ہو جاتی ہے جس طرح کٹا ہوا کھیت، نہ قوم باقی رہتی ہے اور نہ اس کی شان و شوکت، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۝ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۝ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ

لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج : ٤٢ تا ٤٦] ’’اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بے شک ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود نے جھٹلایا۔ اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے۔ اور مدین والوں نے۔ اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا تو میں نے ان کافروں کو مہلت دی، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟ سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔‘‘

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝

’’اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ اگر ہم چاہتے کہ کوئی کھیل بنائیں تو یقیناً اسے اپنے پاس سے بنا لیتے، اگر ہم کرنے والے ہوتے۔‘‘

اللہ تعالیٰ مشرک اور کافر قوموں کو ان کے کفر و معاصی کی وجہ سے ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ دلیل ہے کہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان پائی جانے والی مخلوقات کو اس نے بے کار اور عبث نہیں پیدا کیا، بلکہ ان تمام کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ اس کے بندے اس کی گوناگوں نعمتوں سے مستفید ہوں، اس کا شکر ادا کریں اور اسے یاد کرتے رہیں۔ اس لیے کہ جو قومیں اس کے ذکر و شکر سے روگردانی کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم لہو و لعب چاہتے تو بنا لیتے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اگر کسی کو اپنی بیوی اور کسی کو اپنا بیٹا بنانا ہوتا تو اپنے پاس موجود مخلوق میں سے کسی کو اپنی بیوی اور کسی کو اپنی اولاد بنا لیتے، لیکن ہم نے ایسا نہیں چاہا اور نہ ہمارے لیے یہ بات مناسب ہے، کیونکہ ہم تو آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کے مالک ہیں، سب ہمارے غلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو محض کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴾ [ص : ٢٧] ’’اور ہم نے آسمان و زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے جنھوں نے کفر کیا، سو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا آگ کی صورت میں بڑی ہلاکت ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

﴿وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [آل عمران : ۱۹۰، ۱۹۱]

”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غوروفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝

”بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، پس اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور تمھارے لیے اس کی وجہ سے بربادی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔“

یعنی تخلیق کائنات کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ ہے کہ یہاں حق و باطل کی جو معرکہ آرائی اور خیر و شر کے درمیان جو تصادم ہے، اس میں ہم حق اور خیر کو غالب اور باطل اور شر کو مغلوب کریں۔ چنانچہ ہم حق کو باطل پر، یا سچ کو جھوٹ پر یا خیر کو شر پر مارتے ہیں، جس سے باطل، جھوٹ اور شر چشم زدن میں نابود ہو جاتا ہے۔ ” دَمْغٌ “ سر کی ایسی چوٹ کو کہتے ہیں جو دماغ تک پہنچ جائے۔ ”زَهَقٌ“ کے معنی ”ختم یا ہلاک و تلف ہو جانے کے ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ [بنی إسرائیل : ۸۱] ”اور کہہ دے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، جس سے آپ ان بتوں کو کچوکے مارتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے تھے: ”حق آ گیا اور باطل چلا گیا، حق آ گیا اور باطل سے نہ شروع میں کچھ ہو سکا اور نہ آئندہ کچھ ہو سکتا ہے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب أین رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایة یوم الفتح ؟ : ٤٢٨٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کا طواف کیا، پھر ایک بت کے پاس آئے جو کعبہ کے پہلو میں رکھا گیا تھا، لوگ اس کی پوجا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک کمان تھی، جس کا ایک کونا آپ نے تھاما ہوا تھا، تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بت کے پاس آئے تو اس کی آنکھ میں کچوکا لگانے لگے اور فرمانے لگے: ”حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔“ [مسلم، کتاب الجهاد، باب فتح مکة : ۱۷۸۰]

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝

’’اور اسی کا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں، وقفہ نہیں کرتے۔‘‘

یعنی جو باری تعالیٰ آسمان و زمین کی تمام موجودات کا مالک ہے، وہ اس سے بالکل بے نیاز ہے کہ اس کی بیوی یا اس کا کوئی لڑکا ہو۔ تمام فرشتے اس کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں، نہ اس کی عبادت کا انکار کرتے ہیں اور نہ اس سے تھکتے ہیں، بلکہ شب و روز اس کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔ جس طرح آدمی ہر حال میں سانس لیتا رہتا ہے اور اس کی پلکیں اکثر جھپکتی رہتی ہیں اور جب تک زندہ رہتا ہے کبھی ان دونوں کاموں سے نہیں تھکتا، اسی طرح فرشتے ہر حال میں تسبیح پڑھتے رہتے ہیں، ایک لحہ کے لیے بھی انقطاع نہیں ہوتا اور یہ بات ان کے لیے ایسا امر طبعی ہے کہ کبھی اس سے تھکن محسوس نہیں کرتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ [النحل : ۴۹، ۵۰] ’’اور اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کوئی بھی چلنے والا (جانور) ہو اور فرشتے بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ وہ اپنے رب سے، جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَ مَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴾ [النساء : ۱۷۲] ’’مسیح ہرگز اس سے عار نہ رکھے گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ مقرب فرشتے ہی اور جو بھی اس کی بندگی سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب وہ ان سب کو اپنی طرف اکٹھا کرے گا۔‘‘

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝۲۱

’’یا انھوں نے زمین سے کوئی معبود بنا لیے ہیں، جو زندہ کریں گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے لوگو! جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ خود اللہ کی عبادت کرتے ہیں، وہ بھی تمھاری طرح اللہ کے محتاج ہیں۔ ایسی صورت میں ان کی عبادت لغو ہے، عبادت تو اس کی ہونی چاہیے جس کی عبادت تمھارے خود ساختہ معبود کرتے ہیں۔ الٰہ تو صرف ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ کیا اس حقیقت کے باوجود انھوں نے زمین پر پیدا ہونے والوں میں سے الٰہ بنا لیے ہیں، جو انھیں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کریں گے؟ نہیں، زمین میں کوئی الٰہ نہیں ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکے۔ زمین و آسمان دونوں جگہ بس ایک ہی الٰہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝ وَ تَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۸۴، ۸۵] ’’اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور بہت برکت والا ہے وہ جس کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی

بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾

”اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔ سو پاک ہے اللہ جو عرش کا رب ہے، ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ اس سے نہیں پوچھا جاتا اس کے متعلق جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جاتا ہے۔“

یعنی اگر واقعی آسمان و زمین میں دو معبود ہوتے تو کائنات میں تصرف کرنے والی دو ہستیاں ہوتیں، دو کا ارادہ، شعور اور مرضی کارفرما ہوتی اور جب دو ہستیوں کا ارادہ اور فیصلہ کائنات میں چلتا تو یہ نظم کائنات اس طرح قائم رہ ہی نہیں سکتا تھا جو ابتدائے آفرینش سے بغیر کسی ادنیٰ توقف کے قائم چلا آرہا ہے۔ کیونکہ دونوں کا ارادہ ایک دوسرے سے ٹکراتا، دونوں کی مرضی کا آپس میں تصادم ہوتا، دونوں کے اختیارات ایک دوسرے کی مخالف سمت میں استعمال ہوتے، جس کا نتیجہ ابتری اور فساد کی شکل میں رونما ہوتا۔ اب تک ایسا نہیں ہوا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کائنات میں صرف ایک ہی ہستی ہے جس کا ارادہ و مشیت کارفرما ہے۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے، صرف اور صرف اسی کے حکم پر ہوتا ہے۔ اس کے دیے ہوئے کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ اپنی رحمت روک لے، اسے دینے والا کوئی نہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ [یونس : ۳۱] ”کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ”اللہ“ تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟“ اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [النمل : ۶۰، ۶۱] ”(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ رونق والے باغات اگائے، تمھارے بس میں نہ تھا کہ ان کے درخت اگاتے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو راستے سے ہٹ رہے ہیں۔ (کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان رکاوٹ بنادی؟ کیا اللہ

کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔“

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾

”یا انھوں نے اس کے سوا کوئی معبود بنا لیے ہیں؟ کہہ دے لاؤ اپنی دلیل۔ یہی ان کی نصیحت ہے جو میرے ساتھ ہیں اور ان کی بھی جو مجھ سے پہلے تھے، بلکہ ان کے اکثر حق کو نہیں جانتے، سو وہ منہ پھیرنے والے ہیں۔“

اس آیت میں مشرکین مکہ کے شرک کی دوبارہ تردید کی گئی ہے اور رسول کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ ذرا ان سے پوچھیے تو سہی کہ تم جو اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہو تو اپنے دعویٰ کی صداقت پر دلیل بھی تو پیش کرو، یعنی تمھارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، پھر کہا کہ یہ قرآن کریم جو مسلمانوں کی کتاب ہے اور تورات و انجیل بھی کسی نہ کسی حال میں موجود ہیں، ان میں سے کسی بھی کتاب میں اللہ کا کسی کو شریک نہیں ثابت کیا گیا، تو پھر تم کس دلیل کی بنیاد پر ایسی خطرناک بات اپنی زبان پر لاتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تمھیں قرآن کریم کی عظمت کا احساس ہی نہیں ہے، اس لیے توحید الوہیت سے متعلق اس میں بیان کردہ دلائل و براہین سے تم اعراض کر رہے ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ [الأحقاف : ٤] ”کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔“

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔“

یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم ﷺ کے زمانے تک جتنے انبیاء مبعوث ہوئے اور جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، ان سب کا ایک ہی پیغام تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس لیے صرف اسی کی عبادت ہونی چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ [النحل : ٣٦] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“ اور فرمایا: ﴿وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ [الزخرف : ٤٥] ”اور ان سے پوچھ جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے

رسولوں میں سے بھیجا، کیا ہم نے رحمان کے سوا کوئی معبود بنائے ہیں، جن کی عبادت کی جائے؟"

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں، اس لیے جب تم وہاں پہنچو تو انھیں (سب سے پہلے) اس بات کی طرف دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، پھر اگر وہ تمھاری یہ بات مان لیں تو انھیں آگاہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پھر اگر وہ تمھاری یہ بات بھی تسلیم کر لیں تو انھیں خبردار کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے وصول کی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی اور اگر وہ اس میں بھی تمھاری فرماں برداری کریں تو ان کے نفیس و عمدہ مال (بطور زکوٰۃ لینے) سے بچنا اور مظلوم کی بد دعا سے بھی بچنا، کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔" [بخاري، كتاب الزكوة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء و ترد في الفقراء حيث كانوا : ١٤٩٦۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين و شرائع الإسلام : ١٩]

سیدنا مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو رسول اکرم ﷺ اس کے پاس آئے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے چچا جان! آپ "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کر لیں، یہ ایسا کلمہ ہے کہ جس کی بنا پر میں اللہ کے ہاں آپ کے حق میں گواہی دوں گا۔" اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کہنے لگے، اے ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کے دین کو چھوڑ دو گے؟ اب (ایک طرف) رسول اکرم ﷺ مسلسل اسے "لا الٰہ الا اللہ" کی دعوت دیتے رہے اور (دوسری طرف) وہ دونوں ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بھی اپنی پہلی بات دہراتے رہے، حتیٰ کہ ابو طالب نے جو آخری بات کی وہ یہ تھی کہ وہ عبد المطلب کے دین پر قائم ہے اور یوں اس نے "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا۔ [بخاري، كتاب الجنائز، باب إذا قال المشرك عند الموت : لا إله إلا الله : ١٣٦٠۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على صحة إسلام من حضره الموت ...... الخ : ٢٤]

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

"اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ پاک ہے، بلکہ وہ بندے ہیں جنھیں عزت دی گئی ہے۔ وہ بات کرنے میں اس سے پہل نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم کے ساتھ ہی عمل کرتے ہیں۔"

اس میں مشرکین کا رد ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ فرمایا کہ وہ بیٹیاں نہیں، اس کے ذی عزت

بندے اور اس کے فرماں بردار ہیں۔ علاوہ ازیں بیٹے، بیٹیوں کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب عالم پیری میں ضعف و اضمحلال کا آغاز ہو جاتا ہے، اس وقت اولاد سہارا بن جاتی ہے، اسی لیے اولاد کو عصائے پیری سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن بڑھاپا، ضعف و اضمحلال ایسے عوارض ہیں جو انسان کو لاحق ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات ان تمام کمزوریوں اور کوتاہیوں سے پاک ہے۔ اس لیے اسے اولاد یا کسی اور سہارے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾ [الأنعام : ۱۰۱، ۱۰۲] ”وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہوگی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ یہی اللہ تمھارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ سو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔“

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝۲۸

”وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اسی کے لیے جسے وہ پسند کرے اور وہ اسی کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کا علم ان فرشتوں کے اگلے پچھلے تمام احوال و کوائف کو محیط ہے، ان کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں ہے اور وہ فرشتے قیامت کے دن اللہ کے حضور صرف انھی کی سفارش کریں گے جن کے لیے اللہ تعالیٰ سفارش کیا جانا پسند کرے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ [البقرة : ۲۵۵] ”کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾ [سبا : ۲۳] ”اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔“ دونوں آیتوں کا مفہوم یہی ہے کہ قیامت کے دن اللہ کی اجازت کے بغیر انبیائے کرام، فرشتے یا اللہ کے دیگر نیک بندے کسی کی شفاعت نہیں کریں گے اور وہ فرشتے اللہ کی مرضی کے بغیر کیسے کسی کی شفاعت کریں گے؟ وہ تو خود ہی اللہ تعالیٰ کے قہر و جبروت سے شدید خائف ہوں گے۔

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے دیدار سے متعلق جو حدیث مروی ہے، اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آج تم لوگ اپنے حق کے لیے جتنا تقاضا (یا مطالبہ) مجھ سے کرتے ہو اس سے کہیں زیادہ شدید تقاضا اہل ایمان (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ سے اس وقت کریں گے جب انھیں اپنے بارے میں

اطمینان ہو جائے گا کہ وہ اپنے بھائیوں میں سے نجات پا گئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہمارے بھائی بھی ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے اور دوسرے نیک اعمال کرتے تھے (انھیں بھی معاف فرما دیجیے)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، جاؤ جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان پاؤ اسے نکال لاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان گناہ گار لوگوں کے چہرے (جلانا) جہنم پر حرام کر دیں گے، پس جب اہل ایمان آئیں گے تو دیکھیں گے کہ بعض لوگوں کے قدموں تک آگ ہے اور بعض لوگوں کی نصف پنڈلیوں تک آگ پہنچی ہوئی ہے۔ چنانچہ یہ لوگ جس جس کو پہچانیں گے، انھیں نکال کر لے جائیں گے۔ پھر اللہ کے حضور حاضر ہوں گے (اور دوبارہ سفارش کریں گے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا جاؤ اور جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی ایمان پاؤ اسے نکال لاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ (جائیں گے اور) جسے جسے پہچانیں گے، اسے نکال لائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے (اور پھر سفارش کریں گے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا جاؤ اور جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان پاؤ اسے بھی نکال لاؤ۔ (چنانچہ یہ لوگ جائیں گے اور) جسے پہچانیں گے اسے نکال لائیں گے۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی: ﴿ وجوہ یومئذ ناضرۃ، إلی ربها ناظرۃ ﴾ : ۷۴۳۹]

وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۲

"اور ان میں سے جو یہ کہے کہ بے شک میں اس کے سوا معبود ہوں تو یہی ہے جسے ہم جہنم کی جزا دیں گے۔ ایسے ہی ہم ظالموں کو جزا دیتے ہیں۔"

اس آیت میں فرمایا کہ فرشتوں کی تمام مذکور خوبیوں کے باوجود، اگر بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ ان میں سے کوئی معبود ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے گا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اس لیے مشرکین کا یہ کہنا محض افترا پردازی ہے کہ ملائکہ اس کی بیٹیاں ہیں اور ان کی عبادت اس لالچ سے کرنا کہ وہ اللہ کے نزدیک سفارشی بنیں گے، ظلم عظیم ہے۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾

"اور کیا جن لوگوں نے کفر کیا یہ نہیں دیکھا کہ بے شک سارے آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے تو ہم نے انھیں پھاڑ کر الگ کیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی، تو کیا یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔"

اس آیت میں "رَتْقٌ" اور "فَتْقٌ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ "رَتْقٌ"

کے معنی دو چیزوں یا کئی چیزوں کا آپس میں مل جانا جڑ جانا اور چسپیدہ ہونا ہے، جبکہ ''فَتْقٌ'' کے معنی ایسی ملی ہوئی اور جڑی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کر دینا ہے۔ اس آیت میں کائنات کا نقطۂ آغاز بیان کیا گیا ہے کہ ابتدا میں زمین و آسمان ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں الگ الگ کیا، آسمان کو اوپر اٹھایا اور زمین کو اس کی جگہ رہنے دیا اور آسمان سے بارش نازل کی جس سے زمین میں پودے اگائے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی بھیجا، اس کے ذریعے سے تمام حیوانات و نباتات کو زندگی دی۔ حیوانات کی پیدائش کے سلسلہ میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [النور : ٤٥] ''اور اللہ نے ہر چلنے والا (جاندار) ایک قسم کے پانی سے پیدا کیا، پھر ان میں سے کوئی وہ ہے جو اپنے پیٹ پر چلتا ہے اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو چار پر چلتا ہے، اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، یقیناً اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔'' نباتات کی پیدائش کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٩٩] ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملتے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔''

وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳۱ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۳۲ وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۳۳

''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انھیں ہلا نہ دے اور ہم نے ان میں کشادہ راستے بنا دیے، تاکہ وہ راہ پائیں۔ اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند پیدا کیے، سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

یعنی زمین پر بڑے اور اونچے پہاڑوں کو کھڑا کر دیا، تاکہ زمین حرکت نہ کرے اور زمین پر کشادہ راستے بنا دیے،

تا کہ لوگ ان پر چل کر حصولِ معاش اور دیگر مقاصد کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکیں، پھر آسمان کو زمین کے لیے چھت بنایا اور اسے زمین پر گرنے سے محفوظ رکھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴾ [ق : ٦] ''تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی درزیں نہیں ہیں۔''

آخری آیت میں فرمایا کہ اس نے رات اور دن، اور شمس و قمر کو پیدا کیا اور شمس و قمر میں سے ہر ایک کا ایک محدود دائرہ بنایا جس میں وہ اللہ کے حکم سے گردش کرتا رہتا ہے، کوئی ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتا اور اپنے محدود دائرے سے باہر نہیں ہوتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾ [الأنعام : ٩٦] ''صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا۔ یہ اس زبردست غالب، سب کچھ جاننے والے کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴾ [فاطر : ١٣] ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔''

یہی حال دیگر تمام سیاروں کا بھی ہے، ہر ایک اپنے مخصوص دائرے میں گھومتا رہتا ہے اور سرمو بھی اس سے باہر نہیں ہوتا۔ ورنہ نظام عالم درہم برہم ہو جاتا، تمام سیارے آپس میں ٹکرا جاتے اور سارا عالم ہلاک و برباد ہو جاتا، یقیناً قدرتِ الٰہیہ کے یہ تمام مظاہر اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ ایک ہے اور صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿٣٤﴾

''اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لیے ہمیشگی نہیں رکھی، سو کیا اگر تو مر جائے تو یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

مشرکین مکہ کا گمان تھا کہ نبی کریم ﷺ جلد ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور ان کے بعد دعوتِ اسلامیہ کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان کی خواہش کی تردید کی ہے اور فرمایا کہ اس دنیا میں کسی کو بھی دوام حاصل نہیں ہے، آپ کے ان دشمنوں کو بھی دوام حاصل نہیں ہے، سب کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اس لیے اگر آپ وفات پا جائیں گے، تو اس میں حیرت کی کون سی بات ہے؟ لیکن اللہ کا دین تو قیامت تک باقی رہے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴾ [الرحمٰن : ٢٦، ٢٧] ''ہر ایک جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو بڑی شان اور عزت والا ہے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہے تو دنیا رکھ لے اور چاہے تو اسے چن لے جو اللہ کے پاس ہے، تو اس بندے نے اسے پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے۔'' یہ سنتے ہی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس بزرگ آدمی کا رونا سمجھ میں نہیں آیا، اگر اللہ اپنے ایک بندے کو اس دنیا اور اپنی اخروی نعمتوں میں سے کسی ایک کو پسند کر لینے کا اختیار دیتا ہے اور وہ اللہ کے ہاں کی نعمتیں پسند کر لیتا ہے، تو اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ (لیکن دراصل ہم سمجھ نہ سکے تھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے تھے، کیونکہ) بندے سے مراد رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے کہیں زیادہ سمجھ دار تھے۔ بہر حال! آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اے ابوبکر! نہ رو، ساتھ دینے اور مال خرچ کرنے کے اعتبار سے جس قدر مجھ پر ابوبکر کے احسان ہیں کسی اور کے نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس امت میں سے اگر میں نے کسی کو اپنا جگری دوست بنانا ہوتا تو میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہی کو بناتا، لیکن اس کے بدلہ میں اسلام کا بھائی چارہ اور باہمی مودت کافی ہے۔ (سنو!) مسجد میں کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دیا جائے، صرف ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا دروازہ کھلا رہے۔'' [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الخوخة والممر فی المسجد : ٤٦٦]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی روح کو جب قبض کیا تو آپ کا سر اقدس میری گود میں تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ و وفاته : ٤٤٤٦]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شدت مرض کے زمانہ میں نبی کریم ﷺ کی بے چینی بہت بڑھ گئی تھی، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، آہ! ابا جان کو کتنی بے چینی ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''(اے میری بیٹی!) آج کے بعد تمھارے باپ کی یہ بے چینی باقی نہیں رہے گی۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ و وفاته : ٤٤٦٢]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی رہائش سے، جو مقام سُنح میں تھی، گھوڑے پر تشریف لائے اور گھوڑے سے اتر کر مسجد میں داخل ہو گئے، لوگوں سے کوئی بات نہ کی اور پھر میرے پاس چلے آئے (جہاں رسول اللہ ﷺ کی نعش مبارک تھی) وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے، اس وقت آپ ﷺ کو دھاری دار حبری (یمنی) کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹایا، آپ پر جھک گئے، آپ کو بوسہ دیا اور رونے لگ گئے اور کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ کی قسم! اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا، جو موت آپ کے لیے لکھ دی گئی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی ہے۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت بعد الموت...... الخ : ١٢٤١، ١٢٤٢]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے
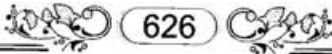
تھے، انھوں نے فرمایا، عمر! بیٹھ جاؤ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کیا تو لوگ عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر آپ کی طرف متوجہ ہو گئے، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اما بعد! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ کی ذات زندہ ہے، جس کو کبھی فنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٤٤] ”اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔“ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یوں معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے اور جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت فرمائی، تو لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کو سیکھا اور جس جس نے بھی اس آیت کو سنا تو بے ساختہ اس کی تلاوت شروع کر دی، سعید بن میسب سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! مجھے اس وقت ہوش آیا جب میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا، تو جس وقت میں نے انھیں تلاوت کرتے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے تو میں سکتے میں آ گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا پائیں گے اور میں زمین پر گر جاؤں گا۔
[بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته : ٤٤٥٤]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت صحت میں فرمایا کرتے تھے: ”جب بھی کسی نبی کی روح قبض کی گئی تو پہلے اسے جنت میں اس کی قیام گاہ ضرور دکھا دی گئی، پھر اسے (دنیا اور آخرت کے درمیان) اختیار دیا گیا۔“ پھر جب آپ بیمار ہوئے اور موت کا وقت قریب آ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہو گئی، پھر جب کچھ افاقہ ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نظریں چھت کی جانب پیوست کر دیں، پھر فرمایا: ”اے میرے اللہ! میں تیری بلند رفاقت کو پسند کرتا ہوں۔“ اس وقت میں نے (دل میں) کہا کہ اب آپ ہمارے ہاں رہنا پسند نہیں فرمائیں گے اور یہ راز اس وقت ہم پر کھلا کہ حالت صحت میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ایسی گفتگو کرتے تھے، اس سے آپ کیا بتانا چاہتے تھے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته : ٤٤٣٧]

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

”ہر جان موت کو چکھنے والی ہے اور ہم تمھیں برائی اور بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں، آزمانے کے لیے اور تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

ہر مخلوق نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، تاکہ دنیا میں اس نے جو اچھے یا برے اعمال کیے ہیں قیامت میں ان کا اسے

بدلہ دیا جائے۔ اسی لیے اللہ نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ وہ اس دنیا میں انسانوں کو خوشی اور غم، امیری اور فقیری، صحت اور بیماری، روزی میں کشادگی اور تنگی کے ذریعے سے آزماتا ہے، تاکہ صابر و شاکر اور کافر و ناشکر گزار کا فرق واضح ہو اور جب موت کے بعد اللہ کے سامنے حاضر ہوں تو اس کے مطابق اسے جزا و سزا ملے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ٢٠] ”اور جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، آگ پر پیش کیے جائیں گے، تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے جا چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے، سو آج تمھیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا، اس لیے کہ تم زمین میں کسی حق کے بغیر تکبر کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا، اسے اس کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا اور کافر کو اس کی ان نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی، جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقين و أحكامهم، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة وتعجيل حسنات الكافر في الدنيا : ٢٨٠٨]

وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۳۶

”اور جب تجھے وہ لوگ دیکھتے ہیں جنھوں نے کفر کیا تو تجھے مذاق ہی بناتے ہیں، کیا یہی ہے جو تمھارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے، اور وہ خود رحمان کے ذکر ہی سے منکر ہیں۔“

ابو جہل اور دیگر مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی دعوت کا مذاق اڑاتے تھے، ان بدبختوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا کچھ بھی اندازہ نہیں تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴾ [الفرقان : ٤١] ”اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے نہیں بناتے مگر مذاق، کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟“

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جھوٹے معبودوں کے بارے میں جب کہتے ہیں کہ یہ بے جان ہیں اور تمھیں کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچائیں گے تو اس پر چیں بجبیں ہوتے ہیں اور خود ان کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ خالق کون و مکاں کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں۔

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ : سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور مشرکوں کے درمیان صلح (حدیبیہ) کے معاہدہ کی تحریر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو۔'' اس پر سہیل اعتراض کرتے ہوئے کہنے لگا، یہ جو رحمٰن ہے، اللہ کی قسم! میں تو نہیں جانتا کہ یہ کون ہے؟ آپ ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ'' (اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ) لکھیں، جس طرح آپ پہلے لکھا کرتے تھے۔ مسلمان کہنے لگے، اللہ کی قسم! ہم ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بجائے کوئی دوسرا جملہ نہیں لکھیں گے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے) فرمایا: ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ'' ہی لکھ دو۔'' [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۝۳۷

''انسان سراسر جلد باز پیدا کیا گیا ہے، میں عنقریب تمھیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا، سو مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔''

سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار عذاب کی جلدی کرتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ عذاب میں تاخیر کر رہا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۵۳] ''اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ يَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۱] ''اور انسان برائی کی دعا کرتا ہے اپنے بھلائی کی دعا کرنے کی طرح اور انسان ہمیشہ سے بہت جلد باز ہے۔'' لہٰذا ثابت ہوا کہ جلد بازی اچھی چیز نہیں، اللہ تعالیٰ جلد بازی کو پسند نہیں کرتا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبد القیس کے ایک آدمی اشج رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ پسند فرماتا ہے، ایک حلم و بردباری اور دوسری جلد بازی نہ کرنا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بالإیمان باللہ تعالٰی ورسوله ﷺ وشرائع الدین ...... الخ : ۱۷/۲۵]

سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ : یعنی اے کافرو! میں عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھاؤں گا، ان نشانیوں ہی سے تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ حق کس طرف ہے، ہو سکتا ہے کہ تم ان نشانیوں کو دیکھ کر حق قبول کر لو اور عذاب سے بچ جاؤ۔ لہٰذا تم مجھ سے عذاب کے جلدی بھیجنے کا مطالبہ نہ کرو۔ نشانیوں سے مراد مسلمانوں کی فتوحات اور کافروں کی پے در پے شکستیں ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ٤٤] ''پھر کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک ہم زمین کو آتے ہیں، اسے اس کے کناروں سے گھٹاتے آتے ہیں، تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں؟'' اور فرمایا: ﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴾ [آل عمران : ۱۳] ''یقیناً

تمھارے لیے ان دو جماعتوں میں ایک نشانی تھی جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں، ایک جماعت اللہ کے راستے میں لڑتی تھی اور دوسری کافر تھی، یہ ان کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنے سے دو گنا دیکھ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی مدد کے ساتھ قوت بخشتا ہے، بلاشبہ اس میں آنکھوں والوں کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے۔"

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

"اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ تکذیب و انکار اور کفر و عناد کی وجہ سے اور عذاب کو بعید سمجھنے کی وجہ سے عذاب کے لیے جلدی کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٥٣] "اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آجاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔"

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾

"کاش! وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، اس وقت کو جان لیں جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔"

یعنی اگر انھیں یقین ہو کہ قیامت واقعی آنے والی ہے تو یہ عذاب کے لیے کبھی جلدی نہ کریں اور اگر یہ لوگ اس وقت کو جان لیں جب عذابِ الٰہی انھیں اوپر سے ڈھانپ لے گا اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ان کو اپنی گرفت میں لے لے گا، تو کبھی اس کی آرزو نہ کریں۔ جہنم کی ہیبت ناکیاں قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں بیان کی گئی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ﴾ [الزمر : ١٦] "ان کے لیے ان کے اوپر سے آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی سائبان ہوں گے۔" اور فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ﴾ [الأعراف : ٤١] "ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا اور ان کے اوپر کے لحاف ہوں گے۔" اور فرمایا: ﴿ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴾ [إبراهيم : ٥٠] "ان کی قمیصیں گندھک کی ہوں گی اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپے ہوگی۔"

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾

”بلکہ وہ ان پر اچانک آئے گی تو انھیں مبہوت کر دے گی، پھر وہ نہ اسے ہٹا سکیں گے اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔“

وقوعِ قیامت کے بارے میں ہر شک و شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت آئے گی اور ایسی اچانک آئے گی کہ وہ پھر کسی کو توبہ و عمل کی مہلت نہیں دے گی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو، تو جب وہ طلوع ہوگا اور لوگ اسے دیکھیں گے تو سب کے سب ایمان لے آئیں گے، لیکن یہ وقت وہ ہوگا کہ جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو، یا اس نے اپنے ایمان (کے زمانہ) میں کوئی نیکی نہ کی ہو تو اس کا ایمان لانا اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ قیامت (اس طرح اچانک) واقع ہو جائے گی کہ دو آدمیوں نے اپنا کپڑا پھیلایا ہوگا، لیکن وہ اس کی خرید و فروخت سے فارغ نہ ہو سکیں گے اور نہ اس تہ کر سکیں گے (کہ قیامت آ جائے گی)۔ ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر لوٹے گا، لیکن وہ اسے پی نہ سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور (کوئی آدمی) اپنے حوض کی مرمت کر رہا ہوگا، لیکن اس میں سے پانی پلا نہ سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور یہ کہ کسی آدمی نے نوالہ منہ میں رکھنے کے لیے اٹھایا ہوگا، وہ اسے کھا نہ سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، بابٌ : ٦٥٠٦۔ مسلم، کتاب الفتن، باب قرب الساعة : ٢٩٥٤]

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾

ع ۳

”اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا انھیں اسی چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ مشرکین کے استہزا اور تکذیب سے بددل نہ ہوں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، تجھ سے پہلے آنے والے پیغمبروں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، بالآخر وہی عذاب ان پر الٹ پڑا، یعنی اس نے انھیں گھیر لیا، جس کا وہ استہزا و مذاق اڑایا کرتے تھے اور جس کا وقوع ان کے نزدیک محال تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ﴾ [الأنعام : ٣٤] ”اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے ساتھ ساتھ کفار و مشرکین کے لیے اس میں وعید و تہدید بھی ہے۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾

”کہہ کون ہے جو رات اور دن میں رحمان سے تمھاری حفاظت کرتا ہے، بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرنے

والے ہیں۔‘‘

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ ذرا ان مذاق اڑانے والوں سے پوچھیے تو سہی کہ جس عذاب کے تم مستحق ہو، اگر اللہ تم پر وہ عذاب اتارنا چاہے تو تمھیں کون بچا سکے گا؟ اس کے بعد فوراً ہی ان کی حالت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ قبول حق سے اتنا دور ہو چکے ہیں کہ ان نصیحتوں کا ان پر کوئی مفید اثر پڑنے والا نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [یونس : ۱۰۷] ’’اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرلے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ : یعنی اس کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا اعتراف نہیں کرتے، بلکہ اس کی نشانیوں اور اس کی نعمتوں سے اعراض کیے ہوئے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ۳] ’’ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہے حق اور مقررہ میعاد ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اس چیز سے جس سے وہ ڈرائے گئے، منہ پھیرنے والے ہیں۔‘‘

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَ لَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ۝۴۳

’’یا ان کے لیے ہمارے سوا کوئی اور معبود ہیں، جو انھیں بچاتے ہیں؟ وہ نہ خود اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہماری طرف سے ان کا ساتھ دیا جاتا ہے۔‘‘

فرمایا کہ کیا مشرکین مکہ کے جھوٹے معبود اس عذاب سے انھیں بچا سکیں گے؟ حالانکہ ان کے اندر اتنی بھی قدرت نہیں کہ وہ خود اپنی مدد کر سکیں، یا کوئی اور ہے جو ان کافروں کو ہمارے عذاب سے بچا سکے؟ جواب ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ انھیں عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو آسمان و زمین میں کوئی نہیں جو انھیں اس سے بچا سکے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [الزمر : ۳۸] ’’اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو

کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔‘‘

بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

’’بلکہ ہم نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو ساز و سامان دیا، یہاں تک کہ ان پر لمبی عمر گزر گئی، پھر کیا وہ دیکھتے نہیں کہ بے شک ہم زمین کو آتے ہیں، اسے اس کے کناروں سے گھٹاتے آتے ہیں، تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں؟‘‘

یعنی مشرکین کو جو دنیاوی عیش و آرام حاصل ہے وہ بھی اللہ کی جانب سے ہے، اس لیے اگر وہ انھیں ہلاک کرنا چاہے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔ مدت مدید سے اللہ کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کی وجہ سے انھیں دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے کہ ان کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی اور کوئی آفت انھیں لاحق نہیں ہوگی، یہ ان کی بے جا خوش فہمی ہے۔ کیا وہ دیکھ نہیں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت عطا فرمائی، تکذیب کرنے والی امتوں کو ہلاک کر دیا، ظالموں کی بستیوں کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا اور اپنے مومن بندوں کو سرفرازی عطا فرمائی، تو کیا ان سب مشاہدات کے باوجود وہ سمجھتے ہیں کہ ہم پر غلبہ حاصل کر لیں گے؟

قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ٘ وَ لَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾

کہہ دے میں تو تمھیں صرف وحی کے ساتھ ڈراتا ہوں اور بہرے پکار کو نہیں سنتے، جب کبھی ڈرائے جاتے ہیں۔ اور یقیناً اگر انھیں تیرے رب کے عذاب کی ایک لپٹ چھو جائے تو ضرور ہی کہیں گے ہائے ہماری بربادی! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مشرکین سے یہ کہنے کا حکم دیا ہے کہ میں جو تمھیں عذاب سے ڈرا رہا ہوں تو یہ میری بات نہیں ہے، بلکہ اللہ نے مجھے بذریعہ وحی اس بات کا حکم دیا ہے، لیکن دل کے بہروں کو کوئی کیسے سنا سکتا ہے؟ قرآن میں مذکور وعدوں اور وعیدوں سے فائدہ اٹھانے کی تمھارے اندر اہلیت ہی نہیں ہے۔ شرک اور جھوٹے معبودوں سے محبت نے تمھارے دل کی آنکھوں کو اندھا کر رکھا ہے۔ اس لیے تم لوگ میری اور قرآن کی تکذیب کرتے ہو اور کسی دھمکی کی پروا نہیں کرتے۔ تمھاری بدعقیدگی کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی ہلکی سی تکلیف بھی تمھیں لاحق ہوتی ہے تو فوراً واویلا کرنے لگتے ہو اور بتوں کو چھوڑ کر اللہ کے حضور اپنے گناہوں کا برملا اعتراف کرنے لگتے ہو۔

وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ

حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

’’اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔‘‘

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے اعمال کا پورے عدل و انصاف کے ساتھ وزن کرے گا، کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کسی کا کوئی عمل ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے سامنے لائے گا اور اس کے دیگر اعمال کے ساتھ اس کا وزن کرے گا اور اللہ سے بڑھ کر کون حساب لینے والا ہے؟ اس لیے کہ اس سے زیادہ بندوں کے اچھے اور برے اعمال کو کون جانتا ہے؟

ارشاد فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ [الزلزال : ۸،۷] ’’تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ﴾ [لقمان : ١٦] ’’اے میرے چھوٹے بیٹے! بے شک کوئی چیز اگر رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس کسی چٹان میں ہو، یا آسمانوں میں، یا زمین میں تو اسے اللہ لے آئے گا، بلاشبہ اللہ بڑا باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ﴾ [المؤمنون : ١٠٢، ١٠٣] ’’پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوگئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوگئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دو کلمے ایسے ہیں جو رحمٰن کو بہت ہی محبوب ہیں، زبان پر بڑے ہلکے (یعنی انھیں پڑھنا بڑا آسان) اور (قیامت کے دن) اعمال کے ترازو میں بڑے وزنی ہوں گے (اور وہ یہ ہیں): ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ)) [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی : ﴿ونضع الموازين القسط ليوم القيامة﴾ : ۷۵٦۳۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء : ۲٦۹٤]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میری امت کے ایک شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہل محشر کے سامنے اپنے پاس بلائے گا اور (اس کے گناہوں کے) ایک کم ایک سو رجسٹر اس کے سامنے کھول دے گا، ہر رجسٹر اتنا بڑا ہوگا کہ انتہائے نگاہ تک پھیلا ہوا ہوگا، پھر اس سے اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ کیا تجھے اپنے کیے ہوئے ان گناہوں میں سے کسی سے انکار ہے؟ میری طرف سے جو محافظ فرشتے تیرے اعمال لکھنے پر مقرر تھے
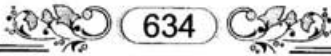
انھوں نے تجھ پر کوئی ظلم تو نہیں کیا؟ یہ جواب دے گا کہ اے اللہ! نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا تیرے پاس کوئی عذر ہے یا کوئی نیکی؟ وہ گھبرایا ہوا کہے گا کہ اے اللہ! کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیوں نہیں! بے شک تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اب ایک چھوٹا سا کاغذ نکالا جائے گا جس میں « اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ » لکھا ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اسے پیش کرو۔ وہ کہے گا اے اللہ! اس کاغذ کی ان رجسٹروں کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اب تمام کے تمام رجسٹر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ کاغذ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا، تو (بڑے بڑے) رجسٹروں والا پلڑا ہلکا ہو جائے گا اور ایک چھوٹے سے کاغذ والا پلڑا وزنی ہو جائے گا اور اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں ہوگی۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۲۱۳، ح : ۷۰۱۰۔ ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فیمن یموت وھو یشھد أن لا إله إلا الله : ۲٦۳۹]

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِيَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو خوب فرق کر دینے والی چیز اور روشنی اور نصیحت عطا کی ان متقی لوگوں کے لیے۔ جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے ڈرنے والے ہیں۔ اور یہ ایک با برکت نصیحت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، تو کیا تم اسی سے منکر ہو؟''

''فرقان'' سے مراد تورات ہے، جو حق و باطل کے درمیان تفریق کرتی تھی اور جہالت کی تاریکیوں میں مشعل کا کام دیتی تھی۔ بنی اسرائیل کے وہ اہل تقویٰ اس کی تعلیمات سے نصیحت حاصل کرتے تھے جو اپنے رب کے ان دیکھے عذابوں سے ڈرتے تھے اور روز قیامت کے تصور سے خوف کھاتے تھے کہ کہیں اعمال صالحہ میں تفریط پر اس دن مؤاخذہ نہ ہو جائے اور عذاب کے سزاوار نہ ٹھہرا دیے جائیں۔ آخری آیت میں مخاطب مشرکین مکہ ہیں جو تورات کو آسمانی کتاب سمجھتے تھے کہ جب تم اس کے کلام الٰہی ہونے کے معترف ہو تو اس مبارک کتاب کا کیوں انکار کرتے ہو، جسے ہم نے تورات کی طرح اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل کیا ہے؟ تورات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ﴾ [المائدۃ : ۴۴] ''بے شک ہم نے تورات اتاری، جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۹۱] ''کہہ وہ کتاب کس نے اتاری جو موسیٰ لے کر آیا؟ جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، تم اسے چند ورق بناتے ہو، جنھیں ظاہر کرتے ہو اور

بہت سے چھپاتے ہو اور تمھیں وہ علم دیا گیا جو نہ تم نے جانا اور نہ تمھارے باپ دادا نے۔ کہہ اللہ نے، پھر انھیں چھوڑ دے، اپنی (فضول) بحث میں کھیلتے رہیں۔“

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ﹞ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو اس کی سمجھ بوجھ عطا فرمائی تھی اور ہم اسے جاننے والے تھے۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کیا ہیں یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا ہم نے اپنے باپ دادا کو انھی کی عبادت کرنے والے پایا ہے۔ کہا بلاشبہ یقیناً تم اور تمھارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے۔ انھوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس حق لایا ہے، یا تو کھیلنے والوں سے ہے؟ کہا بلکہ تمھارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، جس نے انھیں پیدا کیا ہے اور میں اس پر گواہی دینے والوں سے ہوں۔ اور اللہ کی قسم! میں ضرور ہی تمھارے بتوں کی خفیہ تدبیر کروں گا، اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے۔ پس اس نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سوائے ان کے ایک بڑے کے، تاکہ وہ اسی کی طرف رجوع کریں۔ انھوں نے کہا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ بلاشبہ وہ یقیناً ظالموں سے ہے۔ لوگوں نے کہا ہم نے ایک جوان کو سنا ہے، وہ ان کا ذکر کرتا ہے، اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا پھر اسے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لاؤ، تاکہ وہ گواہ ہو جائیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بچپن ہی میں شمس و قمر اور دیگر ستاروں میں غور و فکر کر کے توحید ربوبیت اور توحید الوہیت سمجھنے، اس پر ایمان لانے اور اپنے باپ آزر اور اس کی قوم کے سامنے اس دعوت کو پیش کرنے کی توفیق دی تھی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا وہ اس عقیدہ کو قبول کرنے اور پھر اسے دوسروں کے سامنے پیش کرنے کی پوری اہلیت و صلاحیت رکھتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر، اس کی قوم، نمرود اور اس کے ماننے والوں سے پوچھا کہ اینٹ، پتھر اور لکڑی

کے بنے ان حقیر اور بے جان مجسّموں کی کیا حقیقت ہے کہ تم لوگ ان کی عبادت کرتے ہو؟ نہ یہ نفع پہنچاتے ہیں اور نہ نقصان، یہ خود تمھارے ہی ہاتھوں کے بنے ہوئے بے جان مجسّمے ہیں، کس عقل کا تقاضا ہے کہ ان کی عبادت کی جائے؟ انھوں نے کہا کہ ہمارے آباو اجداد ان کی عبادت کرتے آئے ہیں، اس لیے ہم بھی ان کی عبادت کرتے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔ آباو اجداد کی اندھی اور جاہلانہ تقلید کے علاوہ ان کے پاس اپنے مشرکانہ اعمال کی کوئی عقلی دلیل نہیں تھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا، تم اور تمھارے باپ دادا سبھی کھلی گمراہی میں بھٹکتے رہے ہیں؟ کیا اس سے بھی بڑھ کر بے عقلی ہو سکتی ہے کہ انسان ایسے بتوں کی پرستش کرے جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان؟ جو نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں، کافروں نے ان کی یہ بات سن کر کہا کہ اے ابراہیم! جو کچھ تم ہم سے کہہ رہے ہو سنجیدگی کے ساتھ کہہ رہے ہو، یا یونہی ہم سے مذاق کر رہے ہو اور تمھاری گفتگو کا کیا مطلب ہے؟ تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنی داعیانہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں اپنی گفتگو میں بالکل سنجیدہ ہوں اور تمھیں بتاتا ہوں کہ تمھارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، جس نے انھیں پیدا کیا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ جب قوم ابراہیم کی عید کا دن آیا تو انھوں نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم ہمارے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہو گے تو ہمارا دین تمھیں پسند آئے گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے معذرت کر لی اور دل میں کہا کہ اگر تم دعوت توحید کو میری زبان سے سن کر قبول نہیں کرتے ہو، تو اب میں تمھیں عملی طور پر سمجھاؤں گا کہ ان بتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور جب تم ان کی پوجا کر کے اپنے گھروں کو چلے جاؤ گے تو میں اس ''منکر'' کو اپنے ہاتھ سے بدلنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑے سے تمام بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا اور اس کی گردن میں کلہاڑا لٹکا دیا، تاکہ جب لوگ واپس آئیں اور اپنے معبودوں کا یہ حال دیکھیں اور بڑے بت کی گردن میں کلہاڑا لٹکتا ہوا دیکھیں تو اس سے کچھ پوچھیں اور جب وہ اپنی زبان حال سے اپنی عاجزی اور درماندگی کا اعلان کرے تو مشرکوں کو کچھ تو سمجھ میں آئے کہ ان کے چھوٹے معبود تو کیا، بڑا معبود بھی کتنا عاجز و بے بس ہے کہ انھیں کچھ بتا بھی نہیں سکتا، تو پھر یہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ واپس آنے کے بعد جب انھوں نے بتوں کا یہ حال دیکھا تو کہنے لگے کہ جس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسی اہانت آمیز حرکت کی ہے، اس نے بہت ہی برا کام کیا ہے کہ جن بتوں کی ہم پرستش کرتے تھے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں، تو انھی میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ ایک نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے، ہمارے معبودوں کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کرتے ہوئے سنا گیا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ پھر اسے ہم سب کے سامنے لایا جائے اور ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ دوسروں کے لیے نشانِ عبرت بن جائے۔

قَالُوٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا

عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾

"انھوں نے کہا کیا تو نے ہی ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے اے ابراہیم!؟ اس نے کہا بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ کیا ہے، سو ان سے پوچھ لو، اگر وہ بولتے ہیں۔ تو وہ اپنے دلوں کی طرف لوٹے اور کہنے لگے یقیناً تم خود ہی ظالم ہو۔ پھر وہ اپنے سروں پر الٹے کر دیے گئے، بلاشبہ یقیناً تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں۔"

ابراہیم علیہ السلام بھری محفل میں لائے گئے اور ان سے پوچھا گیا کہ اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے بتوں کا یہ حال بنایا ہے؟ انھوں نے بت پرستوں کے خلاف حجت قائم کرنے کے لیے کہا کہ جب یہ بڑا بت تمھارا سب سے بڑا معبود ہے اور اسے تم نفع ونقصان دینے والا مانتے ہو، تو پھر اسی نے کیا ہوگا اور اپنی ناراضی کا اظہار کیا ہوگا کہ تم لوگ اس کے علاوہ دیگر چھوٹے بتوں کی کیوں پوجا کرتے ہو؟ ابراہیم علیہ السلام کا مقصود اپنی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا ہرگز نہیں تھا، عقیدۂ بت پرستی پر ایک کاری ضرب لگانے کے لیے کہا کہ اگر یہ بت معبود حقیقی ہیں تو ان کے اندر کم از کم بولنے کی صلاحیت تو ضرور ہوگی۔ انھی سے پوچھ لو کہ کس نے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کے بارے میں یہ مبنی بر حقیقت جواب سن کر مشرکین لا جواب ہو گئے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ان بے روح جمادات کی عبادت کر کے درحقیقت ہم ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں اور خواہ مخواہ ابراہیم (علیہ السلام) کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں، لیکن کچھ ہی دیر کے بعد ان کا کبر وعناد سر اٹھا کر پھر سامنے آ گیا۔ اس لیے کہنے لگے، تمھیں معلوم ہے کہ یہ اصنام بات نہیں کر سکتے تو کیوں کہتے ہو کہ ہم ان سے پوچھ لیں؟ ان کے اس جواب سے ابراہیم علیہ السلام کا مقصد پورا ہو گیا کہ جب تم خود اعتراف کرتے ہو کہ یہ بولنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے تو پھر کیوں ان کے سامنے ماتھا رگڑتے ہو؟

بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع کے سوا کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ ان میں سے دو اللہ کے لیے تھے (جن سے اللہ کے دین یعنی توحید کی حقانیت ثابت کرنا مقصود تھا)، ایک آپ کا یہ فرمانا: ﴿ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴾ [الصافات : ۸۹] "میں بیمار ہوں" اور یہ فرمانا: ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ [الأنبياء : ٦٣] "یہ کام ان کے بڑے (سردار بت) نے کیا ہے۔" (تیسرا واقعہ یہ ہے کہ) ایک دن ابراہیم علیہ السلام اور سارہ علیہا السلام سفر میں تھے کہ ایک ظالم بادشاہ کے شہر (مصر) سے گزر ہوا۔ اسے بتایا گیا، یہاں ایک مرد آیا ہے، جس کے ساتھ ایک حسین ترین خاتون ہے۔ اس نے آپ کو بلا بھیجا اور پوچھا، یہ عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "میری بہن ہے۔" پھر آپ نے سارہ علیہا السلام کے پاس واپس جا کر فرمایا: "سارہ! روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن موجود نہیں، اس نے مجھ سے پوچھا تھا تو میں نے اسے بتایا ہے کہ تو میری بہن ہے، اب میری بات جھٹلا نہ دینا۔" بادشاہ نے سارہ علیہا السلام کو طلب کر لیا۔ جب آپ اس کے سامنے پیش ہوئیں، تو اس نے ہاتھ بڑھا کر آپ کو چھونا چاہا تو اسے پکڑ لیا گیا (یعنی حرکت نہ کر سکا) اس نے کہا، میرے لیے اللہ سے دعا کر، میں تجھے تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ انھوں نے دعا کی

تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس نے پھر آپ کو چھونا چاہا تو پہلے سے زیادہ سخت گرفت میں آ گیا۔ اس نے (پھر) کہا، میرے لیے اللہ سے دعا کیجیے، میں آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔ آپ نے دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ تب اس نے اپنے ایک دربان کو بلا کر کہا، تم میرے پاس کوئی انسان نہیں لائے، تم تو کوئی جن پکڑ لائے ہو۔ اس نے ان کی خدمت کے لیے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو پیش کر دیا۔ جب سیدہ سارہ علیہا السلام واپس آئیں تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے اشارے سے پوچھا: ''کیا ہوا؟'' سیدہ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کافر کی سازش کو ناکام کر دیا اور خدمت کے لیے ہاجرہ (علیہا السلام) دے دی۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿واتخذ الله إبراهيم خليلاً﴾ : ۳۳۵۸۔ مسلم، کتاب الفضائل ، باب من فضائل إبراهيم الخليل عليه السلام : ۲۳۷۱]

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾

''کہا پھر کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمھیں کچھ نفع دیتی ہے اور نہ تمھیں نقصان پہنچاتی ہے؟ اف ہے تم پر اور ان چیزوں پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، تو کیا تم سمجھتے نہیں۔ انھوں نے کہا اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، اگر تم کرنے والے ہو۔ ہم نے کہا اے آگ! تو ابراہیم پر سراسر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔ اور انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال کا ارادہ کیا تو ہم نے انھی کو انتہائی خسارے والے کر دیا۔''

ابراہیم علیہ السلام نے انھیں لاجواب کرتے ہوئے کہا کہ پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ایسے بتوں کی کیوں عبادت کرتے ہو جو تمھیں نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے؟ تف ہو تم پر اور تمھارے معبودوں پر، کیا اتنی بات بھی تمھاری سمجھ میں نہیں آتی کہ تمھارا یہ فعل کتنا برا اور عقل سے کس قدر بعید ہے کہ خود اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھروں کے سامنے جھکتے ہو اور انھیں اپنا معبود سمجھتے ہو؟ جب مشرکین کو ابراہیم علیہ السلام کے جواب نے عاجز کر دیا تو جیسا کہ ہمیشہ سے باطل پرستوں کا شیوہ رہا ہے کہ حق پرستوں کی دلیل سے بے بس ہو کر طاقت کا استعمال کرتے اور ظلم و استبداد سے کام لیتے ہیں، انھوں نے بھی آپس میں مشورہ کیا کہ اب ابراہیم (علیہ السلام) کو خاموش کرنے کی ایک ہی شکل رہ گئی ہے کہ ہم لوگ اپنے معبودوں کی عظمت برقرار رکھنے کے لیے اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دیں، تاکہ دنیا اس کی بے بسی کا نظارہ کرے اور ہر شخص جان لے کہ جو شخص ہمارے معبودوں کی عزت نہیں کرتا اسے ہم ایسی ہی دردناک سزا دیتے ہیں۔ انھوں نے ایک زبردست آگ جلائی اور ابراہیم کو منجنیق کے ذریعے سے دور سے اس آگ میں پھینک دیا۔ ابراہیم علیہ السلام جونہی آگ میں پھینکے گئے تو اللہ نے آگ

کو حکم دیا کہ وہ ابراہیم کے لیے ٹھنڈی بن جائے اور ٹھنڈی بھی اس قدر ہو کہ نقصان نہ پہنچائے، بلکہ سکون و سلامتی کا باعث ہو، چنانچہ وہ ٹھنڈی اور آرام دہ بن گئی۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بت پرستوں نے تو ابراہیم علیہ السلام کے خلاف سازش کی کہ انھیں جلا کر خاکستر کر دیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش کو انھی کی طرف پھیر دیا، ان کی کوشش ضائع ہوئی، مال کا خسارہ ہوا، مقصد حاصل نہیں ہوا اور دنیا نے جان لیا کہ ابراہیم علیہ السلام حق پر ہیں اور وہ سراسر باطل پر۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ : سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ آیت : ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳] ''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے'' اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ کلمات سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہے جب انھیں آگ میں پھینکا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات اس وقت کہے جب ان سے کہا گیا: ﴿ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳] ''بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ الذين قال لهم الناس ...... الخ ﴾ : ٤٥٦٣]

وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ : اس دن چھپکلی کے سوا ہر جانور نے آگ بجھانے کی کوشش کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کا نام فویسق رکھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چھپکلی کو قتل کر دیا کرو، کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی آگ میں (اسے تیز کرنے کے لیے) پھونکیں مارتی تھی۔'' چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا انھیں مار دیا کرتی تھیں۔ [مسند أحمد : ٦/ ٢٠٠، ح : ٢٥٦٩٩]

سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپکلی کو مار دینے کا حکم دیا اور فرمایا: ''یہ ابراہیم علیہ السلام (کے اوپر جلنے والی آگ) پر پھونک مارتی تھی۔'' [بخاري، كتاب الأنبياء، باب قوله تعالٰى : ﴿ واتخذ الله إبراهيم خليلاً ...... الخ ﴾ : ٣٣٥٩]

وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝

''اور ہم نے اسے اور لوط کو اس سرزمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکت رکھی۔ اور ہم نے اسے اسحاق اور زائد انعام کے طور پر یعقوب عطا کیا اور سبھی کو ہم نے نیک بنایا۔ اور ہم نے انھیں ایسے پیشوا بنایا جو ہمارے حکم کے ساتھ رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیکیاں کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی

وحی بھیجی اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے۔"

ابراہیم علیہ السلام آگ سے نکلنے کے بعد لوگوں کے سامنے توحید کی دعوت پیش کرتے رہے اور دن بدن ان کے خلاف بت پرستوں کی عداوت بڑھتی گئی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا ملک چھوڑ کر سرزمین شام کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا، تو وہ اپنے بھتیجے لوط اور بیوی سارہ کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ ملک اپنی زرخیزی، درختوں، نہروں اور پھلوں کی کثرت کی وجہ سے مشہور تھا اور بہت سے انبیاء کی جائے پیدائش تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے مومن وکافر سب کے لیے مبارک کہا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی: ﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [الصافات: ۱۰۰] "اے میرے رب! مجھے (لڑکا) عطا کر جو نیکوں سے ہو۔" تو اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی تھی، چنانچہ سارہ علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہونے والے اسحاق کو ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ہی میں یعقوب جیسا بیٹا دیا، جو اپنے دادا اور باپ کی طرح نبی ہوئے۔ ان تینوں حضرات کو اللہ تعالیٰ نے "صالح" کا لقب دیا، اس لیے کہ انھوں نے اپنے خالق و مالک کا حقِ عبادت پورے طور پر ادا کیا اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کوئی کمی نہیں کی۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کا امام بنایا تھا، آسمانی وحی کے مطابق لوگوں کی بھلائی کی طرف راہنمائی کرتے تھے اور خود بھی نیک کام کرتے تھے، نماز کی پابندی کرتے تھے، زکوٰۃ دیتے تھے اور اپنے رب کی عبادت میں لگے رہتے تھے۔

وَ لُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىِٕثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۙ﴿۷۴﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۵

"اور لوط، ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور اسے اس بستی سے نجات دی جو گندے کام کیا کرتی تھی۔ یقیناً وہ برے لوگ تھے جو نافرمان تھے۔ اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں داخل کر لیا، یقیناً وہ نیک لوگوں سے تھا۔"

اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو نبوت، علم شریعت اور حکمت و دانائی سے نوازا تھا اور لوگوں کے درمیان صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا کی تھی۔ وہ اہل سدوم، اہل عمورہ اور آس پاس کی بستیوں میں تبلیغ دین کا کام کرتے رہے، لیکن لوگوں کی حالت نہیں بدلی اور جن خبیث اعمال کا ارتکاب کرتے تھے، انھیں ترک نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو لے کر وہاں سے نکل جائیں اور ان بستیوں والوں کو ان کے فسق و فجور اور فعل بد کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ ان شہروں کی تعداد سات تھی، جبریل علیہ السلام نے ان میں سے چھ کو الٹ دیا اور صرف "زغر" نام کی ایک بستی کو لوط علیہ السلام اور ان کے اہل وعیال کے لیے چھوڑ دیا۔ آگے فرمایا کہ ہم نے لوط علیہ السلام کو ان کے صلاح و تقویٰ کی وجہ سے اپنی رحمت میں داخل کر دیا۔

وَ نُوۡحًا اِذۡ نَادٰی مِنۡ قَبۡلُ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ فَنَجَّیۡنٰهُ وَ اَهۡلَهٗ مِنَ الۡکَرۡبِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۷۶﴾ وَ نَصَرۡنٰهُ مِنَ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمۡ کَانُوۡا قَوۡمَ سَوۡءٍ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۷۷﴾

''اور نوح کو بھی جب اس نے اس سے پہلے پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، پھر اسے اور اس کے گھر والوں کو بہت بڑی گھبراہٹ سے بچا لیا۔ اور ہم نے ان لوگوں کے خلاف اس کی مدد کی جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، بے شک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔''

نوح علیہ السلام بھی اللہ کے بڑے انبیاء میں سے تھے، انھیں چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، اس کے بعد سے نو سو پچاس سال تک اپنی قوم میں دعوت کا کام کرتے رہے، لیکن وہ لوگ اپنے کفر و استکبار پر اڑے رہے تو نوح علیہ السلام نے ان پر بددعا کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ ﴾ [القمر : ۱۰] ''تو اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں مغلوب ہوں، سو تو بدلہ لے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّ نَهَارًا ﴾ [نوح : ۵] ''اس نے کہا اے میرے رب! بلاشبہ میں نے اپنی قوم کو رات اور دن بلایا۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُهُمۡ جِهَارًا ۙ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّیۡۤ اَعۡلَنۡتُ لَهُمۡ وَ اَسۡرَرۡتُ لَهُمۡ اِسۡرَارًا ﴾ [نوح : ۸، ۹] ''پھر بے شک میں نے انھیں بلند آواز سے دعوت دی۔ پھر بے شک میں نے انھیں کھلم کھلا دعوت دی اور میں نے انھیں چھپا کر دعوت دی، بہت چھپا کر۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوۡمِیۡ کَذَّبُوۡنِ ﴿۱۱۷﴾ۚ فَافۡتَحۡ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَهُمۡ فَتۡحًا وَّ نَجِّنِیۡ وَ مَنۡ مَّعِیَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴾ [الشعراء : ۱۱۷، ۱۱۸] ''اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ پس تو میرے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور میرے ساتھ جو ایمان والے ہیں، انھیں بچا لے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّکَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ یُضِلُّوۡا عِبَادَکَ وَ لَا یَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنۡ دَخَلَ بَیۡتِیَ مُؤۡمِنًا وَّ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا تَبَارًا ﴾ [نوح : ۲۶ تا ۲۸] ''اور نوح نے کہا اے میرے رب! زمین پر ان کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ۔ بے شک تو اگر انھیں چھوڑے رکھے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور کسی نافرمان، سخت منکر کے سوا کسی کو نہیں جنیں گے۔ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اس کو جو مومن بن کر میرے گھر میں داخل ہو اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔''

اللہ تعالیٰ نے طوفان کے ذریعے سے نوح علیہ السلام اور مسلمانوں کے سوا تمام کافروں کو ہلاک کر دیا۔ نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے۔ اس طرح ان کی عمر ایک ہزار پچاس سال بنتی ہے۔

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَیۡمٰنَ اِذۡ یَحۡکُمٰنِ فِی الۡحَرۡثِ اِذۡ نَفَشَتۡ فِیۡهِ غَنَمُ الۡقَوۡمِ ۚ وَ کُنَّا لِحُکۡمِهِمۡ

شٰهِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ۫ وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَ الطَّيْرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝

''اور داؤد اور سلیمان کو، جب وہ کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے، جب اس میں لوگوں کی بکریاں رات چر گئیں اور ہم ان کے فیصلے کے وقت حاضر تھے۔ تو ہم نے وہ (فیصلہ) سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے ہر ایک کو حکم اور علم عطا کیا اور ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا، جو تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور ہم ہی کرنے والے تھے۔''

داؤد اور سلیمان علیہما السلام بھی ان انبیاء صالحین میں سے تھے، جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل و کرم فرمایا تھا اور دونوں کو نبوت اور حکمت و دانائی سے نوازا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ قوم داؤد کے ایک شخص کی بکریاں رات کے وقت کسی کے انگور کے باغ میں گھس گئیں اور پوری کھیتی کو تہس نہس کر دیا۔ مقدمہ داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچا، انھوں نے فیصلہ کیا کہ کھیت والا بکریاں لے لے، اس لیے کہ نقصان بکریوں کی قیمت کے برابر تھا۔ جب دونوں وہاں سے باہر آئے تو سلیمان علیہ السلام کو فیصلے کا علم ہوا۔ انھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ فیصلہ تو صحیح ہے، لیکن دونوں کے لیے اس سے زیادہ مفید فیصلہ یہ ہوگا کہ بکریوں کا مالک کھیتی کی دیکھ بھال کرے، یہاں تک کہ پہلے کی طرح ہو جائے اور کھیتی والا بکریوں کے دودھ اور اون وغیرہ سے مستفید ہو، یہاں تک کہ اس کا کھیت پہلی حالت میں لا کر واپس کر دیا جائے۔ ان آیات میں اسی واقعے کا ذکر ہے اور اس بات کی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باپ بیٹا دونوں کو حکمت و دانائی دی تھی، لیکن اس قضیہ میں سلیمان کا فیصلہ زیادہ بہتر تھا۔ مفسرین کی رائے ہے کہ دونوں کے فیصلے اجتہادی تھے اور صحیح تھے، لیکن سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ زیادہ مناسبِ حال تھا۔

اللہ تعالیٰ نے داؤد اور سلیمان علیہما السلام دونوں کو قوت فیصلہ اور علم دیا تھا، حسن بصری رحمہ اللہ مذکورہ بالا آیات کی تلاوت کرنے کے بعد کہتے کہ اللہ نے سلیمان علیہ السلام کی تو تعریف کی اور داؤد علیہ السلام پر ملامت نہیں کی اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان دونوں پیغمبروں کا ذکر نہ کرتا تو میں سمجھتا کہ قاضی لوگ تباہ ہو رہے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی تعریف ان کے علم کی وجہ سے کی ہے اور داؤد علیہ السلام کو بوجۂ اجتہاد معذور قرار دیا ہے۔ [بخاري، كتاب الأحكام، باب متى يستوجب الرجل القضاء؟ قبل الحديث : ۷۱۶۳]

تمام انبیائے کرام علیہم السلام معصوم اور اللہ کی طرف سے تائید یافتہ تھے۔ اس بات میں محقق علمائے سلف و خلف میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ انبیاء کے علاوہ باقی لوگوں کے بارے میں سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور جب کسی فیصلہ میں اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الاعتصام، باب أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ : ۷۳۵۲۔ مسلم، كتاب الأقضية، باب بيان أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ : ۱۷۱۶]

قرآن کریم میں مذکورہ کھیتی والے قصے کے قریب قریب وہ قصہ بھی ہے جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو عورتیں تھیں، ان کے ساتھ ان کے دو بچے تھے۔ ناگاہ بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کے بچے کو اٹھا کر لے گیا۔ اب ایک نے کہا کہ وہ تیرے بچے کو لے گیا ہے، دوسری نے کہا، (نہیں) وہ تیرے بیٹے کو لے گیا ہے۔ دونوں داؤد علیہ السلام کے یہاں اپنا مقدمہ لے گئیں، آپ نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد وہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس گئیں اور انھیں اپنے جھگڑے کی خبر دی، انھوں نے فرمایا، ایک چھری لاؤ، تاکہ میں اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں۔ اب چھوٹی عورت نے (یہ سنا تو) کہا، اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ ایسا نہ کیجیے، (میں نے مان لیا کہ) یہ لڑکا اسی بڑی کا ہے، اسی کو دے دیجیے۔ سلیمان علیہ السلام (معاملے کو سمجھ گئے اور انھوں نے لڑکا چھوٹی عورت کو دلا دیا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ووھبنا لداوٗد سلیمان نعم العبد إنه وھاب ﴾ : ۳۴۲۷۔ مسلم، کتاب الأقضیة، باب اختلاف المجتھدین : ۱۷۲۰]

آیت کے آخر میں بعض ان انعامات الٰہیہ کا ذکر ہے جو داؤد علیہ السلام کے ساتھ خاص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا تھا۔ جب وہ اپنی سریلی آواز میں تسبیح پڑھتے اور زبور کی تلاوت کرتے تو پہاڑوں سے ویسی ہی آواز آنے لگتی اور پرندے فضا میں ٹھہر جاتے اور ان کی سر میں سر ملا کر اللہ کی تسبیح پڑھنے لگتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴾ [صٓ : ۱۷ تا ۱۹] ''اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کر، جو قوت والا تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔ بے شک ہم نے پہاڑوں کو اس کے ہمراہ مسخر کر دیا، وہ دن کے پچھلے پہر اور سورج چڑھنے کے وقت تسبیح کرتے تھے۔ اور پرندوں کو بھی، جب کہ وہ اکٹھے کیے ہوتے، سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے۔'' یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے عجائب قدرت میں سے تھیں اور وہ تو ان سے بھی زیادہ عجیب و غریب باتوں پر قادر ہے۔ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے، کوئی چیز اسے عاجز نہیں بنا سکتی۔

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اے ابو موسیٰ! تجھے آل داؤد کی طرح اچھی آواز دی گئی ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءة للقرآن : ۵۰۴۸۔ مسلم، کتاب صلاة المسافرین و قصرھا، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن : ۷۹۳]

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝

''اور ہم نے اسے تمھارے لیے زرہ بنانا سکھایا، تاکہ وہ تمھاری لڑائی سے تمھارا بچاؤ کرے۔ تو کیا تم شکر کرنے والے ہو؟''

اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو اسلحہ سازی کا علم دیا تھا، لوہا ان کے ہاتھ میں آتے ہی نرم ہو جاتا تھا، تاکہ اس سے بآسانی

جو ہتھیار بنانا چاہیں بنا لیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [سبا : ١٠، ١١] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل عطا کیا، اے پہاڑو! اس کے ساتھ تسبیح کو دہراؤ اور پرندے بھی اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔ یہ کہ کشادہ زرہیں بنا اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہوں۔“

وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ وَ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ يَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝

”اور سلیمان کے لیے ہوا (مسخر کر دی) جو تیز چلنے والی تھی، اس کے حکم سے اس زمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے تھے۔ اور کئی شیطان جو اس کے لیے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ کام بھی کرتے تھے اور ہم ان کے نگہبان تھے۔“

یعنی جس طرح پہاڑ اور پرندے داؤد علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیے گئے تھے، اسی طرح ہوا سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دی گئی تھی، تیز و تند ہوا ان کے تخت کو اڑائے پھرتی تھی۔ صبح کے وقت اس پر بیٹھ کر جہاد کے لیے ایک ماہ کی مسافت تک جاتے اور شام تک اپنے ملک (شام) واپس آ جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنوں کو بھی مسخر کر دیا تھا، جو سمندر میں غوطے لگا کر ان کے لیے قیمتی موتی اور جواہر نکالتے تھے اور دوسرے کام بھی ان کے حکم سے کرتے تھے۔ عمارتیں، مجسّمے، قلعے اور کشتیاں وغیرہ بناتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص فضل یہ تھا کہ وہ ان تمام چیزوں کی حفاظت کرتا تھا، تاکہ کوئی شیطان بنانے کے بعد انھیں بگاڑ نہ دے۔ ہوا اور جنوں کی تسخیر سے متعلق درج ذیل آیات میں مزید وضاحت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ ﴾ [ص : ٣٦] ”تو ہم نے اس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو اس کے حکم سے نرم چلتی تھی، جہاں کا وہ ارادہ کرتا تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴾ [سبا : ١٢، ١٣] ”اور سلیمان کے لیے ہوا کو (تابع کر دیا)، اس کا صبح کا چلنا ایک ماہ کا اور شام کا چلنا ایک ماہ کا تھا اور ہم نے اس کے لیے تانبے کا چشمہ بہایا، اور جنوں میں سے کچھ وہ تھے جو اس کے سامنے اس کے رب کے اذن سے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو ہمارے حکم سے کجی کرتا ہم اسے بھڑکتی آگ کا کچھ عذاب چکھاتے تھے۔ وہ اس کے لیے

بناتے تھے جو وہ چاہتا تھا، بڑی بڑی عمارتیں اور مجسمے اور حوضوں جیسے لگن اور ایک جگہ جمی ہوئی دیگیں۔ اے داؤد کے گھر والو! شکر ادا کرنے کے لیے عمل کرو۔ اور بہت تھوڑے میرے بندوں میں سے شکر گزار ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ الشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ۝ وَّ اٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴾ [صٓ : ۳۷، ۳۸] ''اور شیطانوں کو، جو ہر طرح کے ماہر معمار اور ماہر غوطہ خور تھے۔ اور کچھ اوروں کو بھی (تابع کر دیا) جو بیڑیوں میں اکٹھے جکڑے ہوئے تھے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک سرکش جن گزشتہ شب میرے سامنے آیا (یا آپ نے اس کی مثل کوئی کلمہ فرمایا)، وہ میری نماز میں خلل ڈالنا چاہتا تھا، مگر اللہ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں، تاکہ صبح کو اسے تم لوگ دیکھو، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی: ﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ﴾ [صٓ : ۳۵] ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔'' [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب الأسیر أو الغریم یربط فی المسجد : ٤٦١]

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝

''اور ایوب، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں، مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم والا ہے۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، پس اسے جو بھی تکلیف تھی دور کر دی اور اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ ان کی مثل (اور) عطا کر دیے، اپنے پاس سے رحمت کے لیے اور ان لوگوں کی یاد دہانی کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں۔''

ان انبیاء میں ایوب علیہ السلام بھی تھے، ان کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد کا تھا اور ان کا علاقہ بحیرہ مردار کے جنوب مشرق میں تھا، وہ اللہ کے بڑے ہی صابر و شاکر بندے تھے۔ اللہ نے انھیں خوب مال و دولت اور اولاد و جاہ سے نوازا تھا، اس لیے اپنے رب کا خوب شکر ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد اللہ نے انھیں بیماری میں مبتلا کر دیا اور اولاد و دولت سب جاتی رہی، تو اپنے رب کی رضا کے لیے بہت ہی صبر سے کام لیتے رہے اور دل میں شکوہ کو جگہ نہیں دی۔ جب ان کی تکلیف حد سے بڑھنے لگی اور اس حال میں اٹھارہ سال کا زمانہ گزر گیا تو انھوں نے اپنے رب سے دعا کی، اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ ان کی بیماری جاتی رہی اور اللہ نے اپنے فضل و کرم سے انھیں پہلے سے بھی زیادہ مال و دولت اور اولاد و جاہ سے نوازا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ۝ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ

هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا ﴾ [ص: ٤١ تا ٤٣] ”اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کر، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک شیطان نے مجھے بڑا دکھ اور تکلیف پہنچائی ہے۔ اپنا پاؤں مار، یہ نہانے کا اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے۔ اور ہم نے اسے اس کے گھر والے عطا کر دیے اور ان کے ساتھ اتنے اور بھی، ہماری طرف سے رحمت کے لیے۔“

ان آیات سے نصیحت ملتی ہے کہ صبر کا انجام ہمیشہ اچھا ہوتا ہے اور اسمائے حسنیٰ و صفات علیا کے واسطے سے اللہ کے حضور دعا اور گریہ وزاری سے مصیبت دور ہوتی ہے۔ دنیا کی مصیبت و تکلیف اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ بندہ اپنے رب کی نگاہ میں ذلیل و بد بخت ہے۔ صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ پہلے سے کئی گنا زیادہ دیتا ہے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! سب سے سخت امتحان کن لوگوں کا ہوتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(سب سے زیادہ سخت امتحان) نبیوں کا ہوتا ہے؟ پھر جو ان کے بعد سب سے افضل ہیں، پھر جو ان کے بعد افضل ہیں۔ بندے پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے، اگر وہ اپنے دین (اور ایمان) میں مضبوط ہے تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور اگر اس کا دین (وایمان) نرم و کمزور ہے تو اس پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے۔ بندے پر آزمائش (ومصیبت) آتی رہتی ہے، حتیٰ کہ اسے ایسا کر کے چھوڑتی ہے کہ وہ زمین پر چل پھر رہا ہوتا ہے اور اس پر کوئی گناہ (باقی) نہیں ہوتا۔“ [ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء : ۲۳۹۸۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء : ٤٠٢٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایوب علیہ السلام کپڑے اتار کر غسل فرما رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں ان پر گرنے لگیں، ایوب علیہ السلام مٹھیاں بھر بھر کر کپڑے میں ڈالنے لگے، تو اللہ عزوجل نے آواز دی، ایوب! کیا میں نے تجھے اس سے بے پروا نہیں کر دیا جو تو دیکھ رہا ہے؟ انھوں نے عرض کی، جی ہاں! یا رب! لیکن میں تیری رحمت و برکت سے بے پروا نہیں ہو سکتا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ و أیوب اذ نادیٰ ربہ ...... الخ ﴾ : ۳۳۹۱]

عطاء بن ابی رباح جو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا، کیا میں تمھیں ایک جنتی خاتون نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا، کیوں نہیں! تو انھوں نے فرمایا، یہ جو کالے رنگ کی عورت ہے، یہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی، مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس کی وجہ سے میں بے پردہ ہو جاتی ہوں، لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کیجیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم چاہو تو صبر کرو (اور اگر صبر کرو گی تو) تمھارے لیے جنت ہے اور اگر چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمھیں عافیت دے۔“ (اب اس خاتون نے سوچا کہ ایک طرف صبر کرنے پر آخرت میں جنت کی ضمانت ہے اور دوسری طرف

آپ ﷺ عافیت کے لیے دعا کرنے کی پیش کش فرما رہے ہیں اور اس میں جنت کی ضمانت نہیں ہے) تو اس نے کہا، میں صبر ہی کرتی ہوں، تاہم میں مرگی کے دورہ میں بے پردہ ہو جاتی ہوں تو آپ بس یہ دعا کر دیجیے کہ میں کم از کم بے پردہ نہ ہوں۔ تو آپ ﷺ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ [بخاري، كتاب المرض، باب فضل من يصرع من الريح : ٥٦٥٢۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أو حزن : ٢٥٧٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پسندیدہ چیزوں (یعنی آنکھوں) کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالتا ہوں (یعنی اس کی بینائی چھین لیتا ہوں) پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں اس کی آنکھوں کے بدلے میں اسے جنت عطا کرتا ہوں۔“ [بخاري، كتاب المرض، باب فضل من ذهب بصره : ٥٦٥٣]

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾

”اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو۔ ہر ایک صبر کرنے والوں سے تھا۔ اور ہم نے انھیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔ یقیناً وہ نیک لوگوں سے تھے۔“

اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والا بتایا ہے، یعنی اللہ کی بندگی اور روز مرہ معاملات میں جو تکلیف ہوتی تھی اس پر صبر کرتے اور گناہوں سے بچتے تھے۔ تینوں کو اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز کیا تھا، اس لیے کہ وہ صلاح و تقویٰ میں درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ ذوالکفل کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ وہ نبی تھے یا ولی۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نبیوں کے ساتھ ان کا ذکر ان کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

”اور مچھلی والے کو، جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اس نے سمجھا کہ ہم اس پر گرفت تنگ نہ کریں گے تو اس نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔“

ذوالنون سے مراد یونس علیہ السلام ہیں۔ ”نون“ مچھلی کو کہتے ہیں، چونکہ مچھلی نے انھیں اللہ کے حکم سے نگل لیا تھا، اسی لیے اللہ نے اس لقب کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے۔ انھیں ”موصل“ کے علاقے میں نینویٰ والوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا

تھا۔ آپ نے لوگوں کو توحید باری تعالیٰ، عدل و انصاف اور اخلاق حسنہ کی دعوت دی، لیکن انھوں نے ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا، بلکہ دن بدن ان کی شر انگیزی بڑھتی ہی گئی۔ آخر کار ان کے کفر سے تنگ آ کر انھیں دھمکی دی کہ اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے تو ان پر اللہ کا عذاب آ کر رہے گا اور خود وہاں سے نکل کر بیت المقدس آ گئے اور وہاں سے یافا کی طرف روانہ ہونے کے لیے ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ تیز آندھی چلنے لگی اور کشتی کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ پھر لوگوں نے کشتی کا بوجھ کم کرنے کے لیے اپنا سامان سمندر میں پھینک دیا، اس کے بعد بھی خطرہ نہ ٹلا، تو انھوں نے سوچا کہ کشتی میں ضرور کوئی ایسا آدمی ہے جس کی وجہ سے خطرہ لاحق ہے، چنانچہ قرعہ اندازی کی تو یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکل آیا، اس لیے لوگوں نے انھیں سمندر میں پھینک دیا تو طوفان رک گیا۔ اللہ نے ایک مچھلی کو بھیجا جس نے انھیں نگل لیا، پھر انھوں نے مچھلی کے پیٹ ہی میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور مچھلی نے ساحل پر آ کر اپنے پیٹ سے انھیں باہر نکال دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ۝ فَلَوْ لَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ سَقِيْمٌ ۝ وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝ وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴾ [الصافات: ۱۳۹ تا ۱۴۸] ”اور بلاشبہ یونس یقیناً رسولوں میں سے تھا۔ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر گیا۔ پھر وہ قرعہ میں شریک ہوا تو ہارنے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر مچھلی نے اسے نگل لیا، اس حال میں کہ وہ مستحق ملامت تھا۔ پھر اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بے شک وہ تسبیح کرنے والوں سے تھا۔ تو یقیناً اس کے پیٹ میں اس دن تک رہتا جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم نے اسے چٹیل میدان میں پھینک دیا، اس حال میں کہ وہ بیمار تھا۔ اور ہم نے اس پر ایک بیل دار پودا اگا دیا۔ اور اسے ایک لاکھ کی طرف بھیجا، بلکہ وہ زیادہ ہوں گے۔ پس وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انھیں ایک وقت تک فائدہ دیا۔“

فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ : سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ذوالنون کی دعا جو انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی ایسی ہے کہ جو مسلمان بھی اس کے ذریعے سے دعا کرے، اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے (وہ دعا یہ ہے): « لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ » ”تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔“ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب [فی دعوة ذی النون......] : ۳۵۰۵۔ مسند أحمد : ۱۷۰/۱، ح : ۱۴۶۲]

وَ زَكَرِيَّاۤ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۝ وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا

رَغَبًا وَّ رَهَبًا ؕ وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝۹۰

’’اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا کیا اور اس کی بیوی کو اس کے لیے درست کر دیا، بے شک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور وہ ہمارے ہی لیے عاجزی کرنے والے تھے۔‘‘

جن انبیاء کی زندگی نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے، ان میں سے زکریا علیہ السلام بھی ہیں۔ انھوں نے بڑھاپے میں اپنے رب سے دعا کی کہ وہ انھیں ایک بیٹا عطا کر دے، جو ان کے بعد دعوت الی اللہ کا کام سنبھالے۔ انھوں نے اپنی دعا میں کہا، میرے رب مجھے تنہا نہ چھوڑ، ایک لڑکا دے جو نبوت اور علم و حکم میں میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے اور تو تو سب سے اچھا وارث اور سب سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ان کی بیوی کو لڑکا پیدا کرنے کے قابل بنا دیا، جن کے بطن سے یحییٰ پیدا ہوئے۔ مذکورہ بالا انبیائے کرام کا فرداً فرداً ذکر کرنے کے بعد اب ان تمام کی مجموعی صفت یہ بتائی جا رہی ہے کہ یہ حضرات بھلائی کے کاموں کی طرف سبقت کرتے تھے اور امید و خوف دونوں حالتوں میں اپنے رب کو پکارتے تھے اور ہر حال میں اس کے لیے خشوع و خضوع اختیار کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ۵۷] ’’وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔‘‘

وَ الَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَ جَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۱

’’اور اس عورت کو جس نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا، تو ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونکا اور اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے عظیم نشانی بنا دیا۔‘‘

اگرچہ مریم علیہا السلام نبی نہیں تھیں، لیکن چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی ماں تھیں اور دونوں کے قصے میں اللہ تعالیٰ کے عجائب قدرت کی عظیم نشانیاں پائی جاتی تھیں، اسی لیے یہاں ان کا ذکر مناسب رہا۔ مریم علیہا السلام نے کبھی حرام کام نہیں کیا، انھوں نے اپنے آپ کو اللہ کی عبادت کے لیے کلی طور پر فارغ کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے بطن سے بغیر باپ کے پیدا کرنا چاہا تو جبریل علیہ السلام نے پھونک ماری اور اللہ کے حکم سے عیسیٰ علیہ السلام ان کے بطن میں وجود میں آ گئے۔ مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہما السلام دونوں کے حالات و واقعات میں دنیا والوں کے لیے بڑی عبرت و نصیحت کی باتیں ہیں۔ مریم کے پاس محراب میں سردی کا پھل گرمی میں اور گرمی کا پھل سردی میں اللہ کے حکم سے آتا تھا۔ عیسیٰ کی ولادت کے وقت کھجور کے خشک

درخت میں پھل آ گیا اور مریم کے قدموں کے نیچے سے چشمہ جاری ہو گیا اور عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں لوگوں سے بات کی اور نبی ہونے کے بعد اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کیا اور گنجے اور برص والے کی بیماری دور کر دی۔

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾

”بے شک یہ ہے تمھاری امت جو ایک ہی امت ہے اور میں ہی تمھارا رب ہوں، سو میری عبادت کرو۔ اور وہ اپنے معاملے میں آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ سب ہماری ہی طرف لوٹنے والے ہیں۔ پس جو شخص کوئی نیک اعمال کرے اور وہ مومن ہو تو اس کی کوشش کی کوئی ناقدری نہیں اور یقیناً ہم اس کے لیے لکھنے والے ہیں۔ اور لازم ہے اس بستی پر جسے ہم ہلاک کر دیں کہ بے شک وہ واپس نہیں لوٹیں گے۔“

یہاں ”اُمَّةً“ سے مراد دین وملت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مذکورہ بالا آیات میں جن انبیاء کا ذکر آیا ہے، ان کے علاوہ بھی سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم ﷺ تک جتنے انبیاء گزرے ہیں، سبھی کا عقیدہ اور دین ایک ہی تھا۔ سبھی عقیدۂ توحید پر قائم اور اس کی دعوت دینے والے تھے۔ ہر نبی نے اپنے عہد کے لوگوں کو توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی، شرک سے ڈرایا اور انھیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات کا رب ہے، اس لیے صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے، لیکن انبیاء کے دنیا سے گزر جانے کے بعد، ان کی امتیں مرور زمانہ کے ساتھ اصل توحید سے برگشتہ ہوتی چلی گئیں اور مختلف جماعتوں اور فرقوں میں بٹتی گئیں۔ کسی نے اپنا نام یہودی رکھ لیا، کسی نے نصرانی اور کوئی بت پرست بن گیا، جبکہ اصل دین، دینِ اسلام کا نام ان کے ذہنوں سے محو ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان تمام گروہوں کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ تو ان میں سے جو لوگ موحد ہوں گے اور انھوں نے حالتِ ایمان میں اعمال صالحہ سرانجام دیے ہوں گے تو اللہ ان کی محنت کو رائگاں نہیں کرے گا، وہ اپنے فرشتوں کے ذریعے سے بندوں کے تمام اعمال لکھ رہا ہے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ صالحین وموحدین کے مقابلے میں جو لوگ کافر و مشرک ہوں گے اور ان کے کفر و شرک کی وجہ سے اللہ انھیں دنیا میں ہلاک کر دے گا تو قیامت کے دن وہ ضرور اپنے رب کے حضور جزا و سزا کے لیے لائے جائیں گے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قطعی طور پر حرام کر دیا ہے کہ وہ قیامت کے دن اس کے پاس لوٹ کر نہ آئیں۔

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴾ [المؤمنون : ۵۱، ۵۲] ”اے رسولو! پاکیزہ چیزوں

میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں۔ اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں سب لوگوں سے زیادہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا حق دار ہوں، دنیا اور آخرت دونوں میں، اور انبیاء سب علاتی بھائی ہیں، تاہم ان کی مائیں جدا جدا ہیں اور دین سب کا ایک ہے۔“ [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالٰى : ﴿ واذكر في الكتاب مريم ...... الخ﴾ : ۳۴۴۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تمھارے لیے تین باتیں پسند کرتا ہے اور تین باتیں ناپسند کرتا ہے، وہ پسند فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو، سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقے فرقے نہ بنو اور اللہ تعالیٰ تمھارے لیے ناپسند کرتا ہے بے فائدہ باتیں کرنے کو، سوال کی کثرت کو اور مال کے ضائع کرنے کو۔“ [مسلم، كتاب الأقضية، باب النهي عن كثرة المسائل ...... الخ : ۱۷۱۵]

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ : یعنی امتوں نے اپنے رسولوں سے اختلاف کیا، ان میں سے کچھ لوگوں نے ان کی تصدیق اور کچھ نے تکذیب کی، ارشاد فرمایا: ﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [البقرة : ۲۱۳] ”لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انھیں اپنے حکم سے حق میں سے اس بات کی ہدایت دی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [يونس : ۱۹] ”اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی امت، پھر وہ جدا جدا ہو گئے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی تو ان کے درمیان اس بات کے بارے میں ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آپس میں اختلاف نہ کرو، تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ اسی باعث ہلاک و برباد ہو گئے۔“ [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، بابٌ : ۳۴۷۶]

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ : یعنی صالح و مومن لوگوں کے عمل کی ناقدری نہیں کی

جائے گی، بلکہ انھیں اس کی جزا دی جائے گی اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَأُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴾ [طٰہٰ : ۷۵] ''اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى إِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [المؤمن : ٤٠] ''جس نے کوئی برائی کی تو اسے ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور جس نے کوئی نیک عمل کیا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہوا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اس میں بے حساب رزق دیے جائیں گے۔''

حَتّٰٓى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوْجُ وَ مَأْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

''یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔''

جس قیامت کے بارے میں اوپر کہا گیا ہے کہ اس دن تمام جن و انس اللہ کے پاس ضرور لوٹ کر جائیں گے، اس کے قریب ہونے کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ وہ رکاوٹ جو ذوالقرنین نے یاجوج و ماجوج کو روکنے کے لیے کھڑی کی تھی، ہٹا دی جائے گی اور وہ زمین میں تیزی سے پھیل جائیں گے۔ جدھر سے یہ گزریں گے ہر چیز کو تباہ کر دیں گے اور کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

یاجوج ماجوج کے خروج کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں، سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے ان کے پاس پہنچے اور فرمایا: ''لا الٰہ الا اللہ! عربوں کی خرابی، اس آفت سے جو قریب آ گئی، آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا شگاف ہو گیا ہے۔'' آپ نے دو انگلیوں سے ایک حلقہ بنا کر وضاحت کی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم میں نیک لوگوں کے ہوتے ہوئے بھی ہم تباہ ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، جب خباثتیں بڑھ جائیں گی (تو ایسا ہوگا)۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام : ۳۵۹۸]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(دجال کو قتل کرنے کے بعد) عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ لوگ آئیں گے جنھیں کو اللہ نے دجال سے بچایا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام (شفقت سے) ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور ان کو ان درجوں کی جو بہشت میں ان کے لیے ہیں، خوشخبری سنائیں گے۔ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں، تم میرے بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ، پھر اللہ یاجوج ماجوج کو چھوڑ دے گا اور وہ ہر اونچائی سے نکل پڑیں گے، ان میں سے جو آگے ہوں گے، طبرستان کے دریا پر سے گزریں گے تو جتنا پانی ہوگا سب پی لیں گے۔ پھر ان کے پچھلے لوگ جب وہاں پہنچیں

گے تو کہیں گے کبھی اس دریا میں پانی بھی تھا۔ ادھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب محصور رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک بیل کی سری تمھارے لیے آج کے لحاظ سے سو اشرفیوں سے بہتر ہو گی۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں کیڑے ڈال دے گا۔ تو صبح تک وہ سب ایک آدمی کی موت کی طرح مر جائیں گے۔ پھر جب اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت برابر جگہ بھی ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں پائیں گے، چنانچہ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جو بڑے اونٹ کی گردن کے مثل ہوں گے، وہ انھیں اٹھا کر لے جائیں گے اور انھیں وہاں پھینک دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش برسائے گا کہ کوئی گھر مٹی کا ہو یا بالوں کا اس سے نہیں بچے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ زمین دھو ڈالے گا، یہاں تک کہ زمین کو حوض یا باغ کی طرح صاف کر دے گا۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال : ۲۹۳۷]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی بیت اللہ کا حج و عمرہ کیا جائے گا۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب قول اللہ تعالیٰ : ﴿ جعل اللہ الکعبۃ ...... الخ ﴾ : ۱۵۹۳]

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾

''اور سچا وعدہ بالکل قریب آ جائے گا تو اچانک یہ ہو گا کہ ان لوگوں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی جنھوں نے کفر کیا۔ ہائے ہماری بربادی! بے شک ہم اس سے غفلت میں تھے، بلکہ ہم ظلم کرنے والے تھے۔''

یعنی یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد قیامت کا وعدہ، جو برحق ہے، بالکل قریب آ جائے گا اور جب یہ قیامت آئے گی تو شدت ہولناکی کی وجہ سے کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور کفِ افسوس ملتے ہوئے کہنے لگیں گے، ہائے ہماری بدنصیبی! ہم تو اس دن کی تیاری کرنے سے بالکل ہی غافل تھے، ہمیں تو یقین ہی نہیں تھا کہ قیامت آئے گی، ہم نے تو اپنے آپ پر بڑا ہی ظلم کیا کہ آج یہ روز سیاہ دیکھنا پڑ رہا ہے، لیکن اس وقت کا افسوس اور اس دن کی توبہ ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴾ [إبراھیم : ۴۲، ۴۳] ''اور تو اللہ کو ہرگز اس سے غافل گمان نہ کر جو ظالم لوگ کر رہے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔ اس حال میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے، ان کی نگاہ ان کی طرف نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت ان لوگوں پر قائم ہو گی جو اللہ کی مخلوق میں سے بدترین لوگ ہوں گے، وہ جاہلیت والوں سے بھی بدتر ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگیں گے اللہ تعالیٰ انھیں وہ چیز دے دیں گے۔[مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: لا تزال طائفة من أمتي ...... الخ : ۱۹۲٤]

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

’’بے شک تم اور جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں، تم اسی میں داخل ہونے والے ہو۔ اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہ سب اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے لیے اس میں گدھے جیسی آواز ہوگی اور وہ اس میں نہیں سنیں گے۔‘‘

یہ آیت مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو لات ومنات اور عزیٰ وہبل کی پوجا کرتے تھے۔ یہ سب پتھر کی مورتیاں تھیں، جو جمادات یعنی غیر عاقل تھیں، اسی لیے آیت میں ﴿ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴾ کے الفاظ ہیں اور عربی میں ’’مَا‘‘ غیر عاقل کے لیے آتا ہے، یعنی کہا جا رہا ہے کہ تم بھی اور تمھارے یہ معبود بھی جن کی مورتیاں بنا کر تم نے عبادت کے لیے رکھی ہوئی ہیں سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ پتھر کی مورتیوں کا اگرچہ کوئی قصور نہیں ہے، کیونکہ وہ تو غیر عاقل اور بے شعور ہیں، لیکن انھیں پجاریوں کے ساتھ جہنم میں صرف مشرکوں کو مزید ذلیل و رسوا کرنے کے لیے ڈالا جائے گا کہ جن معبودوں کو تم اپنا سہارا سمجھتے تھے، وہ بھی تمھارے ساتھ ہی جہنم میں جہنم کا ایندھن ہیں اور اس وقت تمھیں یقین ہو جائے گا کہ اگر یہ اصنام تمھارے حقیقی معبود ہوتے تو تمھارے ساتھ جہنم کا ایندھن نہ بنتے، لیکن وہ تو خود بھی جہنم میں بطور عبرت جا رہے ہیں، تمھیں جانے سے کیسے روک سکتے ہیں۔ نتیجتاً عابد اور یہ جھوٹے معبود دونوں ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور سارے کے سارے شدت غم والم سے چیخ اور چلا رہے ہوں گے، جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کی آواز بھی نہیں سن سکیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

’’بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے بھلائی طے ہو چکی، وہ اس سے دور رکھے گئے ہوں گے۔ وہ اس کی آہٹ نہیں سنیں گے اور وہ اس میں جسے ان کے دل چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ انھیں سب سے بڑی

گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور انھیں (آگے سے) لینے کے لیے فرشتے آئیں گے۔ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔“

کافروں کے بعد اب مومنوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ جن لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ازل سے نیک بختی اور اعمال صالحہ کے لیے توفیق مقدر کر دی ہے، انھیں جہنم سے دور رکھا جائے گا۔ وہ اس کی آواز بھی نہیں سنیں گے، بلکہ وہ تو جنت کے باغوں میں ہوں گے اور اپنی من چاہی چیزیں کھا پی رہے ہوں گے۔ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور جب میدانِ محشر میں جمع ہونے کے لیے دوسرا صور پھونکا جائے گا تو ان پر کوئی گھبراہٹ طاری نہیں ہوگی۔ فرشتے ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھ کر انھیں مبارک باد دیں گے اور کہیں گے کہ یہ تمھاری خوشی کا وہ دن ہے، جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا، آج تمھیں تمھاری نیکیوں کا اچھا بدلہ دیا جائے گا۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

”جس دن ہم آسمان کو کاتب کے کتابوں کو لپیٹنے کی طرح لپیٹ دیں گے۔ جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، یقیناً ہم ہمیشہ (پورا) کرنے والے ہیں۔“

قیامت کے جس دن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، اس دن یہ بھی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح لپیٹ لے گا جس طرح کوئی لکھنے والا نوشتۂ مکتوب کو لپیٹ دیتا ہے۔ تمام ستارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے، آفتاب و مہتاب مضمحل ہو کر اپنی اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور پورا نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ سب اپنی قبروں سے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر ختنہ شدہ اٹھیں گے۔ اللہ کا یہ وعدہ سچ ہے اور وہ ایسا کر کے رہے گا۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو داہنے ہاتھ پر لپیٹ لے گا اور پھر فرمائے گا، میں ہوں بادشاہ اور کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ملك الناس ﴾ : ۷۳۸۲]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے ابو القاسم! قیامت کے دن اللہ (ساتوں) آسمانوں کو ایک انگلی پر، (ساتوں) زمینوں کو ایک انگلی پر، پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر، پانی اور گیلی مٹی کو ایک انگلی پر اور (دیگر) تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھ لے گا، پھر انگلیوں کو ہلا کر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کی تصدیق فرماتے ہوئے) ہنسے، یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک دکھائی دیے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ

جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٧] ”اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے، حالانکہ زمین ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ لما خلقت بيدي ﴾ : ٧٤١٥ـ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار : ٢٧٨٦]

كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے لوگو! تم (قیامت کے دن) ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کیے ہوئے پیش کیے جاؤ گے۔“ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ ”جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، یقیناً ہم ہمیشہ (پورا) کرنے والے ہیں۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ كما بدأنا أول خلق نعيده وعدا علينا ﴾ : ٤٧٤٠ـ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة : ٥٨/٢٨٦٠]

وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ؕ

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک یہ زمین، اس کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک پیغام ہے جو عبادت کرنے والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھنے کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں بھی یہ بات لکھ دی ہے کہ جنت کے حق دار اس کے نیک بندے ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ﴾ [الزمر : ٧٤] ”اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں جگہ بنا لیں۔“ یا یہ بات لکھ دی ہے کہ زمین میں اقتدار اس کے نیک بندوں کو حاصل ہوگا۔ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے بشارت ہے کہ وہ لوگ کافروں کے ممالک فتح کریں گے اور ان کے مالک و حاکم بن جائیں گے اور تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ قیصر و کسریٰ کے جن علاقوں کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہاں مسلمان پہنچ پائیں گے وہ سارے علاقے اسلام کے زیر نگیں آ گئے۔ پھر جب مسلمانوں کی دینی حالت خراب ہوگئی تو زوال پذیر ہو گئے۔ قیامت تک جب بھی یہ امت اصلاح و تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کو اپنا شعار بنائے گی اور قرآن و سنت کی بنیاد پر متحد ہو جائے گی تو اللہ کا وعدہ اپنے آپ کو دہرائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [النور : ۵۵] ”اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔“

اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ : یعنی یہ قرآن جسے ہم نے اپنے بندے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے، اس میں عبادت کرنے والے لوگوں کے لیے منفعت و کفایت ہے، یعنی ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی جس طرح اس نے حکم دیا اور پسند فرمایا اور جنھوں نے شیطان کی بات اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کے بجائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کو ترجیح دی۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾

”اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر جہانوں پر رحم کرتے ہوئے۔“

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے محمد ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے، پس جو شخص اس رحمت کو قبول کرے اور اس نعمت کا شکر بجا لائے وہ دنیا و آخرت کی سعادت مندیوں اور کامرانیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لے گا اور جو اس رحمت کو قبول کرنے سے انکار کر دے گا، وہ دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد رہے گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی، اے اللہ کے رسول! مشرکین کے لیے بددعا کیجیے! آپ نے فرمایا: ”میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب النهی عن لعن الدواب وغیرها : ۲۵۹۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ پر احد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن گزرا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”میں نے تمھاری قوم کی طرف سے جو جو تکلیفیں اٹھائی ہیں وہ تو خیر جھیلیں ہی ہیں، تاہم مجھ پر سب سے زیادہ سخت دن عقبہ کا دن گزرا ہے۔ جس دن میں عبد یالیل بن عبد کلال کے پاس گیا (اور اسے اسلام کی دعوت پیش کی)۔ اس نے میرا کہنا نہ مانا (اور اسلام قبول نہیں کیا) میں رنجیدہ ہو کر وہاں سے روانہ ہوا اور جب میں قرن ثعالب پہنچا تو مجھے ذرا ہوش آیا۔ میں نے سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے

اور اس میں میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا، انھوں نے مجھے آواز دی اور کہنے لگے، اللہ نے وہ بات سن لی جو آپ کی قوم نے آپ سے کہی اور ان کا جواب بھی سن لیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے، آپ ان کے سلسلہ میں جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ اتنے میں اس پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی اور سلام کیا، اس نے کہا، اے محمد! میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، آپ کے رب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ مجھے اپنے معاملہ میں جو چاہیں حکم دیں، تو آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ کہیں تو میں ان پر اخشبین نامی پہاڑوں کو ملا دوں۔ آپ نے فرمایا: ” (نہیں ایسا نہ کرو) بلکہ مجھے امید ہے (اگر یہ لوگ راہ راست پر نہ آئے تو کہا) ان کی اولاد میں سے اللہ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ اکیلے کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہیں کریں گے۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدکم آمین والملائکة فی السماء ...... الخ : ۳۲۳۱۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقی النبی ﷺ من أذى المشرکین والمنافقین : ۱۷۹۵]

عمرو بن ابی قرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے، جہاں بعض اوقات وہ احادیث رسول ﷺ بیان کیا کرتے تھے۔ ایک دن سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے حذیفہ! رسول اللہ ﷺ بعض اوقات غصہ کی حالت میں کوئی بات کہتے تھے اور بعض اوقات خوشی کی حالت میں کوئی بات کہتے تھے (اس لیے تو ہر بات کو بیان نہ کیا کر) یقیناً میں جانتا ہوں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا: ”اپنی امت میں سے جسے میں نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا ہو، یا اس پر لعنت کر دی ہو تو سمجھ لو کہ میں بھی اولاد آدم سے ہوں۔ تو جس طرح وہ غصہ کرتے ہیں اسی طرح مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے، ہاں البتہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، تو اے اللہ! میری ان باتوں کو ان کے لیے قیامت کے دن رحمت بنا دے۔“ [مسند أحمد : ۵/ ۴۳۷، ح : ۲۳۷۶۸۔ أبو داوٗد، کتاب السنة، باب فی النهی عن سب أصحاب رسول الله ﷺ : ۴۶۵۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری اور لوگوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ روشن کی اور جب اس کی روشنی اردگرد پھیل گئی تو پروانے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں، اس میں گرنے لگے، اب وہ شخص انھیں آگ سے دور ہٹانے لگا، (تاکہ وہ جلنے سے بچ جائیں) مگر وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں گرتے ہی رہے۔ اسی طرح میں تمھیں تمھاری کمروں سے پکڑ کر آگ سے دور کھینچتا ہوں (اور کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچ جاؤ) لیکن تم ہو کہ سنتے ہی نہیں اور اسی میں گرتے جاتے ہو۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصی : ۶۴۸۳]

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

''کہہ دے میری طرف صرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو کیا تم فرماں برداری کرنے والے ہو؟ پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو کہہ دے میں نے تمھیں اس طرح خبردار کر دیا ہے کہ (ہم تم) برابر ہیں اور میں نہیں جانتا آیا قریب ہے یا دور، جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔''

نبی اکرم ﷺ جو رحمت لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے وہ توحید باری تعالیٰ ہے، یہی دینِ اسلام اور تمام ادیانِ سماویہ کی اصل اور بنیاد ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ کو رحمت کا لقب دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ اہل مکہ سے کہہ دیجیے کہ مجھ پر جو وحی نازل ہوتی ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہے اور وہ اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے تم لوگ اسی کے سامنے جھکو، اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اگر اس دعوتِ صریح کا ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اسلام کو قبول نہیں کرتے، تو پھر آپ ان سے برملا کہہ دیجیے کہ ہمارے اور تمھارے درمیان صلح و آشتی کی اب کوئی صورت نہیں ہے، یہ بات تم میں سے سب کو معلوم ہونی چاہیے۔ آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ عذاب جو تم پر اللہ مسلمانوں کے ہاتھوں نازل کرنے والا ہے اس کا وقت قریب ہے یا بعید، لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا غلبہ ہو گا اور اللہ مسلمانوں کے ہاتھوں تمھیں عذاب دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یونس : ١٠٢، ١٠٣] ''تو یہ لوگ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے ان لوگوں کے سے ایام کے جو ان سے پہلے گزر چکے۔ کہہ دے پس انتظار کرو، یقیناً میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔ پھر ہم اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان لائے، اسی طرح ہم پر حق ہے کہ ہم مومنوں کو نجات بخشیں۔''

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ۝۱۱۰

''بے شک وہ بلند آواز سے کی ہوئی بات کو جانتا ہے اور وہ بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جو اسلام، قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کا برملا مذاق اڑاتے ہو اور ان کی عیب جوئی کرتے رہتے ہو، تو اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے اور جو عداوت و دشمنی اور بغض و حسد اپنے دلوں میں چھپائے پھرتے ہو، اللہ اسے بھی جانتا ہے۔ نہ تمھارا ظاہری خبث اللہ سے پوشیدہ ہے اور نہ دل میں چھپا ہوا، گویا کہ یہ اللہ کی طرف سے کفارِ مکہ کے لیے زبردست دھمکی ہے۔

وَ اِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝۱۱۱

''اور میں نہیں جانتا شاید یہ تمھارے لیے ایک آزمائش ہو اور ایک وقت تک کچھ فائدہ اٹھانا ہو۔''

فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ کچھ دنوں کے لیے عذابِ الٰہی کا ٹل جانا تمھیں مزید آزمائش میں ڈالنے کے لیے ہو اور ایک مقرر وقت تک کے لیے اللہ کی جانب سے کسی حکمت کے تقاضے کے مطابق تمھارے لیے چھوٹ ہو، اس لیے اس تاخیر و مہلت سے تمھیں دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴾ [آل عمران : ۱۷۸] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ بے شک جو مہلت ہم انھیں دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لیے بہتر ہے، ہم تو انھیں صرف اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

''اس نے کہا اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور ہمارا رب ہی وہ بے حد مہربان ہے جس سے ان باتوں پر مدد طلب کی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی دعا نقل کی ہے، جو انھوں نے اللہ کی جانب سے مشرکوں کے خلاف اعلانِ جنگ کے بعد کی تھی کہ اے میرے رب! تو میرے اور میری قوم کے درمیان اب فیصلہ کر ہی دے کہ جن کا شیوہ اسلام اور مسلمانوں سے عداوت کرنا بن گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی دعا قبول فرمالی، کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں میدانِ بدر میں زبردست ضرب لگوائی، بہت سے قتل کر دیے گئے اور بہت سے پابند سلاسل کیے گئے۔ دعا کے آخر میں آپ نے فرمایا کہ ہمارا رب اپنے بندوں پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے اور اس کی ذات ایسی ہے جس سے تمام امور میں مدد مانگنی چاہیے۔ من جملہ ان امور کے کافروں کا یہ کہنا ہے کہ غلبہ انھی کو حاصل ہوگا، تو میں اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں کہ وہ ان کے دعویٰ کو جھوٹا کر دکھائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②

’’اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہوجائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا میں عام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تم لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارو، عمل صالح کرو اور برائیوں سے بچو، اس لیے کہ قیامت کا زلزلہ عظیم حادثہ ہوگا اور وہ اتنا دہشت ناک ہوگا کہ مارے خوف کے مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلانا بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور ہر آدمی اپنا ہوش کھو بیٹھے گا۔ ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے سب نے کوئی مدہوش کرنے والی چیز پی لی ہے، حالانکہ ایسی بات نہیں ہوگی، بلکہ شدتِ عذابِ الٰہی کے تصور سے ان پر یہ کیفیت طاری ہوگی۔ اس آیت میں جس زلزلہ کا ذکر ہے وہ کب واقع ہوگا؟ اس بارے میں مفسرین کی دو آراء ہیں۔ پہلی رائے یہ ہے کہ یہ زلزلہ قیامت کی ایک نشانی ہوگی، یعنی قیامت سے پہلے دنیا کی زندگی میں واقع ہوگا، اس زلزلہ کے بعد آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑنے لگیں گے، زمین پر ایسا زلزلہ برپا ہوگا کہ کوئی چیز اپنی جگہ باقی نہیں رہے گی۔ مائیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے

حمل گر جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب ہوگا جس میں وہ اپنی بدترین مخلوق کو مبتلا کرے گا۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وہ خوف و ہراس اور اضطراب و پریشانی ہے جو قیامت کے دن لوگوں کو قبروں سے نکلنے کے بعد میدانِ محشر میں لاحق ہوگی، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) آدم (علیہ السلام) سے فرمائے گا، اے آدم! وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! میں بار بار تیری خدمت میں حاضر ہوں اور ساری خیر تیرے ہاتھ میں ہے۔ پھر انھیں اللہ حکم دے گا کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ والوں کا جتھا نکالو۔ وہ عرض کریں گے، اے اللہ! دوزخ کا جتھا کتنا نکالوں؟ حکم ہوگا، ہر ہزار آدمیوں میں سے نو سو ننانوے۔ وہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور ﴿ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ۲] ''اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔'' یہ حدیث صحابہ پر سخت گراں گزری، انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک (خوش نصیب) ہم میں سے کون ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خوش ہو جاؤ، یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار ہوں گے اور تم میں سے ایک۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے امید ہے کہ تم لوگ تمام جنت والوں کا چوتھائی ہو گے۔'' یہ سن کر ہم نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور ''اللہ اکبر'' کہا، پھر آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم تہائی حصہ ہو گے۔'' ہم نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور ''اللہ اکبر'' کہا، پھر آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم جنتیوں کا نصف ہو گے۔ تمھاری مثال دوسری امتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کسی سیاہ بیل کے جسم پر سفید بالوں کی (معمولی تعداد) ہوتی ہے، یا اس سفید داغ کی طرح جو گدھے کے آگے کے پاؤں میں ہوتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب ﴿ إن زلزلة الساعة شيء عظيم ﴾ ...... الخ : ٦٥٣٠۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب قوله : یقول الله لآدم أخرج بعث النار ...... الخ : ۲۲۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم (قیامت کے دن) ننگے بدن، ننگے پاؤں اور بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! تو کیا مرد اور عورت ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ ایسا سخت معاملہ ہوگا کہ کوئی اس کا خیال بھی نہیں کر سکے گا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٧]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر (جب) قیامت کے دن تم میں سے کوئی اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا تو اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوگا اور نہ کوئی ترجمان ہوگا جو اس کے لیے ترجمانی کرے، پھر اللہ اس سے فرمائے گا، کیا میں نے تجھ کو مال نہیں دیا تھا؟ وہ عرض کرے گا، کیوں نہیں (بے شک تو نے مال دیا تھا)۔ پھر اللہ فرمائے گا، کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ عرض کرے گا، کیوں نہیں (تو نے رسول بھیجا

تھا)۔ پھر وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نظر نہیں آئے گا، پھر وہ اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نظر نہیں آئے گا، لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو آگ سے بچنا چاہیے، اگرچہ (صدقہ میں) کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔ اگر یہ بھی نہ ملے تو اچھی بات ہی کہہ کر (دوزخ سے بچے)۔" [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة قبل الرد : ۱۴۱۳۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة ...... الخ : ۱۰۱۶/۶۷]

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝ كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ يَهْدِيْهِ إِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝

"اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں کچھ جانے بغیر جھگڑتا ہے اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتا ہے۔ اس پر لکھ دیا گیا ہے کہ بے شک واقعہ یہ ہے کہ جو اس سے دوستی کرے گا تو یقیناً وہ اسے گمراہ کرے گا اور اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا راستہ دکھائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کی تکذیب کرے، یا مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرے، یا اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر جس دین و شریعت کو نازل فرمایا اس سے اعراض کرتے ہوئے اپنے قول، انکار اور کفر میں جن و انس ہر سرکش شیطان کی پیروی کرے، جیسا کہ ان اہل بدعت کا حال ہے جو حق سے اعراض اور باطل کی پیروی کرتے ہوئے اس حق مبین کو ترک کر دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور ان ائمہ ضلالت کی پیروی کرتے ہیں جو اپنی خواہشات و آراء پر مبنی بدعات کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بصراحتِ تمام فرما دیا کہ جو شخص بھی شیطان کو اپنا دوست بنائے گا اور اس کی پیروی کرے گا، تو شیطان اسے راہِ حق سے دور کر دے گا اور جہنم کی آگ تک پہنچا دے گا۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نیک اور برے دوست کی مثال کستوری والے اور بھٹی دھونکنے والے کی مانند ہے۔ کستوری والا یا تو تمھیں (تحفہ کے طور پر) کچھ دے دے گا، یا تم اس سے خرید لو گے، یا تم اس سے اچھی خوشبو تو پا ہی لو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلا دے گا، یا تم اس سے بدبو حاصل کرو گے۔" [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب المسك : ۵۵۳۴۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحين ...... الخ : ۲۶۲۸]

يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ

مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝

''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں کسی شک میں ہو تو بے شک ہم نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر کچھ جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کی ایک بوٹی سے، جس کی پوری شکل بنائی ہوئی ہے اور جس کی پوری شکل نہیں بنائی ہوئی، تا کہ ہم تمھارے لیے واضح کریں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر ہم تمھیں ایک بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو قبض کر لیا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، تا کہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ اور تو زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور ہر خوبصورت قسم میں سے اگاتی ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کے عقیدے پر دو عقلی دلیلیں پیش کی ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ اس نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر باقی انسانوں کو ماں اور باپ کی منی سے پیدا کیا، مرد کا نطفہ عورت کے رحم میں پہنچایا۔ اسے پہلے جامد خون بنا دیا، پھر اسے ایک لوتھڑا بنا دیا اور وہ لوتھڑا کبھی تو اللہ کی مرضی سے بچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور کبھی اس میں جان نہیں پڑتی اور رحم سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا اس لیے کرتا ہے کہ انسان اس کی قدرت، علم اور حسن تدبیر پر ایمان لے آئے، اس کی عظمت کا اعتراف کرے، اس سے محبت کرے اور اس کی بندگی کرے۔ پھر جو لوتھڑا بچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے وہ ایک مدت معینہ تک رحم میں رہنے کے بعد پیدا ہوتا ہے تو نہایت ہی کمزور بچہ ہوتا ہے، پھر بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بھرپور جوان ہو جاتا ہے۔ کوئی بچہ بلوغت سے پہلے ہی مر جاتا ہے، اس لیے کہ حکمتِ الٰہیہ کا یہی تقاضا ہوتا ہے اور کچھ لوگ لمبی عمر پاتے ہیں، یہاں تک کہ بہت بوڑھے ہو جاتے ہیں اور عقل و ہوش کھو بیٹھتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴾ [الروم : ٥٤] ''اللہ وہ ہے جس نے تمھیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت بنائی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنا دیا، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا ہے، ہر چیز پر قادر ہے۔''

آدم علیہ السلام کا مٹی سے اور ان کی ذریت کا قطرۂ منی سے پیدا کیا جانا اس بات کی قطعی اور واضح عقلی دلیل ہے کہ جس

باری تعالیٰ نے انھیں پہلی بار اس طرح پیدا کیا، وہ انھیں دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ بعث بعد الموت کی دوسری دلیل یہ ہے کہ زمین بے آب و گیاہ مردہ ہوتی ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو اس میں زندگی آ جاتی ہے اور حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور پانی کے اثر سے مٹی پھول کر اونچی ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں مختلف قسم کے پودے اگ آتے ہیں۔ جس طرح نطفہ ماں کے رحم میں پرورش پاتا ہے، اسی طرح بیج بھی مٹی میں پرورش پاتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد ایک زندہ پودا لہلہاتا ہوا اوپر آ جاتا ہے، پھر ایک مدت معینہ کے بعد جب کھیتی پک جاتی ہے تو انسان اسے کاٹ لیتا ہے، ویسے ہی جیسے انسان اپنی نوشتہ عمر گزار لینے کے بعد رخصت ہو جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الروم : ٢٧] ”اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے ہر آدمی بطور نطفہ چالیس دن تک اپنی ماں کے پیٹ میں رہتا ہے، پھر چالیس دن تک جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، بعد ازاں اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے، جسے چار باتیں لکھنے کا حکم ہوتا ہے، یعنی اس کی روزی، اس کی عمر اور یہ کہ وہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت۔“ [بخاری، کتاب القدر، باب : ٦٥٩٤۔ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أمه ...... الخ : ٢٦٤٣]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے رحم مادر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے (سب حال) عرض کرتا رہتا ہے، اے میرے رب! یہ ابھی نطفہ ہے، اے میرے رب! اب یہ جما ہوا خون بن گیا ہے، اے میرے رب! اب یہ گوشت کا لوتھڑا بن گیا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ بچے کی پیدائش پوری کرنا چاہتا ہے تو وہ فرشتہ پوچھتا ہے، اے میرے رب! یہ مرد ہوگا یا عورت، نیک بخت ہوگا یا بدبخت، اس کی روزی کتنی ہوگی اور اس کی موت کب ہوگی؟ پھر (جیسا حکم ہوتا ہے) ویسا ہی اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔“ [بخاری، کتاب القدر، باب : ٦٥٩٥۔ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أمه ...... الخ : ٢٦٤٦]

وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ : تم میں سے کوئی بوڑھا ہو جاتا ہے اور بڑھاپے کی نہایت خراب عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، یعنی پیری، بڑھاپے، ضعف قوت و عقل و فہم اور ضعف فکر و دانش کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس نکمی عمر کی طرف لوٹائے جانے سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے، جیسا کہ عمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو یہ دعائیہ کلمات اس طرح سکھاتے تھے جیسے معلم بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اور فرماتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعے سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے: « اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَ

أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» ”اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور بخل سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاؤں اور میں دنیا کے فتنے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

[بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب ما يتعوذ من الجبن : ۲۸۲۲، ٦٣٧٤]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝

”یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور (اس لیے) کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔“

تخلیق انسانی اور پودوں کی پیدائش سے متعلق جو بات بیان کی گئی ہے، وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ برحق ہے، وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ بات تو قطعی ہے کہ قیامت آئے گی، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا اور انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ۷۸ تا ۸۰] ”اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔ وہ جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر یکا یک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔“

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ ع ۸

”اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم کے اور بغیر کسی ہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔ اس حال میں کہ اپنا پہلو موڑنے والا ہے، تاکہ اللہ کے راستے سے گمراہ کرے، اس کے لیے دنیا میں ایک رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ یہ اس کی وجہ سے ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں

نے آگے بھیجا اور (اس لیے) کہ بے شک اللہ ہرگز اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔“

اس آیت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو کفر اور کبر ونخوت کا مجسم نمونہ تھا اور لوگوں کو راہِ حق سے دور رکھنے کی ہر کوشش کرتا تھا، لیکن آیت کا مفہوم عام ہے اور کفر و بدعت کے تمام گمراہ کن سرغنوں کو شامل ہے، جو اپنی خواہش کی اتباع میں اللہ اور رسول ﷺ کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہیں جن کی عقلی ونقلی کوئی صریح دلیل نہیں ملتی اور ایسے متکبر ہوتے ہیں کہ گردن اکڑا کر اور لوگوں کی طرف سے منہ پھیر کر چلتے ہیں، حالانکہ ان کا مقصد اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے تمام لوگوں کا انجام یہ بتایا کہ وہ انھیں دنیا میں رسوا کرتا ہے اور آخرت میں جہنم ان کا انتظار کر رہی ہے۔ اس دن ان سے کہا جائے گا کہ یہ ذلت و رسوائی اور یہ عذاب تمھارے ہاتھوں ہی کی کمائی ہے، تو اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴾ [الدخان : ٤٧ تا ٥٠] ”اسے پکڑو، پھر اسے بھڑکتی آگ کے درمیان تک دھکیل کر لے جاؤ۔ پھر کھولتے پانی کا کچھ عذاب اس کے سر پر انڈیلو۔ چکھ، بے شک تو ہی وہ شخص ہے جو بڑا زبردست، بہت باعزت ہے۔ بے شک یہ ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔“

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا اور تم پر بھی حرام کیا، پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٧٧]

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : یعنی جب اسے حق کی طرف دعوت دی جائے تو وہ اس سے اعراض کرتا اور تکبر سے اپنی گردن کو موڑ لیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ فِيْ مُوْسٰۤى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴾ [الذاريات : ٣٨، ٣٩] ”اور موسیٰ میں (بھی ایک نشانی ہے) جب ہم نے اسے فرعون کی طرف ایک واضح دلیل دے کر بھیجا۔ تو اس نے اپنی قوت کے سبب منہ پھیر لیا اور اس نے کہا یہ جادوگر ہے، یا دیوانہ۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴾ [النساء : ٦١] ”اور جب ان سے کہا جائے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو تو منافقوں کو دیکھے گا کہ تجھ سے منہ موڑ لیتے ہیں، صاف منہ موڑنا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ [المنافقون : ٥] ”اور جب ان سے کہا جائے آؤ اللہ کا رسول تمھارے لیے بخشش کی دعا کرے تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ منہ پھیر لیں گے، اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں۔“

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ۫ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾

’’اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے، پھر اگر اسے کوئی بھلائی پہنچ جائے تو اس کے ساتھ مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش آ پہنچے تو اپنے منہ پر الٹا پھر جاتا ہے۔ اس نے دنیا اور آخرت کا نقصان اٹھایا، یہی تو صریح خسارہ ہے۔‘‘

اہل کفر کے بعد ان آیات میں بعض ان منافقین کا ذکر ہو رہا ہے جو صرف دنیاوی مصالح کی خاطر ظاہر کرتے تھے کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ جب تک وہ مصالح حاصل ہوتے رہتے اور کسی دکھ اور تکلیف میں مبتلا نہ ہوتے تو دین اسلام پر باقی رہتے تھے، مگر جونہی انھیں کوئی تکلیف لاحق ہوتی تو ان کا اصلی چہرہ سامنے آ جاتا تھا اور کفر کی طرف لوٹ کر اپنی دنیا اور آخرت دونوں ہی برباد کر بیٹھتے تھے۔ یہی کسی انسان کا کھلا خسارہ ہے، کیونکہ اگر وہ اپنے ایمان میں مخلص ہوتے تو آخرت میں کامیاب ہو جاتے اور جو دنیاوی خسارہ ہوا تھا، اللہ اسے بھی پورا کر دیتا کہ پھر سے مال و اولاد سے نواز دیتا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آیت: ﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾ اس کی شان نزول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مدینہ میں آتا (اور اسلام قبول کر لیتا) پھر اس کی عورت لڑکا جنتی اور اس کی گھوڑیاں بچے جنتیں، تب تو (خوش ہو کر) کہتا یہ دین اچھا ہے، تاہم اگر اس کی عورت (لڑکا) نہ جنتی اور گھوڑیاں بھی بچے نہ جنتیں تو (رنجیدہ ہو کر) کہتا یہ دین تو خراب ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ومن الناس من يعبد الله على حرف ﴾ : ۴۷۴۲]

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَ مَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾

’’وہ اللہ کے سوا اس چیز کو پکارتا ہے جو اسے نقصان نہیں پہنچاتی اور اس چیز کو جو اسے نفع نہیں دیتی، یہی تو دور کی گمراہی ہے۔‘‘

یعنی وہ مرتد ہو جانے کے بعد اللہ کے سوا ان معبودوں کو پکارنے لگتے ہیں کہ جنھیں اگر نہ پکاریں تو دنیا میں انھیں وہ معبود کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اگر انھیں پکاریں اور ان کی عبادت کریں تو وہ آخرت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ لَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾

’’وہ اسے پکارتا ہے کہ یقیناً اس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے، بلاشبہ وہ برا دوست ہے اور بلاشبہ وہ برا ساتھی ہے۔‘‘

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جن بتوں کی وہ پوجا کرتے ہیں وہ انھیں فائدہ تو کیا پہنچائیں گے، بلکہ ان سے

نقصان ہی کی زیادہ توقع ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں ان بے روح مجسموں کے سامنے سجدہ کر کے اپنے آپ کو ذلیل کرتے ہیں اور آخرت میں شدید عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے۔ ''مَوْلٰی'' کے معنی ولی اور مددگار کے اور ''عَشِیْرٌ'' کے معنی ہم نشیں، ساتھی اور قرابت دار کے ہیں۔ مددگار اور ساتھی تو وہ ہوتا ہے جو مصیبت کے وقت کام آئے، لیکن یہ معبود خود عذاب میں گرفتار ہوں گے، یہ کسی کے کیا کام آئیں گے؟ اس لیے انھیں برا ولی اور برا ساتھی کہا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴾ [الزخرف : ٣٦ تا ٣٨]
''اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا ہوتا ہے۔ اور بے شک وہ ضرور انھیں اصل راستے سے روکتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا اے کاش! میرے درمیان اور تیرے درمیان دو مشرقوں کا فاصلہ ہوتا، پس وہ برا ساتھی ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھی جن کو مقرر کر رکھا ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا، (یا رسول اللہ!) اور آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے جواب دیا: ''ہاں! میرے ساتھ بھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ مطیع بن گیا ہے، سو وہ مجھے خیر کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیتا۔'' دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''تم میں سے ہر کسی کے ساتھ ایک ساتھی جنوں میں سے اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مقرر کر دیا گیا ہے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان و بعثه سرایاه لفتنة الناس ...... الخ : ٢٨١٤]

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝

''بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔''

اس آیت میں ایمان اور اعمال صالحہ والوں کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ اپنی حکمتوں کے تقاضے کے مطابق جو چاہتا ہے کرتا ہے، اپنی اطاعت کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے اور نافرمانوں کو عذاب دیتا ہے۔ سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مجلس میں حاضر تھا، اس میں آپ نے جنت کا حال بیان کیا، یہاں تک کہ بے انتہا تعریف فرمائی، آخر میں فرمایا: ''جنت

میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، نہ کسی کان نے ان کی تعریف سنی ہے اور نہ ان کا تصور کسی آدمی کے دل میں پیدا ہوا ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب صفة الجنة : ۲۸۲۵]

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾

''جو شخص یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ دنیا اور آخرت میں کبھی اس کی مدد نہیں کرے گا تو وہ ایک رسی آسمان کی طرف لٹکائے، پھر کاٹ دے، پھر دیکھے کیا واقعی اس کی تدبیر اس چیز کو دور کر دے گی جو اسے غصہ دلاتی ہے۔''

اس کے ایک معنی تو یہ کیے گئے ہیں کہ ایسا شخص جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کی مدد نہ کرے، کیونکہ اس کے غلبہ و فتح سے اسے تکلیف ہوتی ہے، تو وہ اپنے گھر کی چھت پر رسی لٹکا کر اور اپنے گلے میں اس کا پھندا لے کر اپنا گلا گھونٹ لے، شاید یہ خود کشی اسے غیظ و غضب سے بچا لے، جو وہ محمد ﷺ کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو دیکھ کر اپنے دل میں پاتا ہے۔ اس صورت میں '' السَّمَآءِ '' سے مراد گھر کی چھت ہوگی۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک رسا لے کر آسمان پر چڑھ جائے اور آسمان سے جو وحی یا مدد آتی ہے، اس کا سلسلہ ختم کر دے (اگر وہ ایسا کر سکتا ہے) اور دیکھے کہ کیا اس کے بعد اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے غیظ و غضب میں مرتے رہیں، اللہ اپنے نبی اور دین کی مدد کرتا رہے گا، یہاں تک کہ وہ اپنے دین کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴾ [المؤمن : ۵۱] ''بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ [الصف : ۸، ۹] ''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کے ساتھ بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَ دُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَ اِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [آل عمران : ۱۱۸، ۱۱۹] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، وہ تمھیں کسی طرح نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے، وہ ہر ایسی چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مصیبت میں

پڑو۔ ان کی شدید دشمنی تو ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپا رہے ہیں وہ زیادہ بڑا ہے۔ بے شک ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، اگر تم سمجھتے ہو۔ دیکھو! تم وہ لوگ ہو کہ تم ان سے محبت رکھتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم ساری کتاب پر ایمان رکھتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیوں کی پوریں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ کہہ دے اپنے غصے میں مر جاؤ، بے شک اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ⑯

’’اور اسی طرح ہم نے اسے روشن آیات کی صورت میں نازل کیا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔‘‘

قرآن کریم کی تعریف بیان کی جا رہی ہے کہ یہ فصاحت و بلاغت اور عربی زبان کی تمام اعلیٰ ترین خوبیوں کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے، اس کی آیات اپنے معانی و مقاصد پر حد درجہ صراحت و وضاحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ جن کے لیے چاہتا ہے انھیں ان آیات قرآنیہ میں غور و فکر کی توفیق دیتا ہے، تا کہ وہ حق کو پہچانیں اور اسے قبول کریں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـِٕيْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑰

’’بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور صابی اور نصاریٰ اور مجوس اور وہ لوگ جنھوں نے شرک کیا یقیناً اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔‘‘

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں حق و باطل کے درمیان جو جنگ جاری تھی اور ایمان والوں کے خلاف جو لوگ صف آراء تھے، اسی جنگ اور انھی باطل پرستوں کا ذکر کیا گیا ہے اور انھیں دھمکی دی گئی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں ان کی اس باطل پرستی کا بدلہ چکائے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال و افعال سے پوری طرح واقف ہے، بلکہ ان کے دلوں کے بھیدوں کی بھی خبر رکھتا ہے۔ ’’صابی‘‘ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ستاروں کی پوجا کرتے تھے اور ’’مجوس‘‘ سے مراد وہ لوگ ہیں جو آگ کی پوجا کرتے تھے، اور ’’مشرکین‘‘ سے مراد خاص طور پر کفار عرب ہیں جو بتوں کی عبادت کرتے تھے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ

وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ﴿۱۸﴾

السجدة

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اسی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے لوگ۔ اور بہت سے وہ ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا اور جسے اللہ ذلیل کر دے پھر اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔''

باری تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور ربوبیت و الوہیت میں اس کی وحدانیت بیان کی جا رہی ہے کہ آسمان میں جتنے فرشتے رہتے ہیں اور زمین میں جتنے جن اور چوپائے پائے جاتے ہیں، سبھی اللہ کے لیے سربسجود ہیں۔ اسی طرح شمس و قمر، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے اور بہت سے بنی نوع انسان اپنے خالق و مالک کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور اس کا حکم ماننے سے سر مو سرتابی نہیں کرتے، لیکن انسانوں میں بہت سے ایسے ہیں جو اس کے سامنے سربسجود نہیں ہوتے، اس لیے ان کے حق میں عذاب لکھ دیا گیا ہے اور یہ لوگ بھی اگرچہ اللہ کی بندگی کے لیے اپنا سر نہیں جھکاتے، لیکن اس کے قانونِ قدرت کے تو یہ بھی تابع ہیں۔ صحت و بیماری، مالداری و محتاجی اور زندگی و موت کا قانون ان پر بھی نافذ ہوتا ہے اور اللہ کی مرضی کے سامنے ان کی ایک نہیں چلتی۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ ...... مِّنَ النَّاسِ :

ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ ﴾ [النحل : ۴۸] ''اور کیا انھوں نے اس کو نہیں دیکھا جسے اللہ نے پیدا کیا ہے، جو بھی چیز ہو کہ اس کے سائے دائیں طرف سے اور بائیں طرفوں سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے ڈھلتے ہیں، اس حال میں کہ وہ عاجز ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۷] ''نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا۔''

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کے وقت ابو ذر سے پوچھا: ''جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟'' تو میں نے جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ عرش تلے جا کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے، پھر (دوبارہ طلوع ہونے کی) اجازت طلب کرتا ہے اور اسے اجازت دے دی جاتی ہے۔ وقت آ رہا ہے کہ جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ قبول نہیں ہوگا، اجازت مانگے گا تو اجازت نہیں دی جائے گی اور اس سے کہہ دیا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا، تو یہ مغرب ہی سے طلوع ہوگا۔'' [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر : ۳۱۹۹۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الزمن الذى لا يقبل فيه الإيمان : ۱۵۹]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! رات میں نے خواب میں دیکھا، گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، جب میں نے سجدہ کیا تو میرے سجدہ کرنے کی وجہ سے درخت نے بھی سجدہ کیا اور میں نے سنا کہ درخت سجدے میں کہہ رہا تھا: « اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا، وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا، وَّاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ » ”اے اللہ! تو اس سجدے کو قبول فرما اور اس کا ثواب اپنے ہاں لکھ دے اور اس کے سبب سے تو گناہوں کا بوجھ مجھ سے دور کر دے اور اس سجدے کو تو میرے لیے اپنے ہاں ذخیرہ بنا دے اور تو اس سجدے کو میری طرف سے ایسے ہی قبول فرما لے جیسے تو نے اپنے بندے داوٗد (علیہ السلام) سے قبول فرمایا تھا۔“ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت سجدہ کی تلاوت فرمائی، پھر سجدہ کیا تو میں نے سنا کہ آپ سجدے میں وہی کلمات کہہ رہے تھے جن کے بارے میں اس شخص نے بتایا تھا کہ اس نے درخت سے حالت سجدہ میں یہ الفاظ سنے تھے۔ [ترمذی، کتاب الجمعة، باب ما جاء ما يقول في سجود القرآن : ٥٧٩۔ ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب سجود القرآن : ١٠٥٣]

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہٹ کر رونے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے مجھ پر افسوس! ابن آدم کو سجدے کا حکم ملا، اس نے سجدہ کر لیا اور جنتی بن گیا مگر مجھے سجدے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کر دیا اور جہنمی بن گیا۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلوة : ٨١۔ مسند أحمد : ٤٤٣/٢، ح : ٩٧٢٦]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا سورۂ حج کو دو سجدوں کی وجہ سے باقی تمام سورتوں پر فضیلت حاصل ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! اور جو یہ نہ کرنا چاہے وہ ان کی تلاوت ہی نہ کرے۔“ [ترمذی، کتاب الجمعة، باب ما جاء في السجدة في الحج : ٥٧٨۔ أبو داوٗد، كتاب سجود القرآن، باب تفريع أبواب السجود ...... الخ : ١٤٠٢].

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ؗ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَ لَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾ ع

”یہ دو جھگڑنے والے ہیں، جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس کے ساتھ پگھلا دیا جائے گا

جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور چمڑے بھی۔ اور انھی کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔ جب کبھی ارادہ کریں گے کہ سخت گھٹن کی وجہ سے اس سے نکلیں، اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور چکھو جلنے کا عذاب۔‘‘

﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ ﴾ یہ دونوں تثنیہ کے صیغے ہیں، بعض کے نزدیک اس سے مراد مذکورہ گمراہ فرقے اور اس کے مقابلے میں دوسرا فرقہ مسلمان لیا ہے، یہ دونوں اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور ہر فریق نے دعویٰ کیا کہ وہ حق پر ہے۔ جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ پھر کافر جماعتوں کو جہنم میں داخل کر دے گا، جہاں انھیں آگ کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور ان کے سروں پر نہایت گرم پانی انڈیلا جائے گا۔ اس پانی کی گرمی سے ان کے پیٹ کی انتڑیاں، گوشت اور چربیاں پگھل کر باہر نکل جائیں گی اور ان کے جسم کے چمڑے بھی کٹ کٹ کر الگ ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ جہنم میں ان کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے، جن سے انھیں مارا جائے گا اور غم و اندوہ اور درد و الم سے بے چین ہو کر جب بھی نکلنا چاہیں گے، تو جہنم پر مامور فرشتے انھیں مار مار کر دوبارہ لوٹا دیں گے اور ایک لمحہ کے لیے بھی انھیں نکلنے نہیں دیں گے اور کہیں گے کہ تم آگ کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: ﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ﴾ قریش کے ان چھ افراد کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کے دن لڑائی کے لیے (تنہا تنہا) نکلے تھے۔ (مسلمانوں کی طرف سے) حمزہ، علی اور عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم اور (کافروں کی طرف سے) عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ (نکلے تھے)۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ٣٩٦٦۔ مسلم، كتاب التفسير، باب في قوله تعالىٰ : ﴿ هذان خصمان اختصموا في ربهم ﴾ : ٣٠٣٣]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن میں سب سے پہلے اللہ کے سامنے جھگڑا چکانے کے لیے گھٹنوں کے بل گر جاؤں گا۔ سیدنا قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، انھی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے: ﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ﴾ اور بیان کرتے ہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے بدر کی لڑائی میں دعوت مبارزت دی تھی، (مسلمانوں کی طرف سے) علی، حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہم تھے اور (کافروں کی طرف سے) شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تھے۔‘‘ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ هذان خصمان اختصموا في ربهم ﴾ : ٤٧٤٤]

يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴾ [الدخان: ٤٣ تا ٤٩] ’’بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔ اسے پکڑو، پھر اسے

بھڑکتی آگ کے درمیان تک دھکیل کر لے جاؤ۔ پھر کھولتے پانی کا کچھ عذاب اس کے سر پر انڈیلو۔ چکھ، بے شک تو ہی وہ شخص ہے جو بڑا زبردست، بہت باعزت ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان کے سروں پر کھولتا ہوا گرم پانی ڈالا جائے گا جو (جسم میں) سرایت کرے گا، یہاں تک کہ دوزخی کے پیٹ میں پہنچ جائے گا اور جو کچھ اس کے پیٹ میں ہوگا اسے کاٹ ڈالے گا۔ (پھر یہ گرم پانی سرایت کرتا ہوا) دونوں قدموں سے باہر آئے گا اور (ابھی) وہ گرم ہی ہوگا اور اسے پھر پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا (تاکہ یہ عمل دوبارہ دہرایا جا سکے)۔“ [ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء فی صفة شراب أهل النار : ٢٥٨٢۔ مسند أحمد : ٣٧٤/٢، ح : ٨٨٨٦]

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ : سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”پھر اس شخص پر ایک گونگا فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے، جس کے پاس لوہے کا بھاری ہتھوڑا ہوتا ہے۔ اگر اسے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے، تو وہ فرشتہ اسے اس کے ساتھ ایسی چوٹ مارتا ہے جس کی آواز جنوں اور انسانوں کے علاوہ مشرق و مغرب کے درمیان ساری مخلوق سنتی ہے اور وہ شخص مٹی (یعنی ریزہ ریزہ) ہو جاتا ہے اور پھر اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جاتی ہے۔“ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب المسألة فی القبر و عذاب القبر : ٤٧٥٣۔ مسند أحمد : ٢٩٥/٤، ٢٩٦، ح : ١٨٦٣٩]

إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۲۳﴾

”بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، انھیں اس میں کچھ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی بھی اور ان کا لباس اس میں ریشم ہوگا۔“

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّ حُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴾ [الدھر : ٢١] ”ان کے اوپر باریک ریشم کے سبز کپڑے اور گاڑھا ریشم ہوگا اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انھیں نہایت پاک شراب پلائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴾ [الکھف : ٣١] ”یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں انھیں کچھ کنگن سونے کے پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور گاڑھے ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے، ان میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔ اچھا

بدلہ ہے اور اچھی آرام گاہ ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کو وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچے گا۔“ [مسلم، کتاب الطهارة، باب تبلغ الحلية ...... الخ : ۲۵۰]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو ریشم کو دنیا میں پہن لے گا وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔“ [بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال ...... الخ : ۵۸۳۲۔ مسلم، کتاب اللباس، باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال : ۷۳]

وَ هُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَ هُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿۲۴﴾

”اور انھیں پاکیزہ بات کی طرف ہدایت کی گئی اور انھیں تمام تعریفوں کے مالک کے راستے کی طرف ہدایت کی گئی۔“

وَهُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ : یعنی انھیں ایسی جگہ عطا کی جائے گی جہاں وہ پاکیزہ کلام ہی سماعت فرمائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴾ [إبراهيم : ۲۳] ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے وہ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں اپنے رب کے اذن سے ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہو گی۔“ اور فرمایا: ﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۳، ۲۴] ”ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔“

وَهُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ : یعنی ایسی جگہ کی طرف ان کی راہنمائی کی گئی جس میں وہ اپنے رب تعالیٰ کے احسانات و انعامات پر اور جو اس نے ان کو ہدایت دی ہے اس پر اس کی حمد بیان کریں گے، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جیسے سانس بے قصد و بے تکلف آتا جاتا رہتا ہے، اسی طرح جنتیوں کو تسبیح و تحمید کا الہام ہو گا۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفات الجنة و أهلها و تسبيحهم فيها بكرة و عشيا : ۲۸۳۵۔ مسند أحمد : ۳/۳۴۹، ح : ۱۴۷۸۱]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ِۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾ ع ۳ ۱۰

’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کے راستے سے اور اس حرمت والی مسجد سے روکتے ہیں جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے اس طرح بنایا ہے کہ اس میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں اور جو بھی اس میں کسی قسم کے ظلم کے ساتھ کسی کج روی کا ارادہ کرے گا ہم اسے دردناک عذاب سے مزہ چکھائیں گے۔‘‘

یہ آیت کریمہ ان مشرکین مکہ سے متعلق نازل ہوئی جنھوں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صلح حدیبیہ کے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھی کے فعل پر نکیر کی ہے اور خبر دی ہے کہ ہم انھیں دردناک عذاب چکھائیں گے، لیکن اس کا یہ حکم ہر اس شخص کو شامل ہے جو کسی بھی زمانے میں کفر کرے گا اور لوگوں کو مسجد حرام سے روکے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴾ [العلق: ۹، ۱۰] ’’کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۱۱۴] ’’اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے منع کرے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے؟ یہ لوگ، ان کا حق نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لیے دنیا ہی میں ایک رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابوجہل نے کہا، اگر میں نے کعبہ کے پاس محمد (ﷺ) کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو میں ہر صورت ان کی گردن روند ڈالوں گا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: ’’اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کو فرشتے پکڑ لیں گے۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالٰی : ﴿ كلا لئن لم ينته لنسفعا بالناصية ...... الخ ﴾ : ۴۹۵۸]

سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جاہلیت کے دور میں گمان کرتا تھا کہ لوگ گمراہی میں ہیں اور کسی (سیدھی) راہ پر نہیں ہیں، اس لیے کہ وہ سب لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔ اسی اثنا میں میں نے ایک شخص کی خبر سنی کہ وہ مکہ میں ہے اور بہت سی خبریں سناتا ہے۔ میں اپنی سواری پر بیٹھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ ان دنوں چھپے ہوئے تھے اور ان کی قوم ان پر غالب اور مسلط تھی۔ میں نے خفیہ طور پر تدبیر کی، حتیٰ کہ میں مکہ میں آپ کے پاس پہنچ گیا اور آپ سے عرض کی کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’میں نبی ہوں۔‘‘ میں نے عرض کی، نبی کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’مجھے اللہ نے (پیغام دے کر) بھیجا ہے۔‘‘ میں نے کہا، آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مجھے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنے، بتوں کو توڑنے، اللہ کو ایک ماننے اور اس کے ساتھ کسی کو

شریک نہ کرنے کا حکم دے کر بھیجا ہے۔'' میں نے عرض کی، آپ کے ساتھ ان باتوں میں کون کون قائم ہے؟ فرمایا: ''آزاد بھی اور غلام بھی۔'' اس دن ایمان لانے والوں میں سے آپ کے ساتھ صرف ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما تھے۔ میں نے کہا، میں بھی آپ کی اتباع کروں گا۔ آپ نے فرمایا: ''ابھی تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، تم نہیں دیکھتے کہ میرا اور لوگوں کا کیا حال ہے؟ ابھی تم اپنے اہل وعیال کے پاس چلے جاؤ اور جب تم سنو کہ میں غالب آ گیا ہوں تو میرے پاس آ جانا۔'' الغرض، میں اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹ آیا۔[مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب إسلام عمرو بن عبسة : ٨٣٢]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق سنا تو انھوں نے اپنے بھائی کو مکہ بھیجا، اس نے واپس جا کر خبر دی، لیکن ان کی تسلی نہ ہوئی تو وہ خود مکہ پہنچے اور مسجد حرام میں آئے، انھوں نے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا، لیکن وہ آپ کو پہچانتے نہیں تھے اور انھوں نے (مشرکین کے خوف کی وجہ سے) آپ کے متعلق کسی سے پوچھنا بھی مناسب نہ سمجھا۔ الغرض وہ تین دن کی تگ و دو کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی معاونت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سنی تو فوراً اسی جگہ اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''ابھی تو تم اپنی قوم کے لوگوں میں چلے جاؤ اور ان کو (اسلام کی) خبر دو (اور اسی حالت میں رہو) جب تک تمھیں میرے (غلبہ کی) خبر نہ پہنچے۔'' ابو ذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اللہ کی قسم! میں تو مشرکوں کے سامنے اسلام کا کلمہ بلند کروں گا۔ وہ باہر نکلے اور مسجد حرام میں پکار کر کہا: « اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ » یہ سنتے ہی (قریش کے) کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور انھیں اتنا مارا کہ مارتے مارتے زمین پر لٹا دیا۔ اتنے میں عباس رضی اللہ عنہ وہاں آ نکلے اور ابوذر رضی اللہ عنہ پر اوندھے منہ لیٹ گئے اور کہنے لگے، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ (یہ شخص) قوم غفار کا فرد ہے اور جب تم تجارت کے لیے ملک شام میں جاتے ہو تو راستے میں اس کی قوم پڑتی ہے؟ یہ کہہ کر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے انھیں چھڑایا۔ دوسرے دن پھر ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہی کیا، پھر لوگوں نے ان کو مارا اور پھر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ آئے اور ان پر اوندھے منہ لیٹ گئے۔[بخاری، کتاب المناقب، باب قصة إسلام أبی ذر رضی اللہ عنہ : ٣٥٢٢۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبی ذر رضی اللہ عنہ : ٢٤٧٤]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ڈرے ہوئے گھر میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ابوعمرو عاص بن وائل سہمی ایک دھاری دار حبری چادر اور ایک ریشمی کرتے کا جوڑا پہنے ہوئے ان کے پاس آیا۔ وہ بنی سہم کے قبیلہ سے تھا، جو جاہلیت کے زمانہ میں ہمارے حلیف تھے۔ اس نے کہا، عمر! تمھارا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا، تیری قوم کے لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں نے اسلام قبول کیا تو مجھے مار ڈالیں گے۔ عاص نے کہا، جب میں نے امان دے دی تو وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ پھر عاص نے باہر نکل کر دیکھا تو میدان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ عاص نے کہا، کیوں کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا، خطاب کے بیٹے کی خبر لینے کا ارادہ ہے، جس نے اپنا دین بدل دیا۔ عاص

نے کہا، تم کو ان تک پہنچنے کا کوئی حق نہیں (میں انھیں امان دے چکا ہوں) یہ سن کر وہ لوٹ گئے۔[بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب إسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه : ۳۸٦٤]

وَمَنۡ يُّرِدۡ فِيۡهِ بِاِلۡحَادٍۢ بِظُلۡمٍ نُّذِقۡهُ مِنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ : جیسا کہ ہاتھی والوں نے جب بیت اللہ کی تخریب کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تباہی و بربادی کے لیے ابابیل بھیج دیے تھے: ﴿ تَرۡمِيۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۝ فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ ﴾ [الفيل : ٤، ٥] ”جو ان پر کھنگر (پکی ہوئی مٹی) کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ تو اس نے انھیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا۔“

یعنی انھیں تباہ و برباد کر کے ہر اس شخص کے لیے نمونۂ عبرت بنا دیا جو یہاں کے بارے میں برا ارادہ کرے، اسی طرح حدیث میں ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(قیامت کے قریب) ایک لشکر بیت اللہ پر حملے کے ارادے سے آئے گا اور جب وہ مقام بیداء میں پہنچیں گے تو سب کے سب مع اول و آخر کے دھنسا دیے جائیں گے۔“ [بخاری، کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الأسواق ...... الخ : ۲۱۱۸]

سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور فرمایا، اے ابن زبیر! آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حرم کی بے حرمتی کرنے سے بچیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ”قریش میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ کے حرم کی بے حرمتی کرے گا، اس کے گناہ اگر تمام جن و انس کے گناہوں سے تولے جائیں تو بھی بڑھ جائیں۔“ دیکھو! خیال رکھو، کہیں تم وہی نہ بن جانا۔[مسند أحمد : ۲/۱۳٦، ح : ٦۲۰۵]

وَاِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ الۡبَيۡتِ اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِىۡ شَيۡـًٔـا وَّطَهِّرۡ بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡقَآئِمِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ۝۲۶

”اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کر دی کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع، سجود کرنے والوں کے لیے پاک کر۔“

اس آیت کریمہ میں مشرکین قریش کو ڈانٹ پلائی گئی ہے کہ جو گھر پہلے دن سے اس لیے بنایا گیا تھا کہ وہاں صرف ایک اللہ کی عبادت ہو، تم لوگوں نے اس میں سیکڑوں بت لا کر رکھ دیے اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی پوجا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے بیت اللہ کی جگہ مقرر فرما دی تھی اور انھیں تعمیر کعبہ کا حکم دے دیا تھا اور کہا کہ اسے بنانے کے بعد اس میں صرف اسی کی عبادت کیجیے اور اسے ہر قسم کی آلائشوں اور گندگیوں سے پاک رکھیے، تاکہ طواف کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور مسجد حرام کو اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر بنایا۔

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۞ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۹۶، ۹۷] ”بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یقیناً وہی ہے جو بکہ میں ہے، بہت بابرکت اور جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو کوئی اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے، جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تمام جہانوں سے بہت بے پروا ہے۔“

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! سب سے پہلے زمین میں کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: ”مسجد حرام۔“ میں نے پوچھا، پھر کون سی؟ آپ نے فرمایا: ”مسجد اقصیٰ۔“ میں نے پوچھا، ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ آپ نے فرمایا: ”چالیس سال کا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۳۶۶]

وَ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَ الْقَآىِٕمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ : یعنی اس گھر کو ان لوگوں کے لیے خالص کر دو جو اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کرتے ہیں، طواف کرنے والے، نماز قائم کرنے والے اور رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴾ [البقرۃ : ۱۲۵] ”اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔“

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۟ۙ﴿۲۷﴾

”اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دے، وہ تیرے پاس پیدل اور ہر لاغر سواری پر آئیں گے، جو ہر دور دراز راستے سے آئیں گی۔“

جب مسجد بن کر تیار ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو اس مسجد کی زیارت اور حج کرنے کے لیے پکاریں۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے مقام پر کھڑے ہوئے اور انھوں نے یہ اعلان کیا کہ اے لوگو! تمھارے رب نے ایک گھر بنایا ہے، تم اس کا حج کرو۔ آپ کی آواز زمین کے اطراف و اکناف تک پہنچ گئی اور جب تک دنیا رہے گی لوگ اس مسجد کی زیارت اور حج کے لیے پیدل چل کر اور سواریوں پر مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے دور دراز علاقوں سے آتے رہیں گے۔ روئے زمین کا کوئی مسلمان ایسا نہیں جو کعبۃ اللہ کے دیدار اور طواف کا مشتاق نہ ہو، اطراف و اکنافِ عالم سے آنے والوں کا یہاں تانتا بندھا رہتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کے لیے حج کرے اور اس دوران میں شہوت اور گناہ کی باتیں نہ کرے تو وہ اس طرح پاک ہو کر لوٹتا ہے جس طرح اس دن پاک تھا، جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور : ۱۵۲۱۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرۃ : ۱۳۵۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔'' پوچھا گیا، پھر کون سا عمل؟ فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' پوچھا گیا، اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''حج مبرور۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور : ۱۵۱۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔'' [بخاری، کتاب العمرۃ، باب وجوب العمرۃ وفضلها ...... الخ : ۱۷۷۳۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرۃ : ۱۳۴۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عرفہ سے بڑھ کر کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ بندوں کو آگ سے اتنا آزاد کرتا ہو جتنا عرفہ کے دن آزاد کرتا ہے اور (اس دن) اللہ تعالیٰ (بندوں کے) قریب ہوتا ہے اور بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ کس ارادے سے جمع ہوئے ہیں؟'' [مسلم، کتاب الحج، باب فضل یوم عرفۃ : ۱۳۴۸]

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾

''تاکہ وہ اپنے بہت سے فائدوں میں حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں، سو ان میں سے کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو کھلاؤ۔''

حج کی غرض و غایت بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے حج میں بہت سے دینی اور دنیوی فوائد جمع کر دیے ہیں۔ دینی فوائد تو یہ ہیں کہ اللہ حاجیوں کے گناہوں کو معاف کرتا ہے، ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے اور وہ اپنے رب کی رضا اور خوشنودی لیے اپنے گھروں کو واپس ہوتے ہیں۔ دنیوی فوائد یہ ہیں کہ پورے سفر حج میں وہ تجارت کرتے ہیں، صنعت و حرفت سیکھتے ہیں اور جو تجربات حاصل کرتے ہیں وہ ان کے لیے آئندہ تجارتی زندگی میں مفید ہوتے ہیں اور ایام تشریق (دس تاریخ سے تیرہ تاریخ تک) میں اللہ کا نام لے کر جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جس جانور کی قربانی کرو اس کا گوشت خود بھی کھاؤ اور ان محتاجوں کو بھی کھلاؤ جنھوں نے قربانی نہ کی ہو۔

لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ :ان سے دنیا و آخرت کے فائدے مراد ہیں، آخرت کا فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور دنیا کے فائدے یہ ہیں کہ اس سے اونٹوں، قربانی کے دیگر جانوروں اور تجارت کے فائدے حاصل ہوتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [البقرة : ١٩٨] ”تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب کا کوئی فضل تلاش کرو۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یکے بعد دیگرے حج اور عمرہ کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح نکال دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو نکال دیتی ہے۔“ [ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرۃ : ٨١٠]

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے سینگ دار مینڈھوں کی قربانی کی۔ آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا اور اس کی کبریائی بیان کی (یعنی ” بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ “ کہا) اور آپ نے اپنا پاؤں ان کی گردن پر رکھا۔ [بخاری، کتاب الأضاحی، باب التکبیر عند الذبح : ٥٥٦٥۔ مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة وذبحها مباشرة …… الخ : ١٩٦٦]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (حج کے موقع پر) آپ نے اونٹنی کو آگے بڑھایا اور بیچ کی راہ لی جو جمرہ کبریٰ پر نکلتی ہے، یہاں تک کہ اس جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے پاس ہے (اسی کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں) اور سات کنکریاں اس کو ماریں اور ہر کنکری مارتے وقت ” اَللّٰهُ اَكْبَرُ “ کہا۔ یہ کنکریاں ان کنکریوں کے مثل تھیں جو چٹکی سے ماری جاتی ہیں۔ آپ نے یہ کنکریاں وادی کے بیچ میں کھڑے ہو کر ماریں اور پھر نحر کی جگہ آئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کیے۔ باقی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیے، جو انھوں نے نحر کیے۔ آپ نے ان کو اپنی قربانی میں شریک کر لیا تھا۔ پھر حکم فرمایا: ”ہر اونٹ میں سے گوشت کی ایک ایک بوٹی لے لیں۔“ پھر وہ سارا گوشت ایک ہانڈی میں ڈالا گیا اور پکایا گیا، پھر آپ نے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس میں سے گوشت کھایا اور اس کا شوربا پیا، پھر سوار ہوئے اور بیت اللہ کو روانہ ہو گئے۔ [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ١٢١٨]

فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ ﴾ سے دس دن مراد ہیں۔ [بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی أیام التشریق، تعلیقًا، قبل الحدیث : ٩٦٩]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان دنوں کے عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔“ صحابہ نے عرض کی، جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: ”جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں الا یہ کہ کوئی شخص اپنی جان اور اپنا مال لے کر اللہ کے راستے میں نکل جائے، پھر ان میں سے کچھ بھی واپس لے کر نہ آئے۔“ [بخاری،

كتاب العيدين، باب فضل العمل فى أيام التشريق : ۹٦۹]

سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ان دس دنوں میں بازاروں میں نکل جاتے، تکبیریں پڑھتے اور انھیں تکبیریں پڑھتے ہوئے سن کر دوسرے لوگ بھی تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔[بخاری، كتاب العيدين، باب فضل العمل فى أيام التشريق، تعليقًا، قبل الحديث : ۹٦۹]

ان دس دنوں میں یوم عرفہ بھی شامل ہے جس کے بارے میں سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ (روزہ) گزشتہ اور آئندہ سال (کے گناہوں) کا کفارہ بن جائے گا۔“ [مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام ...... الخ : ۱۹٦/ ۱۱٦۲]

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

”پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں۔“

قربانی کرنے کے بعد حجاج کرام احرام کے کپڑے اتار دیں اور بیوی سے مباشرت کے سوا دیگر وہ تمام کام ان کے لیے جائز ہو جاتے ہیں جو حالت احرام میں ممنوع ہوتے ہیں۔ میل کچیل دور کرنے کا مطلب یہی ہے کہ پھر وہ بال اور ناخن وغیرہ صاف کر لیں، تیل اور خوشبو استعمال کریں اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیں۔ اگر نذر مانی تھی کہ حرم میں جانور ذبح کریں گے تو اسے پورا کریں اور مسجد حرام جا کر بیت اللہ کا طوافِ افاضہ (طوافِ زیارت) کریں جو حج کا رکن ہے اور جو وقوف عرفہ اور دس تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد کیا جاتا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منیٰ میں آئے تو پہلے جمرہ عقبہ پر گئے اور کنکریاں ماریں، پھر آپ منیٰ میں اپنی منزل میں تشریف لائے اور قربانی کی، پھر حجام سے کہا: ”ہاں مونڈ دو۔“ اور اشارہ کیا سر کے داہنی طرف اور پھر بائیں طرف اور پھر اپنے بال مبارک لوگوں کو دینا شروع کیے۔[مسلم، كتاب الحج، باب بيان أن السنة يوم النحر أن يرمى ثم ينحر ...... الخ : ۱۳۰۵]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (حج کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک گروہ نے سر منڈایا اور بعضوں نے بال کتروائے۔[بخاری، كتاب الحج، باب الحلق والتقصير عند الإحلال : ۱۷۲۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے اپنے ان ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وقت بھی خوشبو لگائی جب آپ نے احرام باندھا اور اس وقت بھی خوشبو لگائی جب آپ نے طواف سے پہلے احرام اتارا۔[بخاری، كتاب الحج، باب الطيب بعد رمى الجمار ...... الخ : ۱۷۵٤]

اس سے معلوم ہوا کہ مناسک حج میں سب سے آخری عمل یہ ہے کہ بیت اللہ کا طواف کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے بھی اسی طرح کیا تھا کہ یوم نحر کو جب آپ منیٰ میں واپس تشریف لائے تو آپ نے سب سے پہلے رمی کی اور جمرہ کبریٰ کو سات کنکریاں ماریں، پھر ہدی کے اونٹوں کو نحر کیا، سر مبارک منڈوایا، پھر مکہ مکرمہ میں واپس تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو یہ حکم دیا گیا کہ ان کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیے، البتہ حائضہ عورت سے تخفیف کر دی گئی ہے۔[بخاری، کتاب الحج، باب طواف الوداع : ۱۷۵۵۔ مسلم، کتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع ...... الخ : ۱۳۲۸]

ذٰلِكَ ۚ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ﴿۳۰﴾

”یہ اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے اور تمھارے لیے مویشی حلال کر دیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تمھیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔“

یعنی جو شخص گناہوں سے اجتناب کرے گا اور اپنے دل میں احساس رکھے گا کہ ان کا ارتکاب اللہ کے احکام کی بڑی خلاف ورزی ہے تو اللہ اسے اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانو! تمھارے لیے جانوروں کا گوشت حلال بنا دیا گیا ہے، سوائے ان جانوروں کے جنھیں سورۃ المائدۃ کے ذریعے سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ﴾[المائدۃ : ۳] ”تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کر لو، اور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآىِٕبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ﴾ [المآئدۃ : ۱۰۳] ”اللہ نے نہ کوئی کان پھٹی اونٹنی مقرر فرمائی ہے اور نہ کوئی سانڈ چھٹی ہوئی اور نہ کوئی اوپر تلے بچے دینے والی مادہ اور نہ کوئی بچوں کا باپ اونٹ۔“

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ: ”وثن“ انسانوں کے ان مجسموں کو کہتے ہیں جن کی پوجا کی جائے، لیکن درحقیقت اس کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس کی پوجا کی جائے، یعنی بتوں کو ہرگز نہ پوجو، یہ شرک ہے اور شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾[العنکبوت : ۱۷] ”تم اللہ کے سوا چند بتوں ہی کی تو عبادت کرتے ہو اور تم سراسر جھوٹ گھڑتے ہو۔ بلاشبہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو تمھارے

لیے کسی رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ کے ہاں ہی رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [العنكبوت : ۲۵] ''اور اس نے کہا بات یہی ہے کہ تم نے اللہ کے سوا بت بنائے ہیں، دنیا کی زندگی میں آپس کی دوستی کی وجہ سے، پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض کا انکار کرے گا اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کرے گا اور تمھارا ٹھکانا آگ ہی ہے اور تمھارے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

اگر کسی قبر کی پوجا کی جائے تو وہ قبر بھی ''وثن'' یعنی بت بن جائے گی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! میری قبر کو وثن (آستانہ) نہ بنانا (کہ لوگ اس کی پوجا کرنے لگیں)۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۲۴۶، ح : ۷۳۷۶۔ مسند حمیدی بتحریفات الأعظمی : ۲/ ۴۴۵، ح : ۱۰۲۵]

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ : یہاں جھوٹی بات کو بھی اللہ کے ساتھ شرک کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۳] ''کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے۔''

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تم کو کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟'' ہم نے عرض کی، بتائیے، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔'' اس وقت آپ تکیہ لگائے (بیٹھے) تھے، پھر آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: ''خبردار ہو جاؤ، جھوٹی بات بھی۔'' آپ برابر یہی فرماتے رہے، حتیٰ کہ ہم نے کہا کہ کاش! آپ خاموش ہو جائیں۔ [بخاري، کتاب الاستئذان، باب من اتكأ بين يدي أصحابه : ۶۲۷۳، ۶۲۷۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص (روزہ کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' [بخاري، کتاب الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم : ۱۹۰۳]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سچ آدمی کو نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتے بولتے صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتے بولتے اللہ کے ہاں بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' [بخاري،

كتاب الأدب، باب قول الله تعالى : ﴿ يأيها الذين أمنوا اتقوا الله و كونوا مع الصادقين ﴾ ...... الخ : ٦٠٩٤۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب و حسن الصدق و فضله : ٢٦٠٧]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، لمبی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے (گزشتہ رات خواب میں) دیکھا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے۔ ان فرشتوں نے کہا کہ جس شخص کو آپ نے دیکھا تھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے ہیں وہ بہت جھوٹ بولنے والا تھا۔ وہ ایک جھوٹی بات کہہ دیتا تو وہ ساری دنیا میں پھیل جاتی، چنانچہ اب قیامت تک اس کو یہی سزا ملتی رہے گی۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب قول الله تعالى : ﴿ يأيها الذين امنوا اتقوا الله و كونوا مع الصادقين ﴾ ...... الخ : ٦٠٩٦]

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾

''اس حال میں کہ اللہ کے لیے ایک طرف ہونے والے ہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی اطاعت و بندگی کو صرف اللہ کے لیے خاص کر دو، شرک اور باطل سے منہ موڑ کر راہِ توحید پر گامزن ہو جاؤ اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرک کے لیے ایک مثال بیان کی جس کے ذریعے سے اس کی ضلالت و گمراہی، ہلاکت و بربادی اور راہِ حق سے انتہائی دوری کی عکاسی کی گئی ہے۔ فرمایا کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک بناتا ہے، اس کی مثال اس آدمی کی ہے جو آسمان سے گرے اور پرندے تیزی کے ساتھ جھپٹ کر اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں، یا یہ کہ گرتا جائے اور ہوا اسے بہت ہی دور دراز جگہ پھینک دے، جہاں وہ ہلاک ہو جائے اور اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، مشرکین مکہ کہتے تھے: « لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ » ''اے اللہ! ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''ہلاکت ہو تمھارے لیے، یہیں تک رہنے دو، یہیں تک رہنے دو۔'' مگر وہ اس کے بعد یہ کہتے: « اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ » ''سوائے اس شریک کے جو تیرا ہے، اس کا مالک بھی تو ہے اور وہ (کسی چیز کا) مالک نہیں۔'' غرض یہ کہ وہ یہ کہتے جاتے تھے اور بیت اللہ کا طواف کرتے جاتے تھے۔ [مسلم، كتاب الحج، باب التلبية وصفتها ووقتها : ١١٨٥]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے تلبیہ کے بجائے مندرجہ ذیل تلبیہ کی تعلیم دی اور شرک کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تلبیہ کہتے: « لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا

شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ » ''میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ ہر قسم کی تعریف، نعمت اور بادشاہت تیرے ہی لیے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب التلبیة : ۱۵۴۹۔ مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة وصفتها و وقتها : ۱۱۸۴]

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ : یعنی جس طرح آسمان سے گرنے والے کی ہر دو صورت میں تباہی یقینی ہے اسی طرح شرک کرنے والے کی تباہی بھی یقینی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۷۱] ''کہہ دے کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے اور نہ ہمیں نقصان دے اور ہم اپنی ایڑیوں پر پھیر دیے جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے، اس شخص کی طرح جسے شیطانوں نے زمین میں بہکا دیا، اس حال میں کہ حیران ہے، اسی کے کچھ ساتھی ہیں جو اسے سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔ کہہ دے اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی اصل راستہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے فرماں بردار بن جائیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۹] ''اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بنا، پس تو ملامت کیا ہوا، دھتکارا ہوا جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴾ [ق : ۲۶] ''جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا لیا، سو دونوں اسے بہت سخت عذاب میں ڈال دو۔''

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾

''یہ اور جو اللہ کے نام کی چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔''

'' شَعَآئِرَ '' سے مراد وہ چیزیں ہیں جو اللہ کی طرف منسوب ہوں اور قربانی کے جانور اس میں بدرجۂ اولیٰ داخل ہیں اور ان کی تعظیم کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کے لیے ایسے جانور حاصل کرنے چاہییں جو بڑے خوبصورت، موٹے تازے اور قیمتی ہوں، نیز ایسی چیزیں جو اللہ کی طرف منسوب ہوں ان کا ادب کیا جائے اور ان کی کسی بھی قسم کی بے حرمتی نہ کی جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَاۤ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ﴾ [المائدة : ۲] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم کی قربانی کی اور نہ پٹوں (والے جانوروں) کی اور نہ حرمت والے گھر کا قصد کرنے والوں کی، جو اپنے رب کا فضل اور خوشنودی تلاش کرتے ہیں۔''

سیدنا ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں قربانی کے جانور کو موٹا کیا کرتے تھے اور دیگر تمام مسلمان بھی اپنی قربانیوں کو موٹا کیا کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب الأضاحی، باب أضحیة النبی ﷺ ...... الخ، تعلیقًا، قبل الحدیث : ۵۵۵۳۔ المستخرج لأبی نعیم بحوالہ تغلیق التعلیق لابن حجر : ۶/۵]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جانور کو ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے جس کا کان آگے سے کٹا ہوا ہو، یا جس کا کان پیچھے سے کٹا ہوا ہو، یا جس کا کان چرا ہوا ہو، یا جس کے کان میں سوراخ ہو، یا اس کا ہونٹ کٹا ہوا ہو۔ [ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب ما یکرہ أن یضحی بہ : ۳۱۴۲۔ أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یکرہ من الضحایا : ۲۸۰۴]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے: ① وہ بھینگا جانور جس کا بھینگا پن نمایاں ہو۔ ② وہ بیمار جس کی بیماری نمایاں ہو۔ ③ وہ لنگڑا جس کا لنگڑا پن واضح ہو۔ ④ اور وہ معمر جانور جو بہت لاغر ہو۔“ [أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یکرہ من الضحایا : ۲۸۰۲۔ ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب ما یکرہ أن یضحی بہ : ۳۱۴۴]

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٣٣﴾ ع ۱۱/۸

”تمھارے لیے ان میں ایک مقرر وقت تک کئی فائدے ہیں، پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ اس قدیم گھر کی طرف ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حاجیوں کے لیے ہدی کے جانوروں سے، انھیں قربانی کے دن حدود حرم میں ذبح کرنے سے پہلے تک، دیگر فوائد حاصل کرنا جائز ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک اونٹ ہانکے جا رہا تھا، تو اس سے کہا: ”اس پر سوار ہو جاؤ۔“ اس نے کہا کہ یہ تو ہدی کا اونٹ ہے، تو آپ نے اس سے پھر کہا: ”تمھارا بھلا ہو، اس پر سوار ہو جاؤ۔“ [بخاری، کتاب الحج، باب رکوب البدن : ۱۶۹۰۔ مسلم، کتاب الحج، باب جواز رکوب البدنة الهداة لمن احتاج إلیها : ۱۳۲۳]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تمھیں ضرورت ہو تو پھر دستور کے مطابق اس پر سوار ہو جاؤ۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب جواز رکوب البدنة ...... الخ : ۱۳۲۴]

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾

”اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر کی ہے، تاکہ وہ ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں۔ سو تمھارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے فرماں بردار ہو جاؤ اور عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دے۔“

ابتدائے آفرینش سے جتنی قومیں دنیا میں آئیں، اللہ کی طرف سے ان سب کے لیے قربانی کا ایک دن مقرر تھا، جس دن وہ جانوروں کو اللہ کے نام پر ذبح کرتے تھے۔ ﴿ مِنۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ﴾ میں اشارہ ہے کہ قربانی صرف جانوروں ہی کی جائز ہے اور ﴿ لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ ﴾ میں اشارہ ہے کہ قربانی کا مقصد ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ہے، مشرکین ذبح کرتے وقت دوسروں کا نام لے کر ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چونکہ تم سب کا معبود ہر زمانے میں ایک ہی رہا ہے اس لیے تم سب اسی کی بندگی کرو۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ خشوع و خضوع کرنے والے اللہ کے مخلص بندوں کو اپنے رب کی جانب سے اچھے انجام کی خوش خبری دے دیجیے۔

لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔ [بخاري، كتاب الأضاحي، باب في أضحية النبي ﷺ ...... الخ : ٥٥٥٣]

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کیا کرتا تھا۔ [ابن ماجه، كتاب الأضاحي، باب من ضحى بشاة عن أهله : ٣١٤٧]

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳۵

’’وہ لوگ کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور ان پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کرنے والے اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔‘‘

اللہ کے ان مخلص بندوں کی خوبیاں یہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آتا ہے تو اس کی بندگی میں تقصیر اور اس کی یاد میں غفلت کے احساس سے ان کے دل کانپ جاتے ہیں اور جب وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو زبان پر کوئی شکوہ نہیں لاتے، بلکہ صبر و شکیب سے کام لیتے ہیں اور پانچوں وقت کی نمازیں مسجد میں مسلمانوں کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اللہ نے ان کو جو روزی دی ہے اس میں سے اپنے اہل و عیال، فقرا و مساکین اور اللہ کے دیگر بندوں پر خرچ کرتے ہیں۔

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ [الزمر : ٢٣] ’’اللہ نے سب سے اچھی بات نازل فرمائی، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے، (ایسی آیات) جو بار بار دہرائی جانے والی ہیں، اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے

ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس کے ساتھ وہ جسے چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ [الأنفال : ٢] ''(اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آسمان پر اللہ تعالیٰ کوئی حکم صادر فرماتا ہے تو فرشتے اس کا ارشاد سن کر عاجزی کے ساتھ اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد انھیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے ایک صاف پتھر پر زنجیر کھینچی جائے، جب ان کی گھبراہٹ جاتی رہتی ہے تو آپس میں پوچھتے ہیں، تمھارے رب نے کیا ارشاد فرمایا؟ وہ کہتے ہیں جو کچھ فرمایا بجا فرمایا اور وہ بلند و بالا ہے۔ اب بات چرانے والے شیطان جو اوپر تلے موجود ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے سن کر اس بات کو اڑا لیتے ہیں اور اوپر والا شیطان نیچے والے کو اور وہ اپنے سے نیچے والے کو سناتا ہے۔ اس طرح جادوگر یا کاہن تک وہ بات پہنچ جاتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بات چرانے سے پہلے انگارا شیطان کو پا لیتا ہے اور کبھی انگارے کے پہنچنے سے پہلے وہ اپنے نیچے والے شیطان کو وہ بات سنا چکا ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ جادوگر یا کاہن ایک بات میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے اور لوگ (اسی ایک سچی بات کی وجہ سے) کہتے ہیں کہ دیکھو! اس کاہن نے ہم سے فلاں دن یہ کہا تھا، یہ کہا تھا۔ الغرض، اس ایک بات کی وجہ سے جو آسمان سے اڑائی گئی تھی، لوگ اس کاہن کی تصدیق کرتے ہیں۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ حتى إذا فزع عن قلوبهم...... الخ ﴾ : ٤٨٠٠]

وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖۗ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾

''اور قربانی کے بڑے جانور، ہم نے انھیں تمھارے لیے اللہ کی نشانیوں سے بنایا ہے، تمھارے لیے ان میں بڑی خیر ہے۔ سو ان پر اللہ کا نام لو، اس حال میں کہ گھٹنا بندھے کھڑے ہوں، پھر جب ان کے پہلو گر پڑیں تو ان سے کچھ کھاؤ اور قناعت کرنے والے کو کھلاؤ اور مانگنے والے کو بھی۔ اسی طرح ہم نے انھیں تمھارے لیے مسخر کر دیا، تاکہ تم شکر کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر یہ احسان کیا ہے کہ اس نے اونٹ اور گائے کو ''ہدی'' کا جانور قرار دیا۔ جنھیں وہ اللہ کی نشانی کے طور پر خانہ کعبہ کے پاس ذبح کرنے کے لیے لے جاتے ہیں۔ ہدی اور قربانی کے ان جانوروں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے بڑے فوائد رکھے ہیں، سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کے نام پر قربانی کر کے اس کی قربت

حاصل کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب ان کا گھٹنا باندھ کر ان کی گردن پر چھری پھیرو تو "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" کہو اور جب وہ زمین پر گر کر ٹھنڈے ہو جائیں تو خود بھی ان کا گوشت کھاؤ اور محتاجوں اور ان لوگوں کو بھی کھلاؤ جو ان دنوں تمھاری زیارت کے لیے آئیں۔

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَاۤ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ ﴾ [المائدة : ٢] "نہ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم کی قربانی کی اور نہ پٹوں (والے جانوروں) کی اور نہ حرمت والے گھر کا قصد کرنے والوں کی۔"

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک عید الاضحیٰ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدگاہ میں حاضر تھا۔ جب آپ نے اپنا خطبہ مکمل کر لیا اور منبر سے اترے تو آپ کو ایک مینڈھا پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور یہ دعا پڑھی: « بِاسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ ! هٰذَا عَنِّيْ وَ عَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِيْ » "اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے، یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جو قربانی نہیں کر سکے۔" [مسند أحمد : ٣٥٦/٣، ح : ١٤٨٤٩۔ أبو داؤد، كتاب الضحايا، باب في الشاة يضحى...... الخ : ٢٨١٠]

سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے (نماز) عید سے قبل (قربانی) ذبح کی وہ اس کی جگہ (اور) بکری ذبح کرے اور جس نے (نماز عید تک جانور) ذبح نہیں کیا، یہاں تک کہ ہم نے نماز پڑھ لی تو وہ بسم اللہ کہہ کر جانور ذبح کرے۔" [بخاری، كتاب الذبائح والصيد، باب قول النبی ﷺ : فليذبح على اسم الله : ٥٥٠٠۔ مسلم، كتاب الأضاحی، باب وقتها : ١٩٦٠]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم (انھیں ذبح کرتے وقت) "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتے تھے۔ [بخاری، كتاب التوحيد، باب السؤال بأسماء الله ...... الخ : ٧٣٩٩۔ مسلم، كتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحية ...... الخ : ١٩٦٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات اونٹ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیے۔ [بخاری، كتاب الحج، باب نحر البدن قائمة : ١٧١٤]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ "صَوَآفَّ" کی تفسیر "قِيَامًا" ہے (یعنی اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرو)۔ [بخاری، كتاب الحج، باب نحر البدن قائمة، تعليقًا، قبل الحديث : ١٧١٤]

زیاد بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ ایک شخص کے پاس آئے جس نے نحر کرنے کے لیے اپنا اونٹ بٹھایا تھا، انھوں نے اسے کہا، اس کو کھڑا کر اور پاؤں باندھ دے (اور نحر کر) یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ [بخاری، كتاب الحج، باب نحر الإبل مقيدةً : ١٧١٣۔ مسلم، كتاب الحج، باب استحباب نحر الإبل قياما معقولة : ١٣٢٠]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔[مسلم، کتاب الحج، باب جواز الاشتراك فی الهدی …… الخ : ۱۳۱۸/۳۵۱]

فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا : یعنی جب یہ زمین پر گر پڑیں، کیونکہ اونٹ کے گوشت کو اس وقت تک کھانا جائز نہیں جب تک نحر کرنے کے بعد وہ مر نہ جائے اور اس کی حرکت ٹھنڈی نہ ہو جائے۔ جانور کو احسن طریقے سے ذبح کیا جائے، جیسا کہ سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض قرار دیا ہے، حتیٰ کہ جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور اپنی چھری کو تیز کر لیا کرو اور اپنے ذبیحے کو آرام پہنچایا کرو۔'' [مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح…… الخ : ۱۹۵۵]

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ : ''اَلْقَانِعَ'' سے مراد وہ شخص ہے جسے گھر بیٹھے ہوئے آپ جو دے دیں وہ اسی سے مستغنی ہو جائے اور ''وَالْمُعْتَرَّ'' سے مراد وہ ہے جو آپ کے سامنے آئے، آپ کی طرف جھانکے، تاکہ آپ اسے گوشت دے دیں مگر وہ سوال نہ کرے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (حج کے موقع پر) آپ نے اونٹنی کو آگے بڑھایا اور بیچ کی راہ لی جو جمرہ کبریٰ پر نکلتی ہے، یہاں تک کہ اس جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے پاس ہے (اسی کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں) اور سات کنکریاں اس کو ماریں اور ہر کنکری مارتے وقت '' اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہا۔ یہ کنکریاں ان کنکریوں کے مثل تھیں جو چٹکی سے ماری جاتی ہیں۔ آپ نے یہ کنکریاں وادی کے بیچ میں کھڑے ہو کر ماریں اور پھر نحر کی جگہ آئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کیے۔ باقی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیے، جو انھوں نے نحر کیے۔ آپ نے ان کو اپنی قربانی میں شریک کر لیا تھا۔ پھر حکم فرمایا: ''ہر اونٹ میں سے گوشت کی ایک ایک بوٹی لے لیں۔'' پھر وہ سارا گوشت ایک ہانڈی میں ڈالا گیا اور پکایا گیا، پھر آپ نے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس میں سے گوشت کھایا اور اس کا شوربا پیا، پھر سوار ہوئے اور بیت اللہ کو روانہ ہو گئے۔ [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۲۱۸]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کروں اور (قربانی کے بعد) ان کی سب چیزیں بانٹ دوں، ان کا گوشت، ان کی کھال اور ان کی جھول اور قصائی کی اجرت میں اس میں سے کوئی چیز نہ دوں۔ [بخاری، کتاب الحج، باب یتصدق بجلود الهدی : ۱۷۱۷۔ مسلم، کتاب الحج، باب الصدقة بلحوم الهدایا …… الخ : ۱۳۱۷]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ذی قعدہ کے مہینے کے پانچ دن باقی تھے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے، ہمارا ارادہ حج کرنے کا تھا۔ جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو جن لوگوں کے ساتھ قربانی نہیں تھی، انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جب وہ طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر لیں تو احرام کھول لیں۔ بعد ازاں قربانی

کے دن گائے کا گوشت ہمارے پاس لایا گیا۔ میں نے پوچھا، یہ گوشت کیسا ہے؟ (لانے والے نے) کہا، رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی ہے۔[بخاری، کتاب الحج، باب ذبح الرجل البقر عن نسائه من غير أمرهن : ١٧٠٩]

﴿ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ : یعنی جانوروں کو اسی لیے ہم نے تمھارے زیر فرمان کر دیا ہے، تاکہ اگر تم چاہو تو ان پر سواری کر لو، چاہو تو ان کا دودھ دھولو اور اگر چاہو تو انھیں ذبح کر لو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝ وَ لَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴾ [یٰس : ٧١ تا ٧٣] ”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان چیزوں میں سے جنھیں ہمارے ہاتھوں نے بنایا، ان کے لیے مویشی پیدا کیے، پھر وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے انھیں ان کے تابع کر دیا تو ان میں سے کچھ ان کی سواری ہیں اور ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں۔ اور ان کے لیے ان میں کئی فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں۔ تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔“

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۷

”اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمھاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔ اسی طرح اس نے انھیں تمھارے لیے مسخر کر دیا، تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمھیں ہدایت دی اور نیکی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے۔“

زمانۂ جاہلیت میں مشرکین عرب جب اپنے بتوں کے نام سے جانور ذبح کرتے تو اس کا گوشت ان بتوں پر ڈالتے اور ان پر اس کا خون چھڑکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اللہ کے نام سے ہدی یا قربانی کا جانور اس لیے ذبح کرتے ہو کہ وہ تمھارا خالق و رازق ہے، اس کا گوشت اور خون اللہ کو نہیں پہنچتا، اس لیے کہ وہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ اللہ تو تمھاری نیت اور تمھارے اخلاص و تقویٰ کو دیکھتا ہے کہ کیا تم نے اس کی رضا کے لیے یہ کام کیا ہے؟ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے ان جانوروں کو تمھارے لیے اس غرض سے مسخر کیا ہے کہ جب تم اللہ کی ہدایت کے مطابق انھیں ایامِ تشریق میں ذبح کرو تو ”بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہو۔ آخر میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان لوگوں کو خوش خبری دے دیجیے جو اللہ کی شریعت کے مطابق اچھا عمل کرتے ہیں۔

﴿ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ﴾ : یعنی وہ پرہیز گاری کو قبول کرتا اور اس کی جزا عطا فرماتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ يُتَقَبَّلْ

مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [المائدة : ٢٧] ”اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر کی تلاوت حق کے ساتھ کر، جب ان دونوں نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا میں تجھے ضرور ہی قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمھارے دلوں اور تمھارے اعمال کو دیکھتا ہے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم المسلم وخذله ...... الخ : ٢٥٦٤/٣٤]

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ : عبد اللہ بن سخبرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ سے عرفات کی طرف گیا، وہ تلبیہ کہہ رہے تھے، لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ یوم تلبیہ نہیں، بلکہ یوم تکبیر ہے، تو انھوں نے فرمایا، اس ذات کی قسم، جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا، آپ نے لبیک کہنا نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ آپ نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں، الا یہ کہ درمیان میں کبھی آپ 'اللہ اکبر' یا 'لا الہ الا اللہ' بھی پڑھتے رہے۔ [مسند أحمد : ٤١٧/١، ح : ٣٩٦٠]

محمد بن ابو بکر ثقفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا، (اس وقت) جب وہ دونوں صبح کو منیٰ سے عرفات کی طرف جا رہے تھے کہ تم آج کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کیا کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا، کوئی ہم میں سے لبیک کہتا تھا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا تھا اور کوئی تکبیر کہتا تھا تو اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کرتا تھا۔ [بخاری، کتاب الحج، باب التلبية والتكبير إذا غدا من منى إلى عرفة : ١٦٥٩]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سعی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر چڑھے اور جب بیت اللہ پر نظر پڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی کبریائی بیان کی اور یہ کلمات کہے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَ نَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ » اس کے بعد دعا کی (پھر ایسا ہی کیا، پھر دعا کی، غرض) تین بار ایسا ہی کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے اور مروہ کی طرف چلے، یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان کے درمیان پہنچے تو دوڑے، یہاں تک کہ مروہ پر پہنچے اور مروہ پر بھی ویسا ہی کیا (جیسا کہ صفا پر کیا تھا)۔ [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ١٢١٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کی قربانی کی، جو چتکبرے اور سینگوں والے تھے اور کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے انھیں اپنے دست مبارک سے ذبح کیا اور یہ بھی دیکھا کہ (ذبح کے وقت) آپ اپنا پاؤں ان کی گردن پر رکھے ہوئے تھے اور آپ نے ”بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ“ پڑھا۔“ [مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحية و ذبحها مباشرة بلا توكيل والتسمية والتكبير : ١٩٦٦/١٨]

وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا...... اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سوال کیے، ایک سوال اس نے یہ پوچھا: ''احسان کیا چیز ہے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح (خشوع وخضوع اور خلوص سے) کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر (یہ حالت) نصیب نہ ہو کہ تم اس کو دیکھتے ہو تو یہ خیال رہے کہ وہ تو ضرور تمھیں دیکھتا ہے۔''
[بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الإیمان و الإسلام والإحسان ...... الخ : ۵۰]

إِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝۳۸ۧ

''بے شک اللہ ان لوگوں کی طرف سے دفاع کرتا ہے جو ایمان لائے، بے شک اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو بڑا خائن، بہت ناشکرا ہو۔''

یہ آیت جہاد فرض ہونے سے پہلے مدینہ میں نازل ہوئی تھی، اس سے مقصود مسلمانوں کو خوش خبری دینا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے اور جب مشرکین مکہ کے خلاف جہاد کرنے کی نوبت آئے گی تو اللہ ان کی مدد کرے گا، اس لیے کہ مشرکین مکہ امانتوں میں خیانت کرنے والے، بدعہدی کرنے والے اور اللہ و رسول کے منکر ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ انھیں پسند نہیں کرتا۔ اس لیے اگر جنگ ہوگی تو ان کے خلاف اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کرے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ﴾ [الزمر : ۳۶] ''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾ [الطلاق : ۳] ''اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔''

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ ۝۳۹ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۴۰

''ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔ وہ جنھیں ان کے گھروں سے کسی حق کے بغیر نکالا گیا، صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹانا نہ ہوتا تو ضرور ڈھا دیے جاتے (راہبوں کے) جھونپڑے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً

بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔“

اس آیت میں سب سے پہلے جہاد کا حکم دیا گیا ہے، جس کے دو مقصد یہاں بیان کیے گئے ہیں، مظلومیت کا خاتمہ اور اعلائے کلمۃ اللہ۔ اس لیے کہ مظلومین کی مدد اور ان کی داد رسی نہ کی جائے تو پھر دنیا میں زور آور کمزوروں کو اور باوسائل بے وسیلہ لوگوں کو جینے ہی نہ دیں، جس سے زمین فساد سے بھر جائے۔ مکہ میں مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ہوا اور انھیں ان کے گھروں سے نکالا گیا تو ان کا کوئی قصور نہیں تھا، سوائے اس کے کہ انھوں نے اس بات کا اقرار کر لیا تھا کہ ان کا رب صرف اللہ ہے۔ اس لیے مدینہ آنے کے بعد جب ان کی ایک طاقت وجود میں آ گئی تو اللہ نے انھیں جہاد کی اجازت دے دی، تا کہ ان پر جو ظلم ہوا ہے اس کا بدلہ لے سکیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہاد کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد کی اجازت نہ دیتا اور مسلمانوں کے ذریعے سے مشرکوں کو نہ مار بھگاتا، تو ہر دور میں مشرکین اہل ادیان پر غالب آ جاتے اور ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کر دیتے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ جو اللہ کے دین کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے اور اللہ پر کون غالب آ سکتا ہے؟ وہ تو نہایت قوی اور ہر حال میں غالب ہے، وہ جس کی مدد کر لے تو ساری دنیا مل کر اسے مغلوب نہیں کر سکتی۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [آل عمران : ١٨٦] ”یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکال دیا گیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انھوں (یعنی مکہ والوں) نے اپنے نبی کو نکال دیا، ” إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ “ وہ ضرور ہلاک کر دیے جائیں گے۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴾ [الحج : ٣٩] ”ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔“ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ وہ پہلی آیت ہے جو قتال کے بارے میں نازل ہوئی۔ [مستدرك حاكم : ٢٤٦/٢، ح : ٢٩٦٨۔ ٨٠٧/٣، ح : ٤٢٧١۔ مسند أحمد : ٢١٦/١، ح : ١٨٧٠]

عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ مشرکین مکہ نے کس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ سخت تکلیف پہنچائی تھی؟ انھوں نے کہا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد حرام

میں) نماز پڑھ رہے تھے کہ (ظالم) عقبہ بن ابی معیط آپ کے پاس آیا اور اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کر نہایت زور سے آپ کا گلا گھونٹنے لگا۔ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں آ نکلے، انھوں نے عقبہ کو دھکا دے کر آپ کو چھڑایا اور کہنے لگے: ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [المؤمن : ۲۸] ”کیا تم ایک آدمی کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے ”میرا رب اللہ ہے“ حالانکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح دلیلیں لے کر آیا ہے۔“ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب : ۳۶۷۸]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ (کعبہ کے پاس) سجدے میں تھے اور آپ کے گرد قریش کے چند لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں عقبہ بن ابی معیط اونٹ کی اوجھڑی لے کر آیا اور اس نے اسے آپ کی پیٹھ پر رکھ دیا، جس کے باعث آپ اپنا سر نہ اٹھا سکے، یہاں تک کہ (سیدہ) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) آئیں اور آپ کی پیٹھ پر سے اسے ہٹا دیا۔ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ما لقی النبی ﷺ و أصحابه من المشرکین بمکة : ۳۸۵٤۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقی النبی ﷺ من أذی المشرکین والمنافقین : ۱۷۹٤]

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اس زمانہ میں ہم مشرک لوگوں کی طرف سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے تھے۔ میں نے آپ سے عرض کی، آپ اللہ سے ہمارے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر آپ (سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ (غصے سے) سرخ ہو گیا، آپ نے فرمایا: ”تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں پھیر دی جاتی تھیں، لیکن تب بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھرتے تھے، نیز آرا ان کے سر کے درمیان رکھ کر چلایا جاتا اور ان کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے تھے، لیکن اس کے باوجود بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ (ایک دن) اس کام کو ضرور پورا کرے گا، یہاں تک کہ ایک شخص صنعا سے سوار ہو کر حضر موت تک جائے گا، لیکن اللہ کے سوا اس کو کسی کا ڈر نہیں ہوگا اور نہ (چرواہے کو) اپنی بکریوں پر بھیڑیے کے علاوہ کسی کا ڈر ہوگا۔“ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ما لقی النبی ﷺ و أصحابه من المشرکین بمکة : ۳۸۵۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میں نے ہوش سنبھالا تو میں نے اپنے ماں باپ کو دین اسلام ہی پر پایا اور کوئی دن ہم پر ایسا نہیں گزرتا تھا کہ جس دن صبح و شام رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف نہ لاتے ہوں۔ جب مسلمانوں کو سخت تکلیفیں پہنچنے لگیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ حبشہ کے ملک کی طرف ہجرت کرنے کے لیے نکلے۔ لیکن جب وہ برک الغماد پہنچے تو ان کی ملاقات ابن دغنہ سے ہوئی۔ وہ قارہ قبیلے کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا، ابوبکر! کہاں کا قصد ہے؟ انھوں نے کہا، میری قوم نے مجھے نکال دیا، سو میں چاہتا ہوں کہ (اللہ کی) زمین کی سیاحت کروں اور اللہ کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ نے کہا، اے ابوبکر! تم جیسا شخص نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے، تم تو نادار کے لیے کماتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، بے کسوں کا بوجھ

اٹھاتے ہو، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہو، حق کے کاموں میں مدد کرتے ہو، سو میں تمھیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں، تم (مکہ) لوٹ چلو اور اپنے شہر ہی میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرو۔ چنانچہ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ ابن دغنہ کے ساتھ مکہ لوٹ آئے۔ ابن دغنہ نے شام کے وقت قریش کے سرداروں کے پاس جا کر ان سے کہا کہ ابوبکر جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے، کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو نادار لوگوں کے لیے کماتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، بے کسوں کے بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان کی مہمان نوازی کرتا ہے، حق کے کاموں میں مدد کرتا ہے؟ قریش نے ابن دغنہ کی پناہ رد نہیں کی، صرف اس سے یہ کہا کہ تم ابوبکر کو سمجھا دو کہ وہ اپنے گھر میں اللہ کی عبادت کریں، جتنی چاہے نمازیں پڑھیں، جو چاہیں قراءت کریں، لیکن ہم لوگوں کو نہ ستائیں، نہ علانیہ طور پر یہ کام کریں، کیوں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے نہ بگڑ جائیں۔ ابن دغنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ پیغام پہنچا دیا اور یوں ابوبکر رضی اللہ عنہ اس شرط پر مکہ میں رہنے لگے۔ اب وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے، نماز علانیہ نہ پڑھتے، نہ اپنے گھر کے سوا اور کہیں قرآن مجید کی تلاوت کرتے، پھر معلوم نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں کیا آیا کہ انھوں نے گھر کے سامنے میدان میں ایک مسجد بنائی اور وہاں نماز ادا کرنے اور قرآن مجید پڑھنے لگے۔ اب مشرکوں کی عورتیں اور بچے وہاں جمع ہو جاتے۔ وہ حیرت و پسندیدگی کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے رہتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل انسان تھے، جب وہ قرآن مجید پڑھتے تو آنکھوں کے آنسو روک نہ سکتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر قریش کے سردار گھبرا گئے۔ آخر انھوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا، وہ آیا تو انھوں نے اس سے شکایت کی کہ ہم نے تمھاری پناہ میں اس شرط پر ابوبکر کا مکہ میں رہنا منظور کیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کریں، لیکن ابوبکر نے اس شرط کی خلاف ورزی کی ہے۔ انھوں نے تو گھر کے سامنے میدان میں ایک مسجد بنا لی ہے اور وہاں وہ علانیہ نماز ادا کرتے اور قرآن پڑھتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور ہمارے بچے بگڑ نہ جائیں، لہٰذا تم ابوبکر کو اس سے روکو۔ وہ چاہیں تو صرف اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کر سکتے ہیں اور اگر نہ مانیں اور اسی پر ضد کریں اور علانیہ عبادت کریں تو تم ان سے کہو کہ تمھاری امان تمھیں واپس کر دیں، کیونکہ ہم لوگ تمھاری پناہ توڑنا نہیں چاہتے اور یہ بھی ہم سے نہ ہو سکے گا کہ ابوبکر کو اعلانیہ عبادت کرنے دیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابن دغنہ قریش کے کافروں کی یہ تقریر سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا، جو شرط میں نے قریش کے لوگوں سے ٹھہرائی تھی تم کو معلوم ہی ہے، اب یا تو تم اس شرط پر قائم رہو، یا پھر میری امان واپس کر دو، اس لیے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب کے لوگ یہ خبر سنیں کہ میں نے جو امان دی تھی وہ توڑ دی گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تمھاری امان واپس کرتا ہوں اور میں اللہ عزوجل کی امان پر راضی ہوں۔ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم و أصحابه إلى المدينة : ۳۹۰۵]

وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ : یعنی وہ قتال کے بغیر بھی اپنے مومن بندوں کی مدد پر قادر ہے، لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کی راہ میں جان و مال سے جہاد و قتال کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ

الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ڎ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ڕ ذٰلِكَ ړ وَلَوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴾ [محمد : ٤ تا ٦] ''تو جب تم ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو (ان کو) مضبوط باندھ لو، پھر بعد میں یا تو احسان کرنا ہے اور یا فدیہ لے لینا، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے، (بات) یہی ہے۔ اور اگر اللہ چاہے تو ضرور ان سے انتقام لے لے اور لیکن تا کہ تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے تو وہ ہرگز ان کے اعمال ضائع نہیں کرے گا۔ وہ ضرور انھیں راستہ دکھائے گا اور ان کا حال درست کر دے گا۔ اور انھیں اس جنت میں داخل کرے گا جس کی اس نے انھیں پہچان کروا دی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ١٤، ١٥] ''ان سے لڑو، اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا۔ اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ : ارشاد فرمایا : ﴿ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ﴾ [الممتحنة : ١] ''وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کی عمر میں نبی بنائے گئے، پھر تیرہ برس تک مکہ میں رہے، وحی آتی رہی۔ بعد ازاں آپ کو ہجرت کا حکم ہوا، سو آپ نے ہجرت کی اور ہجرت کے بعد آپ دس برس تک زندہ رہے اور تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي صلی اللہ علیہ وسلم و أصحابه إلى المدينة : ٣٩٠٢]

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴾ [محمد : ٧، ٨] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا سو ان کے لیے ہلاکت ہے اور اس نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔''

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ : اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو قوت اور غلبے کے ساتھ موصوف قرار دیا ہے۔ اس کے غلبے

کا یہ عالم ہے کہ اس پر کوئی تسلط حاصل نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس پر غالب آ سکتا ہے، بلکہ ہر چیز اس کے سامنے عاجز و درماندہ اور فقیر ہے۔ تو قوی و عزیز ذات جس کی مدد گار ہو وہ منصور و فتح یاب اور اس کا دشمن مقہور اور ناکام و نامراد ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴾ [الصافات : ١٧١ تا ١٧٣] ''اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴾ [المجادلة : ٢١] ''اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔''

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝

''وہ لوگ کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور اچھے کام کا حکم دیں گے اور برے کام سے روکیں گے، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔''

اللہ کے دین کی مدد کرنے والوں کی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ جب ان کے ہاتھوں میں حکومت آ جاتی ہے تو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ اس آیت میں اسلامی حکومت کے بنیادی اہداف اور اغراض و مقاصد بیان کیے گئے ہیں، جنھیں خلافت راشدہ اور قرن اول کی دیگر اسلامی حکومتوں میں بروئے کار لایا گیا اور انھوں نے اپنی ترجیحات میں انھیں سرفہرست رکھا، تو ان کی بدولت ان حکومتوں میں امن و سکون بھی رہا، رفاہیت و خوشحالی بھی رہی اور مسلمان سربلند و سرفراز بھی رہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ [النور : ٥٥] ''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ ۝ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ

لُوۡطٍ ۙ﴿۴۳﴾ وَّ اَصۡحٰبُ مَدۡیَنَ ۚ وَ کُذِّبَ مُوۡسٰی فَاَمۡلَیۡتُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ثُمَّ اَخَذۡتُہُمۡ ۚ فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ﴿۴۴﴾

''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بے شک ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود نے جھٹلایا۔ اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے۔ اور مدین والوں نے۔ اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا تو میں نے ان کافروں کو مہلت دی، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟''

اس آیت میں نبی ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یہ کفارِ مکہ اگر آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو یہ نئی بات نہیں ہے، پچھلی قومیں بھی اپنے پیغمبروں کے ساتھ یہی کچھ کرتی رہی ہیں اور میں بھی انھیں مہلت دیتا رہا۔ پھر جب ان کا وقتِ مہلت ختم ہو گیا تو انھیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اس میں مشرکین مکہ کے لیے تعریض و کنایہ ہے کہ تکذیب کے باوجود تم ابھی تک مؤاخذۂ الٰہی سے بچے ہوئے ہو تو یہ نہ سمجھ لینا کہ ہمارا کوئی مؤاخذہ کرنے والا نہیں، بلکہ یہ اللہ کی طرف سے مہلت ہے، جو وہ ہر قوم کو دیا کرتا ہے، لیکن اگر وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اطاعت کا راستہ اختیار نہیں کرتی، تو پھر اسے ہلاک یا مسلمانوں کے ذریعے سے مغلوب اور ذلت و رسوائی سے دوچار کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَ جَعَلۡنَا مَعَہٗۤ اَخَاہُ ہٰرُوۡنَ وَزِیۡرًا ﴿ۚۖ﴾ فَقُلۡنَا اذۡہَبَاۤ اِلَی الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ؕ فَدَمَّرۡنٰہُمۡ تَدۡمِیۡرًا ﴿ؕ﴾ وَ قَوۡمَ نُوۡحٍ لَّمَّا کَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغۡرَقۡنٰہُمۡ وَ جَعَلۡنٰہُمۡ لِلنَّاسِ اٰیَۃً ؕ وَ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿ۚۖ﴾ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوۡدَا۠ وَ اَصۡحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوۡنًۢا بَیۡنَ ذٰلِکَ کَثِیۡرًا ﴿۳۸﴾ وَ کُلًّا ضَرَبۡنَا لَہُ الۡاَمۡثَالَ ۫ وَ کُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِیۡرًا ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدۡ اَتَوۡا عَلَی الۡقَرۡیَۃِ الَّتِیۡۤ اُمۡطِرَتۡ مَطَرَ السَّوۡءِ ؕ اَفَلَمۡ یَکُوۡنُوۡا یَرَوۡنَہَا ۚ بَلۡ کَانُوۡا لَا یَرۡجُوۡنَ نُشُوۡرًا ﴾ [الفرقان : ۳۵ تا ۴۰] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنا دیا۔ پھر ہم نے کہا کہ دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بری طرح ہلاک کرنا۔ اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہر ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے، پھر

جب پکڑتا ہے تو اسے نہیں چھوڑتا۔" بعد ازاں آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِىَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [التوبة : ١٠٢] "اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى و هى ظالمة ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِىَ ظَالِمَةٌ فَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾

"سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بہت سی بستیوں والوں نے جب شرک باللہ اور تکذیب رسول کے ذریعے سے اپنے اوپر ظلم کیا تو ہم نے ان بستیوں کو تباہ کر دیا، ان کے تمام مکانات اپنی چھتوں کے بل زمین بوس ہو گئے۔ وہ کنویں جن کا پانی وہ پیتے تھے اب بے کار پڑے ہیں اور وہ قصور و محلات جن میں وہ دادِ عیش و نشاط دیتے تھے، ان میں اب ہو کا عالم ہے۔ گویا عمارتوں کی مضبوطی، پختگی اور بلندی بھی عذاب الٰہی سے اپنے باسیوں کو نہ بچا سکی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [النساء : ٧٨] "تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پا لے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔"

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

"پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔"

کفارِ قریش اور دیگر قبائل عرب سے کہا جا رہا ہے کہ زمین میں گھوم کر ہلاک کردہ قوموں کے آثارِ قدیمہ پر نگاہ عبرت کیوں نہیں ڈالتے، شاید کہ ان میں غور و فکر سے ان کے دل زندہ ہو جائیں اور ان کے کان خیر کی باتوں پر توجہ دینے لگیں، ابھی تو ان کی آنکھیں اور کان کسی کام کے نہیں ہیں، اس لیے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی، بلکہ لوگوں کے دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ ﴾ [ق : ٣٧] "بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے یقیناً نصیحت ہے جس کا کوئی دل ہو، یا کان لگائے، اس حال میں

کہ وہ (دل سے) حاضر ہو۔“

﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴾

”اور وہ تجھ سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور بے شک ایک دن تیرے رب کے ہاں ہزار سال کے برابر ہے، اس گنتی سے جو تم شمار کرتے ہو۔“

یعنی یہ کفار و ملحدین عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اور کفر و عناد میں آ کر کہتے ہیں کہ جس عذاب کی انھیں دھمکی دی جاتی ہے وہ ابھی اور اسی لمحہ کیوں نہیں آ جاتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [الأنفال : ٣٢] ”اور جب انھوں نے کہا اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴾ [صٓ : ١٦] ”اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا حصہ یوم حساب سے پہلے جلدی دے دے۔“

وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ : یعنی وہ جلدی نہیں کرتا، مخلوق کے نزدیک ہزار برس کی مقدار اس کے نزدیک اس کے حکم کی نسبت سے ایک دن کی طرح ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴾ [السجدة : ٥] ”وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر وہ (معاملہ) اس کی طرف ایسے دن میں اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ہزار سال ہے، اس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نادار و فقیر مومن دولت مندوں سے نصف دن، یعنی پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔“ [ابن ماجه، كتاب الزهد، باب منزلة الفقراء : ٤١٢٢۔ ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء أن فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل أغنيائهم : ٢٣٥١]

سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کی مہلت سے عاجز نہیں رکھے گا۔“ [أبو داوٗد، كتاب الملاحم، باب قيام الساعة : ٤٣٤٩]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم قیامت کے دن جمع کیے جاؤ گے تو کہا جائے گا کہ اس امت کے فقرا اور مساکین کہاں ہیں؟ سو وہ کھڑے ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا، تم کیا عمل رکھتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہمیں آزمائش میں ڈالا تو ہم نے صبر کیا اور تو نے ہمارے علاوہ دوسرے

لوگوں کو اموال اور حکومتیں دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تم نے سچ کہا۔ یہ (یعنی فقرا و مساکین دیگر) لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور حساب کتاب کی شدت مال والوں اور حکمران پر باقی رہے گی۔" [ابن حبان : ۷۴۱۹۔ حلية الأولياء : ۲۴۲/۷، ح : ۱۰۳۵٤]

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾

"اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں میں نے مہلت دی، اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔"

یہاں قانون مہلت کو پھر بیان کیا ہے کہ میری طرف سے عذاب میں کتنی ہی تاخیر کیوں نہ ہو جائے، تاہم میری گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا، نہ کہیں فرار ہو سکتا ہے، اسے لوٹ کر بالآخر میرے ہی پاس آنا ہے، پھر اس دن تمھارے اعمال کے مطابق تمھیں جزا و سزا ملے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴾ [الرعد : ۳۲] "اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو میں نے ان لوگوں کو مہلت دی جنھوں نے کفر کیا، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا۔"

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا رہتا ہے، مگر جب ان کی گرفت فرماتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔" اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ "اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۳]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر ان عذاب زدہ لوگوں (کی بستیوں) پر تمھارا گزر ہو تو روتے ہوئے گزرو، اگر تم رو نہ سکو تو ان بستیوں میں مت جاؤ، ایسا نہ ہو کہ ان جیسا عذاب تم پر بھی نازل ہو جائے۔" [بخاري، كتاب الصلوة، باب الصلوة في مواضع الخسف ...... الخ : ٤٣٣]

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَ الَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾

"کہہ دے اے لوگو! میں تو بس تمھارے لیے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک

اعمال کیے ان کے لیے سراسر بخشش اور باعزت رزق ہے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں کوشش کی، اس حال میں کہ نیچا دکھانے والے ہیں، وہی بھڑکتی آگ والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا، آپ عذاب کی جلدی مچانے والوں سے کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تمھارا معبود اور رب نہیں ہوں، عذاب نازل کرنا یا کسی کو نوازنا میری قدرت سے باہر کی بات ہے۔ میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں، مجھے صرف اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ نافرمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤں اور فرماں برداروں کو اس کی جنت کی خوش خبری دوں۔ تو جو لوگ ایمان لائیں گے اور اعمال صالحہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور انھیں جنت میں داخل کر دے گا، جبکہ جو لوگ اللہ کے بندوں کو اس کی آیتوں سے برگشتہ کرنے کے لیے کوشاں رہیں گے اور اس گمانِ باطل میں مبتلا رہیں گے کہ وہ اللہ کو عاجز کر دیں گے، تو انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا اور ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۲۱٤] ”اور اپنے سب سے قریب رشتہ داروں کو ڈرا۔“ تو آپ کھڑے ہو کر اعلان کرنے لگے: ”اے قریش کے لوگو! (اللہ کی اطاعت کے ذریعے سے) اپنی جانوں کو (اس کے عذاب سے) بچاؤ، (اگر تم کفر و شرک سے باز نہ آئے تو) اللہ کے ہاں میں تمھارے کسی کام نہیں آؤں گا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ...... الخ ﴾ : ٤٧٧١]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ یہود کے بیت المدراس میں گئے، آپ نے انھیں آواز دی اور فرمایا: ”اے یہودیو! اسلام لاؤ تو تم سلامت رہو گے۔“ اس پر یہودیوں نے کہا، اے ابوالقاسم! آپ نے (اللہ تعالیٰ کا) پیغام پہنچا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: ”یہی میرا مقصد ہے، اسلام لاؤ تو تم سلامت رہو گے۔“ انھوں نے پھر کہا، اے ابوالقاسم! آپ نے (اللہ تعالیٰ کا) پیغام پہنچا دیا۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ﴿ و كان الإنسان أكثر شيء جدلا ﴾ ...... الخ : ۷۳٤۸]

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۙ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۙ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

’’اور ہم نے تجھ سے پہلے نہ کوئی رسول بھیجا اور نہ کوئی نبی مگر جب اس نے کوئی تمنا کی شیطان نے اس کی تمنا میں (خلل) ڈالا تو اللہ اس (خلل) کو جو شیطان ڈالتا ہے، مٹا دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ تاکہ وہ اس (خلل) کو جو شیطان ڈالتا ہے، ان لوگوں کے لیے آزمائش بنائے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم لوگ یقیناً دور کی مخالفت میں ہیں۔ اور تاکہ وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا ہے، جان لیں کہ بے شک وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں، پس ان کے دل اس کے لیے عاجز ہو جائیں اور بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔‘‘

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے ہمارے نبی! ہم نے آپ سے پہلے بھی جب کوئی رسول یا نبی بھیجا اور اس نے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی، تو شیطان نے اس کی تلاوت کے درمیان کچھ اپنی طرف سے مشرکوں کے کان تک پہنچا دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہی شیطان کے القا کردہ کلمات کو زائل و باطل بنا دیا اور اپنی آیتوں کو محکم اور ثابت کر دیا۔ ایسا اس لیے ہوتا رہا کہ اللہ تعالیٰ ان کلمات کو منافقین و مشرکین کے لیے گمراہی اور حق سے دوری کا سبب بنا دے اور اہل علم مومنوں کا ایمان مزید راسخ ہو جائے کہ قرآن کریم میں جو آیات ثابت ہیں وہی برحق ہیں اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا رہا کہ ان کے دلوں کو سکون و اطمینان حاصل ہوا اور ان کا ایمان اور بڑھ گیا۔ آخر میں فرمایا کہ وہ اپنے مومن و متقی بندوں کی ہر حال میں سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور انھیں شیطان کے نرغے سے بچاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [آل عمران : ۷] ’’وہی ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب اتاری، جس میں سے کچھ آیات محکم ہیں، وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، پھر جن لوگوں کے دلوں میں تو کجی ہے وہ اس میں سے ان کی پیروی کرتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، فتنے کی تلاش کے لیے اور ان کی اصل مراد کی تلاش کے لیے، حالانکہ ان کی اصل مراد نہیں جانتا مگر اللہ اور جو علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر جو عقلوں والے ہیں۔‘‘

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ : یعنی جتنے بھی نبی آئے شیطان نے ان کی مخالفت کی، ان کے کلام میں رکاوٹ ڈالی، ان کی طرف غلط باتوں کو منسوب کیا اور ان کا مذاق اڑایا، آیات ربانی جو نبی کی زبانی انھوں نے سنی تھیں ان میں اپنی طرف سے کاٹ چھانٹ کی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا

لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَ لِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَ لِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١١٢، ١١٣] ''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں۔ اور تاکہ ان لوگوں کے دل اس (جھوٹ) کی طرف مائل ہوں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ وہ اسے پسند کریں اور تاکہ وہ بھی وہی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ﴾ کی تفسیر میں کہا ہے، یعنی جب وہ بات کرتے تو شیطان ان کی بات میں وسوسہ ڈال دیتا اور اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے کو باطل کر دیتا تھا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الحج، قبل الحدیث : ٤٧٤١]

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہمیشہ اس کے بارے میں کسی شک میں رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے پاس اچانک قیامت آجائے، یا ان کے پاس اس دن کا عذاب آجائے جو بانجھ (ہر خیر سے خالی) ہے۔''

فرمایا کہ اہل کفر قرآن کی حقانیت میں ہمیشہ شک کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ یا تو اچانک قیامت آجائے گی، یا کوئی ایسا دنیاوی عذاب انھیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا، جس میں کوئی بھی خیر نہیں ہوگی۔ یہ غزوۂ بدر کا دن تھا، جب ان میں سے بہت سے لوگ ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کر دیے گئے اور بہت سے قید کر لیے گئے اور تب انھیں معلوم ہو گیا کہ قرآن اور دینِ اسلام حق ہے۔

اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ؑ وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝

''تمام بادشاہی اس دن اللہ کی ہوگی، وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا، پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا تو وہی ہیں جن کے لیے

رسوا کرنے والا عذاب ہے۔اور جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں وطن چھوڑا، پھر قتل کر دیے گئے، یا مر گئے یقیناً اللہ انھیں ضرور رزق دے گا اچھا رزق اور بے شک اللہ ہی یقیناً سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔ یقیناً وہ انھیں ایسے مقام میں ضرور داخل کرے گا جس پر وہ خوش ہوں گے اور بے شک اللہ ضرور سب کچھ جاننے والا، بے حد بردبار ہے۔“

قیامت کے دن بادشاہی صرف اللہ کی ہوگی اور وہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [الفاتحة : ٤] ”بدلے کے دن کا مالک ہے۔“ اور فرمایا: ﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ اِلْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَ كَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا﴾ [الفرقان : ٢٦] ”اس دن حقیقی بادشاہی رحمان کی ہوگی اور کافروں پر وہ بہت مشکل دن ہوگا۔“ آگے فرمایا جو لوگ دنیا میں ایمان لائے ہوں گے اور اعمال صالحہ کرتے رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں داخل کرے گا اور جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہوگی اور اس کی آیات کی تکذیب کی ہوگی انھیں وہ رسوا کن عذاب میں مبتلا کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾ [المؤمن : ٦٠] ”بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“

جن لوگوں نے اپنے رب کی رضا کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا، پھر یا تو جہاد کرتے ہوئے قتل کر دیے گئے، یا طبعی موت مر گئے، اللہ انھیں جنت میں بہت ہی اچھی روزی دے گا اور قیامت کے دن انھیں ایسی رہائش عطا کرے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔ارشاد فرمایا: ﴿وَ مَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّ سَعَةً وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء : ١٠٠] ”اور وہ شخص جو اللہ کے راستے میں ہجرت کرے، وہ زمین میں پناہ کی بہت سی جگہ اور بڑی وسعت پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے موت پا لے تو بے شک اس کا اجر اللہ پر ثابت ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَ لَىِٕنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ وَ لَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ [آل عمران : ١٥٧، ١٥٨] ”اور بلاشبہ یقیناً اگر تم اللہ کے راستے میں قتل کر دیے جاؤ، یا فوت ہو جاؤ تو یقیناً اللہ کی طرف سے تھوڑی سی بخشش اور رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ اگر تم مر جاؤ، یا قتل کیے جاؤ تو یقیناً تم اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اپنے میں سے کن لوگوں کو شہید شمار کرتے ہو؟“ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے، وہ شہید ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تب تو میری امت میں شہداء بہت کم ہوں گے۔“ انھوں نے پوچھا، پھر یا رسول اللہ! کون شہید ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”جو اللہ کے

راستے میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے، جو اللہ کے راستے میں (طبعی موت) مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو طاعون کی بیماری میں فوت ہو جائے وہ بھی شہید ہے، جو پیٹ کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو ڈوب کر مر جائے وہ بھی شہید ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإمارة، باب بیان الشهداء : ۱۹۱۵]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اس قیام کرنے والے اور روزہ رکھنے والے کی سی ہے، جو نہ تو نماز سے غافل ہوتا ہے اور نہ روزہ چھوڑتا ہے، حتیٰ کہ مجاہد کو اللہ تعالیٰ واپس اس کے گھر اجر اور غنیمت کے ساتھ لوٹائے، یا اس کو فوت کر کے جنت میں داخل کر دے۔‘‘ [ابن حبان : ٤٦٢٢]

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا : یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارا جائے، خواہ وہ مہاجر ہو یا نہ ہو، وہ اللہ کے ہاں زندہ ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٦٩] ’’اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔‘‘

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص اللہ کی راہ میں محاذ جنگ پر جہاد کے لیے تیار ہونے کی حالت میں فوت ہوا تو وہ جو نیک عمل کرتا تھا، اللہ اس کے لیے اس عمل کا ثواب جاری فرما دیتا ہے اور اس کا رزق جاری فرما دیتا ہے۔ اسے آزمانے والوں (منکر نکیر) کا خوف نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن خوف سے محفوظ اٹھائے گا۔‘‘ [ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب فضل الرباط فی سبیل الله : ۲۷٦۷۔ نسائی، کتاب الجهاد، باب فضل الرباط : ۳۱٦۹]

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ : یعنی جنت ایسے پسندیدہ مقام میں داخل فرمائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٦٩ تا ١٧١] ’’اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔ اس پر بہت خوش ہیں جو انھیں اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے اور ان کے بارے میں بھی بہت خوش ہوتے ہیں جو ان کے ساتھ ان کے پیچھے سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل پر بہت خوش ہوتے ہیں اور (اس بات پر) کہ بے شک اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔‘‘

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی ماں ام الربیع بنت براء رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کی، اے اللہ کے نبی! کیا آپ مجھے (میرے بیٹے) حارثہ کی کوئی خبر نہیں دیں گے؟ وہ بدر کے دن قتل ہو گئے تھے، انھیں ایک نا معلوم تیر لگ گیا تھا، (آپ بتائیں) اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں (کہ وہ آرام میں ہے) اور اگر کوئی دوسری بات ہے تو میں ان پر خوب روؤں۔ آپ نے فرمایا: ''اے ام حارثہ! (ایک جنت کیا) جنت کے اندر بہت سی جنتیں (باغ) ہیں اور بے شک تمھارا بیٹا سب سے اعلیٰ جنت الفردوس میں ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب من أتاه سهم غرب فقتله : ۲۸۰۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اصحاب بئر معونہ، یعنی ان ستر (۷۰) صحابہ کے بارے میں روایت ہے جنھیں ایک ہی دن دھوکے سے شہید کر دیا گیا تھا اور جنھوں نے ان کو شہید کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت میں ان کے لیے بددعا اور لعنت بھی فرمائی تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن مجید میں یہ الفاظ بھی نازل ہوئے تھے جو بعد میں منسوخ ہو گئے تھے: ((بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا)) ''ہماری طرف سے ہماری قوم تک یہ بات پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے اس طرح ملاقات کی ہے کہ وہ ہم سے خوش ہے اور اس نے ہمیں بھی خوش کر دیا ہے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجيع و رعل و ذكوان ...... الخ : ۴۰۹۰۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب القنوت في جميع الصلوات : ٦٧٧]

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰

''یہ اور جو شخص اس کی مثل بدلہ لے جو اسے تکلیف دی گئی، پھر اس پر زیادتی کی جائے تو اللہ ضرور ہی اس کی مدد کرے گا، یقیناً اللہ ضرور نہایت درگزر کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔''

''ذٰلِكَ'' یعنی یہ کہ مہاجرین سے بطور خاص شہادت یا طبعی موت پر ہم نے جو وعدہ کیا ہے، وہ ضرور پورا ہوگا۔

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ : یعنی اگر کسی نے کسی کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے تو جس سے زیادتی کی گئی ہے اسے بقدر زیادتی بدلہ لینے کا حق ہے، لیکن اگر بدلہ لینے کے بعد، جب ظالم اور مظلوم دونوں کا حساب برابر ہو چکا ہو، اب ظالم اگر مظلوم پر پھر زیادتی کرے تو اللہ تعالیٰ اس مظلوم کی ضرور مدد فرماتا ہے۔ یعنی یہ شبہ نہ ہو کہ مظلوم نے معاف کر دینے کے بجائے بدلہ لے کر غلط کام کیا ہے، نہیں، بلکہ اس کی بھی اجازت اللہ ہی نے دی ہے، اس لیے آئندہ بھی وہ اللہ کی مدد کا مستحق رہے گا۔ آیت کے آخر میں عفو و درگزر کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا مغفرت کرنے والا ہے، اس لیے اس کے بندوں کو بھی ان صفات سے متصف ہونا چاہیے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرة : ١٩٤] ''حرمت والا مہینا حرمت والے مہینے کے بدلے ہے اور سب حرمتیں ایک دوسری کا بدلہ ہیں۔ پس جو تم پر زیادتی کرے سو تم اس پر زیادتی کرو، اس کی مثل جو اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ [البقرة : ١٩٠] ''اور اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (جب یمن کا گورنر بنا کر) بھیجا تو ان سے فرمایا: ''مظلوم کی بددعا سے بچے رہنا، کیونکہ مظلوم کی پکار اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام : ١٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دوسرے کو گالی دینے والے دو شخص جو کچھ کہیں اس کا گناہ پہل کرنے والے پر ہے، جب تک مظلوم زیادتی نہ کرے۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهي عن السباب : ٢٥٨٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو گالی دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بیٹھے ہوئے تھے، آپ تعجب کرتے رہے اور مسکراتے رہے۔ جب اس نے زیادہ ہی برا بھلا کہا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی کسی بات کا جواب دے دیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ گئے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے جا کر آپ سے ملے اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! وہ مجھے گالیاں دے رہا تھا اور آپ بیٹھے ہوئے تھے اور جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو آپ غصے سے اٹھ گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بات یہ ہے کہ تمھارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمھاری طرف سے جواب دے رہا تھا، لیکن جب تم نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو شیطان آ گھسا، سو میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔'' [مسند أحمد : ٢/ ٤٣٦، ح : ٩٦٣٧۔ أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب في الانتصار : ٤٨٩٦]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾

''یہ اس لیے کہ بے شک اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد ضرور کرے گا، اس لیے کہ وہ قادر مطلق ہے اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ دن اور رات میں سے ہر ایک کو کم کر کے دوسرے میں داخل کر دیتا ہے اور یہ عجیب و غریب کاریگری اس بات کی دلیل ہے کہ وہی مالک کل معبود برحق ہے، اس کا کوئی ساجھی اور کوئی مقابل نہیں اور جن معبودوں کو مشرکین پکارتے ہیں وہ کسی قسم کی کوئی قدرت نہیں رکھتے، بلکہ انھیں خود ان کے پجاریوں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، تو کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ لوگ اس قادر مطلق، معبود برحق اور نفع و نقصان پہنچانے والے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کریں؟

یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ : اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے اور اسی کو ان کے بارے میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴾ [آل عمران : ۲۶، ۲۷] ”کہہ دے اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جسے چاہے کسی حساب کے بغیر رزق دیتا ہے۔“

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ۝۶۲

”یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی ہے جو حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک اس کے سوا وہ جسے بھی پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور (اس لیے) کہ بے شک اللہ ہی بے حد بلند ہے، بہت بڑا ہے۔“

وہی معبود برحق ہے اور اسی کی ذات پاک اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ وہ عظیم الشان سلطنت کا مالک ہے، اس نے جو چاہا وہی ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا، ہر چیز اس کی محتاج اور اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیْهِ اِلَی الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴾ [الرعد : ۱۴] ”برحق پکارنا صرف اسی کے لیے ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کچھ بھی قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلانے والا ہے، تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر سراسر بے سود۔“

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؗ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۚ﴿۶۳﴾

’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمان سے کچھ پانی اتارا تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ بے شک اللہ نہایت باریک بین، ہر چیز سے باخبر ہے۔‘‘

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظیم بادشاہت کی نشانی ہے کہ وہ ایسی ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھا کر لے جاتی ہیں اور خشک، بنجر، سیاہ اور ویران زمین پر بارش برسا دیتی ہیں، جس سے زمین خشک اور بنجر ہونے کے باوجود سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٩٩] ’’اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔‘‘

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۠﴿۶۴﴾

’’اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور بلاشبہ اللہ ہی یقیناً بڑا بے پروا، تمام تعریفوں والا ہے۔‘‘

ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٨٤ تا ٨٩] ’’کہہ یہ زمین اور اس میں جو کوئی بھی ہے کس کا ہے، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کا ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ کہہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ کہہ کون ہے وہ کہ صرف اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کے لیے ہے۔ کہہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟‘‘

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ
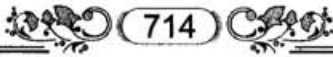
السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے تمھاری خاطر مسخر کر دیا ہے جو کچھ زمین میں ہے اور ان کشتیوں کو بھی جو سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہیں اور وہ آسمان کو تھامے رکھتا ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے اذن سے۔ بے شک اللہ یقیناً لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ : یعنی حیوانات، جمادات، فصلیں اور پھل سب تمھارے لیے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ٢٩] ”وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمھارے لیے پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، پس انھیں درست کر کے سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ : یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق و تدبیر کے ساتھ کشتیاں اپنے سواروں کے ساتھ پاکیزہ ہوا کے نرم جھونکوں سے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندروں اور ان کی تلاطم خیز موجوں میں چلتی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [النحل : ١٤] ”اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔“

وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ : یعنی اگر اللہ چاہتا تو آسمان کو زمین پر گرنے کی اجازت دے دیتا اور اس سے زمین کی ہر چیز تباہ ہو جاتی، مگر اس نے اپنے لطف و کرم اور اپنی قدرت کے ساتھ آسمان کو تھاما ہوا ہے اور وہ اس کی اجازت کے بغیر نہیں گر سکتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَىِٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ [فاطر : ٤١] ”بے شک اللہ ہی آسمانوں کو اور زمین کو تھامے رکھتا ہے، اس سے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹیں اور یقیناً اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے بعد کوئی ان دونوں کو نہیں تھامے گا، بے شک وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔“

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ : دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [الرعد : ٦] ”اور بے شک تیرا رب یقیناً لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے اور بلاشبہ تیرا رب یقیناً بہت سخت سزا والا ہے۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اذیت کی بات سن کر صبر کرنے والا اللہ سے

زیادہ کوئی نہیں ہے، (کم بخت مشرک) لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اور وہ پھر بھی ان کو عافیت سے رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ إن اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین ﴾ : ۷۳۷۸]

وَهُوَ الَّذِیٓ اَحۡیَاكُمۡ ۫ ثُمَّ یُمِیۡتُكُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡكُمۡ ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَكَفُوۡرٌ ﴿۶۶﴾

"اور وہی ہے جس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر تمھیں مارے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا۔ بے شک انسان یقیناً بہت ناشکرا ہے۔"

وَهُوَ الَّذِیٓ اَحۡیَاكُمۡ ۫ ثُمَّ یُمِیۡتُكُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡكُمۡ : یعنی تم اللہ تعالیٰ کے کس طرح شریک بناتے اور اس کے ساتھ غیروں کی کیونکر پوجا کرتے ہو، حالانکہ خلق، رزق اور تصرف صرف اسی کے قبضۂ اختیار میں ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ ثُمَّ رَزَقَكُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُكُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡكُمۡ ؕ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ یَّفۡعَلُ مِنۡ ذٰلِكُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِكُوۡنَ ﴾ [الروم : ۴۰] "اللہ وہ ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھیں رزق دیا، پھر تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا، کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کرے؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔"

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَكًا هُمۡ نَاسِكُوۡهُ فَلَا یُنَازِعُنَّكَ فِی الۡاَمۡرِ وَادۡعُ اِلٰی رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًی مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنۡ جٰدَلُوۡكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ یَحۡكُمُ بَیۡنَكُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ فِیۡمَا كُنۡتُمۡ فِیۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۶۹﴾

"ہر امت کے لیے ہی ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے جس کے مطابق وہ عبادت کرنے والے ہیں، سو وہ تجھ سے اس معاملے میں ہرگز جھگڑا نہ کریں اور تو اپنے رب کی طرف دعوت دے، بے شک تو یقیناً سیدھے راستے پر ہے۔ اور اگر وہ تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو تم کرتے ہو۔ اللہ قیامت کے دن تمھارے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔"

آیات زیر تفسیر کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے بعض مناسک میں تبدیلی کی تو کفار مکہ کو، جو دین ابراہیم پر ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، اعتراض کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہر امت کے لیے عبادت کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا تھا اور اس طریقے پر اس امت کے لوگ عمل پیرا رہے ہیں۔ اسی طرح اے رسول! ہم نے آپ کے لیے بھی عبادت کا ایک خاص طریقہ مقرر فرمایا، جس پر آپ عمل پیرا ہیں، اس میں جھگڑے کی کون سی بات ہے۔ جب یہ لوگ عبادت کے مختلف طریقوں کے باوجود آپس میں ایک دوسرے سے نہیں جھگڑتے تو ان کو امر (اسلام)

کے سلسلہ میں آپ سے ہرگز نہیں جھگڑنا چاہیے۔ جیسے ان کے ہاں عبادت کا ایک خاص طریقہ ہے، اسلام میں بھی ایک خاص طریقہ ہے، یہ اختلاف اتنا اہم نہیں جتنا اہم توحید اور شرک کا اختلاف ہے۔ ان کے باطل مذاہب میں شرک کی آمیزش ہے، برخلاف اس کے اسلام توحید خالص کا مرقع ہے۔ اصل چیز جو باعثِ نزاع ہے وہ تو شرک ہے، کفار کو چاہیے کہ شرک سے توبہ کریں اور اسلام قبول کریں۔ آگے فرمایا کہ اگر دین حق کی توضیح کے بعد بھی کفار جدال ومناظرہ سے باز نہ آئیں، تو انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے اور ان سے کہہ دیجیے کہ تمھارے اعمال سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے، وہ تمھیں ان کا بدلہ ضرور دے گا اور دین کی جن باتوں میں آج تم جھگڑتے ہو، قیامت کے دن وہ ان کے درمیان اپنا فیصلہ صادر فرمائے گا اور بتائے گا کہ حق پر کون تھا اور باطل پر کون؟

ایام جاہلیت میں حج کے جو مناسک رواج پا گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے بعض میں تبدیلی کر دی، مثلاً مشرکین حج کے مہینوں میں عمرہ نہیں کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ ایام جاہلیت میں حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو زمین پر بہت بڑا گناہ شمار کرتے تھے اور وہ محرم کو صفر قرار دے لیا کرتے تھے (اس لیے کہ تین مہینے مسلسل حرمت والے ہیں، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور تین ماہ تک قتل و غارت گری سے باز رہنا ان کے لیے بڑا مشکل تھا) اور وہ کہتے تھے، جب اونٹوں کی پیٹھیں اچھی ہو جائیں (یعنی سفر حج کی وجہ سے جو اونٹ زخمی وغیرہ ہوئے ہیں وہ ٹھیک ہو جائیں) اور راستوں سے حاجیوں کے اونٹوں کے نشانِ قدم مٹ جائیں اور صفر کا مہینا ختم ہو جائے تو تب عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہے۔ پھر جب اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے ساتھی چار ذوالحجہ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ حج کے احرام کو عمرہ کے احرام میں بدل دیں، تو لوگوں کو یہ بات بڑی انوکھی لگی، انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول (ﷺ!) ہم کس نوعیت کے حلال ہوئے ہیں (یعنی پورے یا ادھورے)؟ تو آپ نے فرمایا: ”تم پورے حلال ہو گئے (یعنی کسی چیز سے پرہیز کی ضرورت نہیں)۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب جواز العمرة فی أشهر الحج : ۱۲۴۰]

اسی طرح ۹ ذوالحجہ کو قریش مزدلفہ میں قیام کرتے تھے، جبکہ دوسرے لوگ عرفات میں قیام کیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے باوجود قریشی ہونے کے عرفات میں قیام کیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آیت: ﴿ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ﴾ یہ قریش کے سلسلہ میں نازل ہوئی، وہ مزدلفہ (میں قیام کرتے تھے اور وہیں) سے روانہ ہوتے تھے (اس آیت کے ذریعے سے) انھیں عرفات کی طرف لوٹا دیا گیا (یعنی انھیں حکم دیا گیا کہ وہ بھی وہیں سے روانہ ہوں جہاں سے عام لوگ روانہ ہوتے ہیں)۔ [بخاری، کتاب الحج، باب الوقوف بعرفة : ۱٦٦٥۔ مسلم، کتاب الحج، باب فی الوقوف : ۱۲۱۹]

مشرکین ایام جاہلیت میں مزدلفہ سے سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ روانہ ہوتے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ طلوع آفتاب سے پہلے روانہ ہو گئے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرک لوگ (جاہلیت کے زمانہ میں) مزدلفہ سے اس وقت روانہ ہوتے تھے جب سورج نکل آتا تھا۔ وہ کہتے اے ثبیرا! چمک جا اور نبی ﷺ نے ان کے اس فعل کے خلاف کیا، آپ مزدلفہ سے سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہو گئے۔[بخاری، كتاب الحج، باب متى يدفع من جمع : ۱٦٨٤]

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

”کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ بے شک یہ ایک کتاب میں درج ہے، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے بارے میں اپنے کمال علم کا ذکر فرمایا ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ ان سب کا اس طرح احاطہ کیے ہوئے ہے کہ اس سے آسمان اور زمین کی کوئی ذرہ بھر یا اس سے چھوٹی یا بڑی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ کو تمام کائنات کا اس کے پیدا کرنے سے پہلے ہی علم تھا اور یہ سب کچھ اس نے اپنی کتاب لوح محفوظ میں لکھ رکھا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] ”اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی تھیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، كتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰى صلى الله عليهما وسلم : ٢٦٥٣]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے کہا، لکھ! اس نے کہا، اے میرے رب! کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قیامت قائم ہونے تک جو بھی چیز (معرض وجود میں آنے والی) ہے اس کی تقدیر لکھ دے۔ (چنانچہ اس نے اللہ کے حکم سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا، سب لکھ دیا)۔“ [أبوداؤد، كتاب السنة، باب في القدر : ٤٧٠٠۔ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة نون والقلم : ٣٣١٩۔ مسند أحمد : ٣١٧/٥، ح : ٢٢٧٧١۔ مسند أبي يعلى : ٣٦٨/٢، ح : ٢٣٢٥]

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝

’’اور وہ اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور جس کا انھیں کچھ علم نہیں اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔‘‘

دین حق کی مخالفت کرنے والے کفار ومشرکین کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ لوگ اللہ کے سوا ان بتوں اور دیویوں کی پوجا کرتے ہیں، جن کے لائق عبادت ہونے کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور نہ ان کے پاس اس کی کوئی عقلی دلیل ہے۔ عنقریب قیامت کے دن اس افترا پردازی پر ان کا حساب ہوگا اور انھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا اور اس وقت وہ اللہ کے مقابلے میں اپنے لیے کوئی یار و مددگار نہیں پائیں گے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١١٧] ’’اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٤ تا ٦] ’’کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔ اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔‘‘

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

’’اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جائے تو تو ان لوگوں کے چہروں میں جنھوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لے گا، قریب ہوں گے کہ ان لوگوں پر حملہ کر دیں جو ان پر ہماری آیات کی تلاوت کریں۔ کہہ دے تو کیا میں تمھیں اس سے بری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے جس کا اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جنھوں نے کفر کیا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔‘‘

دین حق کی مخالفت کرنے والے کفار و مشرکین کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی وہ آیات پیش کی جاتی ہیں جو اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر واضح اور روشن دلیل ہوتی ہیں تو ان کے چہرے بگڑ جاتے ہیں اور ان سے شر نمایاں ہونے لگتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی وہ ان داعیانِ حق پر حملہ کر دیں گے جو انھیں قرآن پڑھ کر سنا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، آپ ان سے کہہ دیجیے کہ جو شر اور برائی تم لوگ داعیانِ حق کے خلاف اپنے دلوں میں چھپائے بیٹھے ہو اور جس کے آثار تمھارے چہروں پر نمایاں ہیں، کیا میں تمھیں تمھارے لیے اس سے بھی برے انجام کی خبر دوں؟ وہ جہنم کی آگ ہے۔ جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کر رکھا ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہوگا۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ : یعنی توحید کے واضح دلائل کے باوجود یہ اپنے شرک سے باز نہیں آتے، بلکہ توحید کے دلائل سننا بھی انھیں گوارا نہیں۔ اپنے شریکوں کے ذکر سے ان کے دل خوش ہوتے ہیں اور اللہ اکیلے کے ذکر سے ان کے دل تنگ ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [الزمر : ٤٥] ’’اور جب اس اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اِن لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔‘‘

يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا : یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عنقریب ان لوگوں پر جو انھیں ہماری آیات سناتے ہیں، جھپٹ پڑیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴾ [الجن : ١٩] ’’اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا، اسے پکارتا تھا تو وہ قریب تھے کہ اس پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں۔‘‘

قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ : یعنی دوزخ کی آگ، اس کا عذاب اور اس کی سزا اس سے کہیں زیادہ سخت، زیادہ مشکل اور زیادہ دردناک و خوفناک ہے جس سے تم اللہ کے دوستوں، یعنی مومنوں کو ڈراتے ہو، تمھاری ان بداعمالیوں کی وجہ سے آخرت کا عذاب کہیں زیادہ شدید اور خوفناک ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اِذَاۤ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا
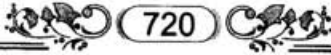
وَ هِيَ تَفُوْرُ ۙ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴾ [الملك : ٦ تا ٨] ''اور خاص ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا، جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے، اس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے جیسی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ قریب ہوگی کہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۙ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۙ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَاۤ اَحْقَابًا ۚ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ۙ اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا ﴾ [النبا : ٢١ تا ٢٥] ''یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے۔ وہ مدتوں اسی میں رہنے والے ہیں۔ نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں خوشحال اور آسودہ تھا، پھر اسے ایک بار دوزخ میں غوطہ دیا جائے گا اور بعد ازاں پوچھا جائے گا کہ اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی دنیا میں عیش و آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی خوشحالی آئی تھی؟ وہ کہے گا اے میرے رب! اللہ کی قسم! کبھی نہیں، پھر اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا، جو دنیا میں سب لوگوں سے زیادہ تکلیف اور مصیبت میں رہا تھا، پھر اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف بھی دیکھی ہے؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی مصیبت بھی آئی تھی؟ وہ کہے گا، اے میرے رب! اللہ کی قسم! مجھے تو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور نہ میں نے کبھی کوئی مصیبت دیکھی تھی۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار وصبغ أشدهم بؤسا في الجنة : ٢٨٠٧]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۝۷۳

''اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔''

یعنی یہ معبودانِ باطلہ، جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر مدد کے لیے پکارتے ہو، یہ سارے کے سارے جمع ہو کر ایک نہایت حقیر سی مخلوق مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں، تو نہیں کر سکتے اور وہ حقیر ترین مکھی اگر ان سے کوئی چیز چھین لے تو اسے وہ واپس نہیں

لے سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھارے بت اور مکھی دونوں ہی حقیر اور کمزور ہیں، بلکہ تمھارے معبود تو زیادہ حقیر اور کمزور ہیں کہ وہ اپنے آپ سے مکھی کو بھی نہیں اڑا سکتے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری طرح پیدا کرنا چاہتا ہے، (اگر کسی کو یہی گھمنڈ ہے تو) وہ ایک دانہ پیدا کرے، یا ایک چیونٹی پیدا کر کے دکھا دے۔“ [بخاری، كتاب اللباس، باب نقض الصور : ٥٩٥٣]

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾

”انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔“

فرمایا کہ کافروں اور مشرکوں نے اللہ کی قدر و منزلت کو جانا ہی نہیں، یہی وجہ ہے کہ لوگ اس کی بے بس مخلوق کو اس کا ہم سر اور شریک قرار دے لیتے ہیں۔ اگر ان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اور اس کی قدرت و طاقت کا صحیح صحیح اندازہ اور علم ہو تو وہ کبھی اس کی خدائی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمینوں کو ایک انگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر، گیلی مٹی کو ایک انگلی پر اور (دیگر) تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر روک لے گا (یعنی اٹھا لے گا) پھر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں۔ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ یہ سن کر ہنس دیے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دانت مبارک دکھائی دینے لگے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ﴾ [الحج : ٧٤] ”انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔“ [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالٰى : ﴿ لما خلقت بيدى ﴾ : ٧٤١٥]

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾

”اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے چنتا ہے اور لوگوں سے بھی، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“

کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا: ﴿ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ﴾ [صٓ : ٨] ”کیا ہمارے درمیان میں سے اسی پر نصیحت نازل کی گئی ہے؟“ تو اللہ نے ان کے سوال کا جواب دیا اور کہا کہ وہ اپنی پیغمبری کے لیے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، وہ فرشتوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنی پیغام رسانی کے لیے چن لیتا ہے اور اسی طرح انسانوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کام کے لیے اختیار کر لیتا ہے۔ وہ بندوں کے اقوال سننے والا ہے اور وہ بصیر ہے، یعنی یہ جانتا ہے کہ رسالت کا مستحق کون ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ﴾ [الأنعام : ١٢٤] ”اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔“

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ﴾

”وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔“

فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کے تمام امور و اعمال سے واقف ہے اور تمام معاملات کا مرجع وہی ہے، تو پھر انسان اس کی نافرمانی کر کے کہاں جا سکتا ہے اور اس کے عذاب سے کیوں کر بچ سکتا ہے؟ کیا اس کے لیے یہ بہتر نہیں ہے کہ وہ اس کی اطاعت اور فرماں برداری کا راستہ اختیار کر کے اس کی رضا حاصل کرے؟ ارشاد فرمایا: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾ [الجن : ۲۶ تا ۲۸] ”(وہ) غیب کو جاننے والا ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے وہ پسند کر لے تو بے شک وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔ تاکہ جان لے کہ بے شک انھوں نے واقعی اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور اس نے ان تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور ہر چیز کو گن کر شمار کر رکھا ہے۔“

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ السجدۃ

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیکی کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

توحید و رسالت اور بعث بعد الموت کا عقیدہ بیان کرنے کے بعد اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگ رکوع اور سجدہ کرو، یعنی نماز پڑھو، اس کا خاص اہتمام کرو اور دیگر عبادات، جن کا اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے انھیں بھی بجا لاؤ۔ اس کے علاوہ بھلائی کے دوسرے کاموں میں لگے رہو، صلہ رحمی کرو، یتیموں کی دلجوئی کرو، محتاجوں اور غریبوں کو کھانا کھلاؤ اور اپنے آپ کو اخلاق حسنہ کا پابند بناؤ، حصولِ جنت کا یہی طریقہ ہے۔

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۗ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۗ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۗ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۗ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾ ع ۱۰

”اور اللہ کے بارے میں جہاد کرو جیسا اس کے جہاد کا حق ہے۔ اسی نے تمھیں چنا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، اپنے باپ ابراہیم کی ملت کے مطابق۔ اسی نے تمھارا نام مسلمین رکھا، اس سے پہلے اور اس (کتاب) میں بھی،

تاکہ رسول تم پر شہادت دینے والا بنے اور تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو۔ سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑو، وہی تمھارا مالک ہے، سو اچھا مالک ہے اور اچھا مددگار ہے۔''

یہاں بھی خطاب مومنوں ہی سے ہے کہ اللہ کے لیے اپنی جان، مال اور زبان کے ذریعے سے جہاد کرو، تاکہ زمین سے شرک وکفر اور فتنہ انگیزی کا خاتمہ ہو جائے اور ہر طرف دین اسلام کا دور دورہ ہو جائے۔ اس نے تمھیں اپنے دین کی نصرت و تائید کے لیے چن لیا ہے اور جو دین اسلام تمھیں عطا کیا ہے اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ جو اعمال تمھاری طاقت سے زیادہ تھے ان کا یا تو تمھیں مکلف نہیں ٹھہرایا، یا انھیں ہلکا بنا دیا۔ توبہ و استغفار کا دروازہ کھول دیا، تاکہ تم توبہ کرتے رہو اور وہ تمھارے گناہوں کو معاف کرتا رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ دین تمھارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو مسلمانوں کا باپ اس لیے کہا گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ تھے، پھر فرمایا کہ تمھارا نام ''مسلمان'' اللہ نے رکھا ہے اور یہ نام گزشتہ آسمانی کتابوں میں مذکور ہے اور قرآن میں بھی مذکور ہے۔ یعنی اللہ نے تمھیں اتنا باعزت نام دے کر گزشتہ امتوں پر فوقیت دی ہے۔ اس طرح اللہ نے تمھیں اتنی اچھی، معتدل، صاحب خیر اور نیک نام امت اس لیے بنایا ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ سکیں کہ انھوں نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تم گواہی دو کہ تمام رسولوں نے اپنی امتوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ اس عظیم نعمت کا تقاضا یہ ہے کہ تم لوگ اللہ کے شکر میں نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اسی کی بارگاہ میں پناہ لو، اس لیے کہ وہی تمھارا آقا ہے اور وہ کیا خوب آقا اور کیا ہی بہتر حامی و ناصر ہے۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ : دین کے فروغ اور سر بلندی کے لیے جو جہاد ہوگا اس میں ہاتھوں سے بھی جہاد ہوگا، زبان سے بھی جہاد ہوگا، جان سے بھی جہاد ہوگا اور مال سے بھی جہاد ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [التوبة : ٤١] ''نکلو ہلکے اور بوجھل اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحجرات : ١٥] ''مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ٩٥، ٩٦] ''ایمان والوں میں سے بیٹھ رہنے والے، جو کسی تکلیف والے نہیں اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے

میں فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اپنی طرف سے بہت سے درجوں کی اور بخشش اور رحمت کی۔ اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مشرکین کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔“ [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب كراهية ترك الغزو : ٢٥٠٤]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جس کے اس کی امت میں سے حواری اور اصحاب نہ ہوں، وہ جو اس کے طریقے پر چلتے تھے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے، پھر ان لوگوں کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوتے رہے جو زبان سے وہ کہتے تھے جو کرتے نہیں تھے اور ان کاموں کو کرتے تھے جن کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ چنانچہ جو کوئی ایسے ناخلف لوگوں سے ہاتھ سے جہاد کرے تو وہ مومن ہے اور جو کوئی زبان سے جہاد کرے، وہ بھی مومن ہے اور جو کوئی ان سے دل سے جہاد کرے (یعنی ان کے فعل کو برا سمجھے) وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان ...... الخ : ٥٠]

سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اس وقت آپ اپنا پاؤں رکاب میں رکھے ہوئے تھے کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جابر بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا۔“ [نسائي، كتاب البيعة، باب فضل من تكلم بالحق عند إمام جائر : ٤٢١٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلا، اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہو گیا (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اور اس کو (اس گھر سے) صرف اس بات نے نکالا ہو کہ وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہو اور میرے رسولوں کو سچا سمجھتا ہو، (کسی اور وجہ سے نہ نکلا ہو) تو میں اس کے لیے یہ ذمہ لیتا ہوں کہ یا تو اس کو (جہاد کا) اجر اور غنیمت کا مال دے کر لوٹاؤں گا، یا (اگر وہ شہید ہو جائے تو) اس کو جنت میں داخل کروں گا۔ (پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اور اگر میں اپنی امت پر (اس کام کو) دشوار نہ سمجھتا تو میں کسی لشکر کا ساتھ نہ چھوڑتا، میری تو یہ آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں شہید کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید کر دیا جاؤں۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب الجهاد من الإيمان : ٣٦۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله : ١٨٧٦]

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ : اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں ایسی کوئی سختی نہیں رکھی جو ایمان والوں کے لیے ناقابل برداشت ہو، پھر مزید مہربانی یہ کی کہ ایمان والوں کو حکم دیا کہ وہ دعا کرتے رہیں کہ ان پر ایسی ذمہ داری نہ ڈالی جائے جس کی بجا آوری ان کی طاقت سے باہر ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يُكَلِّفُ

اللهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٝ وَاغْفِرْلَنَا ٝ وَارْحَمْنَا ٝ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۸۶] ”اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا، اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں، اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔“

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا اور فرمایا: ”لوگوں پر آسانی کرنا سختی نہ کرنا، ان کو خوشخبری سنانا، نفرت نہ دلانا اور آپس میں اتفاق قائم رکھنا، اختلاف نہ کرنا۔“ [بخاری، كتاب الجهاد، باب ما يكره من التنازع ...... الخ : ۳۰۳۸۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب في الأمر بالتيسير و ترك التنفير : ۱۷۳۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا، لوگ اس کی طرف مارنے کو بڑھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسے چھوڑ دو اور جہاں اس نے پیشاب کیا ہے وہاں پانی کا ایک ڈول بہا دو، کیونکہ تم (لوگوں پر) آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، سختی کرنے کے لیے نہیں۔“ [بخاری، كتاب الوضوء، باب صب الماء على البول في المسجد : ۲۲۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے جب کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے، جو اپنی ماں کے ساتھ ہوتا تو آپ چھوٹی سورت پڑھتے۔ [مسلم، كتاب الصلوة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلوة في تمام : ۴۷۰]

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ : گواہ کے لیے ضروری ہے کہ عادل ہو اور اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ یہ امت عادل ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرۃ : ۱۴۳] ”اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا، کیا تم نے (اللہ کا) پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، ہاں، اے رب! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ کیا انھوں نے تمھیں (اللہ کا) پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا ہی نہیں آیا۔

اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے پوچھیں گے کہ تمھارے گواہ کون ہیں؟ وہ عرض کریں گے کہ محمد ﷺ اور ان کی امت۔ پھر تمھیں لایا جائے گا اور تم لوگ ان کے حق میں شہادت دو گے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرة : ١٤٣] ''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔'' [بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قوله تعالىٰ : ﴿ وكذلك جعلناكم أمة وسطًا ﴾ ...... الخ : ٧٣٤٩]

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٠٢، ١٠٣] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ١٤٥، ١٤٦] ''بے شک منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور اللہ کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین اللہ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ مومنوں کو جلد ہی بہت بڑا اجر دے گا۔''

هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ [البقرة : ١٠٧] ''اور اللہ کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴾ [الأنفال : ٤٠] ''اور اگر وہ منہ موڑ لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تمھارا دوست ہے، وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔''

الغرض اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی مولیٰ و کارساز نہیں، نہ کسی دوسرے کو مولیٰ سمجھنا چاہیے اور نہ کسی کو مولیٰ کہنا چاہیے، حتیٰ کہ غلام بھی اپنے آقا کو مولیٰ نہ کہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی غلام اپنے آقا کو ''میرا مولیٰ'' نہ کہے، اس لیے کہ تم سب کا مولیٰ اللہ عزوجل ہے۔'' [مسلم، كتاب الألفاظ، باب حكم إطلاق لفظة العبد والأمة والمولى والسيد : ٢٢٤٩/١٤]

سورۃ المؤمنون مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾

”یقیناً کامیاب ہوگئے مومن۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔“

یعنی مومنین اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں، سکون و اطمینان سے نماز پڑھتے ہیں، ادھر ادھر نہیں جھانکتے، ان کے دلوں پر رقت طاری ہوتی ہے اور بسا اوقات ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص نماز میں خشوع اختیار نہیں کرتا اور اس کا دل غافل رہتا ہے، تو اس نے نماز کی غرض و غایت پوری نہیں کی۔

الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ : ”خٰشِعُوۡنَ“ اس کے معنی ہیں ڈرنے والے اور سکون اختیار کرنے والے۔ نماز میں خشوع اسے حاصل ہوسکتا ہے جس کا دل نماز کے لیے فارغ ہو چکا ہو، ماسوا سے منقطع ہوکر نماز ہی میں مشغول ہو گیا ہو اور نماز کو دوسرے کاموں پر ترجیح دیتا ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ حٰفِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی ٭ وَ قُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۳۸] ”سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہوکر کھڑے رہو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھا لیا کرتے تھے، لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ ﴾ [المؤمنون : ۲] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) اپنا سر جھکا لیا۔ [مستدرك حاكم : ۲/ ۳۹۳، ح : ۳٤۸۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ”احسان کیا ہے؟“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور

اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال رہے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔" [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان ...... الخ : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإیمان ما ھو؟ و بیان خصالہ : ۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ تو ڈاکا ہے جو شیطان بندے کی نماز پر ڈالتا ہے۔" [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب الالتفات فی الصلوۃ : ۷۵۱]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں؟" آپ نے اس سلسلہ میں بہت سخت الفاظ ارشاد فرمائے، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: "انھیں اس سے باز آ جانا چاہیے، ورنہ ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی۔" [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب رفع البصر إلی السماء فی الصلوۃ : ۷۵۰۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب النھی عن رفع البصر إلی السماء فی الصلوۃ : ۴۲۹، عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک ایسی چادر میں نماز ادا فرمائی جس میں نقش و نگار تھے۔ آپ نے اس کے نقش و نگار پر ایک نظر ڈالی اور جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا: "میری یہ چادر جا کر ابوجہم کو دے آؤ اور ان کی سیاہ چادر لے آؤ، اس چادر نے ابھی مجھے میری نماز سے غافل کر دیا تھا۔" [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب إذا صلی فی ثوب لہ أعلام ...... الخ : ۳۷۳۔ مسلم، کتاب المساجد، باب کراھیۃ الصلوۃ فی ثوب لہ أعلام : ۵۵۶/۶۲]

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے ہم نماز پڑھتے وقت بات کر لیا کرتے تھے، ہم میں سے کسی کو اپنے بھائی سے بات کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہ (نماز ہی میں) بات کر لیتا، یہاں تک کہ یہ آیت اتری: ﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۳۸] "سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو" اس کے بعد ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و قوموا للہ قنتین ﴾ : ۴۵۳۴۔ مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ...... الخ : ۵۳۹]

سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی، جو دیہاتی محسوس ہوتا تھا، وہ (مسجد میں) داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھنا شروع کی، اس نے اپنی نماز میں جلدی کی، پھر وہ نماز ادا کر چکا تو نبی ﷺ (کے پاس آیا اور آپ) کو سلام کہا، نبی ﷺ نے فرمایا: "تجھ پر بھی سلامتی ہو، جاؤ پھر سے نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔" سو وہ گیا اور پھر (پہلے جیسی) نماز پڑھی، پھر آیا اور آپ کو سلام کہا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تجھ پر بھی سلامتی ہو، جاؤ نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔" (اس طرح اس نے دو یا تین مرتبہ نماز دہرائی اور ہر مرتبہ آ کر آپ کو سلام کیا اور آپ نے وہی جواب دیا، پھر جب اس نے وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے اسے تفصیلاً نماز کا طریقہ سکھایا کہ ہر رکن میں اعتدال و اطمینان ہونا چاہیے)۔ [ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی وصف الصلوۃ : ۳۰۲]

وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾

”اور وہی جو لغو کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔“

یعنی وہ ہر ایسی فکر اور ہر ایسے قول و عمل سے اعراض کرتے ہیں، جس کی اللہ کی طرف سے اجازت نہ ہو، ان کی زندگی میں بے ہودہ باتوں اور ناروا کاموں کے لیے فراغت نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴾ [الفرقان : ٧٢] ”اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۫ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [القصص : ٥٥] ”اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی کے اسلام کے اچھا ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ بے مقصد چیزیں چھوڑ دے۔“ [ترمذی، کتاب الزهد، باب [حدیث : من حسن إسلام المرء ...... الخ] : ٢٣١٧]

وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾

”اور وہی جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب دعائکم إیمانکم ...... الخ : ٨۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أرکان الإسلام و دعائمه العظام : ١٦]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے حکم ہوا ہے کہ لوگوں سے (یعنی کافروں سے) اس وقت تک لڑوں جب تک وہ یہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں، نماز ادا کریں، زکوٰۃ دیں اور جب وہ یہ کام کرنے لگیں تو انھوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے بچا لیا مگر اسلام کا حق (ان سے لیا جائے گا) اور ان (کے دل کی باتوں) کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوة وآتوا الزكوة فخلوا سبيلهم ﴾ : ٢٥۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا لا إله إلا الله محمد رسول الله ...... الخ : ٢٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، مجھے کوئی ایسا کام بتائیے کہ جب میں وہ کرلوں تو جنت میں چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی

شرک نہ کرو، فرض نماز ادا کرتے رہو، فرض زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور رمضان کے روزے رکھتے رہو۔'' دیہاتی کہنے لگا، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان کاموں پر میں کوئی اضافہ نہیں کروں گا۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر چلا تو آپ نے فرمایا: ''اگر کسی کو جنتی آدمی دیکھنا اچھا لگتا ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔'' [بخاری، کتاب الزکوة، باب وجوب الزکوة : ۱۳۹۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ جس کو مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کا مال ایک گنجے سانپ کی شکل بن کر، جس کی آنکھوں پر دو کالے داغ ہوں گے، اس کے گلے کا طوق بن جائے گا، پھر اس کی دونوں باچھیں پکڑ کر کہے گا، میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔'' اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۰] ''اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا۔'' [بخاری، کتاب الزکوة، باب إثم مانع الزكوة ...... الخ : ۱۴۰۳]

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾

''اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔''

وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی وہ نہ ننگے ہوتے ہیں اور نہ حرام طریقوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ صرف اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے پاس جاتے ہیں۔ لونڈیوں کے پاس جانے سے وہ قابل ملامت نہیں ہیں، اس لیے کہ اللہ نے ان کے لیے انھیں جائز قرار دیا ہے۔ فعل زنا کی شدتِ قباحت کو واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ جو لوگ حلال کی حدوں کو پھلانگنے کی کوشش کریں گے وہ اللہ کی نگاہ میں ظالم ہوں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۲] ''اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

رَحِيمًا ۞ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴾ [الفرقان : ٦٨ تا ٧١] ’’اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’تم کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراؤ، حالانکہ تم کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔‘‘ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! پھر کون سا گناہ ؟ آپ نے فرمایا: ’’تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔‘‘ میں نے عرض کی، پھر کون سا گناہ؟ آپ نے فرمایا: ’’یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔‘‘ [بخاري، كتاب الحدود، باب إثم الزناة ...... الخ : ٦٨١١۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب ...... الخ : ٨٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’انسان کی تقدیر میں اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے، جسے وہ لامحالہ (ضرور) کر کے رہے گا۔ تو آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے، جبکہ دل خواہش اور تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اس (خواہش) کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔‘‘ [مسلم، كتاب القدر، باب قدر على ابن آدم حظه من الزنا وغيره : ٢٦٥٧]

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ ۸

’’اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔‘‘

یعنی جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت نہیں کرتے، بلکہ اسے اس کے مالک کو ادا کر دیتے ہیں اور جب وہ کوئی عہد و پیمان کریں تو اسے پورا کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ۚ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ [البقرة : ١٧٧] ’’نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں

اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ﴾ [النساء : ۵۸] ''بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن (جن امانتوں کے سلسلہ میں باز پرس کی جائے گی ان میں) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی امانت یہ ہے کہ میاں بیوی آپس میں صحبت کریں، پھر خاوند اپنی بیوی کی راز کی باتوں کو (دوست احباب کے سامنے) ظاہر کرے۔'' [مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم إفشاء سر المرأة : ۱۲۴/ ۱۴۳۷]

زیر تفسیر آیت کے مطابق ان مومنوں کی صفات منافقوں کی صفات کے برعکس ہیں، کیونکہ منافقوں کے بارے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: ① جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ ② جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔ ③ اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۹]

وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝

''اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔''

کامیاب ہونے والے لوگوں کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی پانچوں فرض نمازیں وقت پر با جماعت ادا کرتے ہیں اور طہارت کا خاص خیال رکھتے ہیں، رکوع اور سجدے میں عجلت نہیں کرتے اور نماز کے دیگر آداب کا بھی خیال رکھتے ہیں، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، یا رسول اللہ! کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نماز وقت پر ادا کرنا۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب البر والصلة : ۵۹۷۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللہ تعالٰی أفضل الأعمال : ۸۵]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سیدھے راستے پر قائم رہو اور تم (کما حقہ) قائم نہیں رہ سکو گے اور خوب جان لو کہ تمھارے اعمال میں سے سب سے بہتر نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کر سکتا ہے۔'' [ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ و سننھا، باب المحافظة علی الوضوء : ۲۷۷۔ مسند أحمد : ۵/ ۲۸۲، ح : ۲۲۴۹۵]

﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱ ﴾

یہی لوگ ہیں جو وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔"

گزشتہ آیات میں مذکور صفات وہ صفات ہیں جو کسی انسان میں پائی جائیں تو وہ مومن کامل ہوتا ہے، کامیاب و کامران ہوتا ہے اور فردوس بریں کا حق دار ٹھہرتا ہے۔ یہ آیت کریمہ درج ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴾ [مریم : ٦٣] "یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے بناتے ہیں جو متقی ہو۔" اللہ تعالیٰ ہمیں انھی میں سے بنائے۔ آمین!

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے، خواہ اس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہو یا وہیں رہا ہو جہاں پیدا ہوا۔" صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو یہ بات بتا نہ دیں؟ آپ نے فرمایا: "جنت میں سو درجے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے، سو جب تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو، وہ جنت کا درمیانی اور سب سے بلند درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی سب نہریں نکلتی ہیں۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿ وکان عرشه علی الماء ﴾ ...... الخ : ٧٤٢٣]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ربیع بنت براء رضی اللہ عنہا کا بیٹا حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ بدر کے دن ایک نامعلوم تیر سے شہید ہو گیا تو وہ آپ کے پاس آ کر کہنے لگیں، مجھے حارثہ کا حال بتائیے، اگر وہ جنت میں ہے تو میں (ثواب کی امید رکھوں اور) صبر کروں اور اگر کہیں اور ہے تو اس کے لیے رو (رو کر اپنا غم ہلکا کر) لوں۔ آپ نے فرمایا: "ام حارثہ! جنت میں بہت سے درجے ہیں اور تیرا بیٹا تو فردوس بریں میں داخل ہوا ہے، جو سب سے اعلیٰ جنت ہے۔" [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب من أتاه سهم غرب فقتله : ٢٨٠٩]

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۤ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝۱۴ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝۱۶ ﴾

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک محفوظ

ٹھکانے میں رکھا۔ پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔ پھر بے شک تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت اور غایت حکمت کو ثابت کرنے کے لیے انسان کی تخلیق کے مدارج بیان کیے ہیں۔ فرمایا کہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا ہے، یعنی آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا اور انھی سے آگے ان کی ساری نسل چلائی، تو اس نطفہ کی اصل مٹی ہی ہے اور اس نطفہ کو رحم مادر میں پہنچایا، جہاں وہ اللہ کے حکم سے ٹھہر گیا، پھر اسے سرخ اور منجمد خون میں بدل دیا۔ پھر اسے گوشت کا ایک ٹکڑا بنا دیا، پھر اس ٹکڑے سے ہم نے انسانی جسم کی ریڑھ کی ہڈی اور باقی ہڈیاں تیار کیں اور پھر ان پر گوشت کی تہیں جما دیں، پھر دیگر اعضا بنائے، اچھی شکل وصورت بنائی اور ایک کامل انسان بنا کر رحم مادر سے باہر لے آئے۔ یہ سب اس اللہ کی عظیم کاری گری ہے جو عظیم قدرت وحکمت کا مالک ہے۔ پھر آدمی کو اپنی محدود عمر گزار کر مر جانا ہے، لیکن اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ جس انسان کو اس نے اتنے اہتمام سے پیدا کیا اور زندگی دے کر عمل کی مہلت دی، اسے یونہی ضائع نہ کر دے، اسی لیے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسانوں کو قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے حساب وجزا کے لیے نکالے گا۔

پہلے انسان کچھ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ انسان کو عدم سے وجود میں لایا اور اس کی پیدائش کو مختلف مراحل سے گزار کر اسے ایک صحیح وسالم انسان کی شکل دی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴾ [الدھر : ۱، ۲] ”کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا جس کا (کہیں) ذکر ہوا ہو؟ بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔“ قیامت کے دن دوبارہ پیدا کرنے کے دلائل کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [الحج : ۵ تا ۷] ”اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں کسی شک میں ہو تو بے شک ہم نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر کچھ جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت

کی ایک بوٹی سے، جس کی پوری شکل بنائی ہوئی ہے اور جس کی پوری شکل نہیں بنائی ہوئی، تا کہ ہم تمھارے لیے واضح کریں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر ہم تمھیں ایک بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو قبض کر لیا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، تا کہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ اور تو زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور ہر خوبصورت قسم میں سے اگاتی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور (اس لیے) کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ [بني إسرائيل : ٤٩ تا ٥١] "اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔"

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا، جسے اس نے تمام زمین سے جمع فرمایا تھا۔ چنانچہ آدم کی اولاد اس مٹی کے لحاظ سے (مختلف) ہوئی ہے، کئی سرخ ہیں اور کئی سفید، کئی سیاہ ہیں اور کئی ان کے بین بین، کئی نرم خو ہیں اور کئی سخت طبیعت، کئی بری طبیعت کے مالک ہوتے ہیں اور کئی اچھی اور عمدہ طبیعت والے۔" [أبو داوٗد، كتاب السنة، باب في القدر : ٤٦٩٣۔ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب من سورة البقرة : ٢٩٥٥۔ مسند أحمد : ٤٠٠/٤، ح : ١٩٦٠١]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک (بطور نطفہ) اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع کیا جاتا ہے، پھر چالیس دن تک وہ جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن تک گوشت کا لوتھڑا، پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور اسے چار باتیں لکھنے کا حکم دیتا ہے، یعنی اس کے اعمال، اس کی روزی، اس کی عمر اور اس کا نیک بخت یا بد بخت ہونا، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے، پھر تم میں سے کوئی ایسا ہوتا ہے جو ساری عمر نیک کام کرتا رہتا ہے اور جنت اس سے ایک ہاتھ کے فاصلے پر رہ جاتی ہے، پھر تقدیر کا لکھا
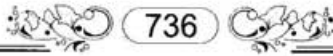
غالب آ جاتا ہے اور وہ دوزخیوں کا کام کر بیٹھتا ہے (اور دوزخ میں جاتا ہے) اور کوئی بندہ ساری عمر برے کام کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ دوزخ اس سے ایک ہاتھ کے فاصلے پر رہ جاتی ہے کہ پھر تقدیر کا لکھا غالب آ جاتا ہے اور وہ جنتیوں کے کام کرتا ہے (اور جنت میں جاتا ہے)۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة : ۳۲۰۸۔ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أمه ...... الخ : ۲۶۴۳]

سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب نطفے کو رحم میں چالیس یا پینتالیس دن گزر جاتے ہیں تو ایک فرشتہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے رب! یہ نیک ہوگا یا بد؟ (تو ان دونوں کے بارے میں جو جواب ملتا ہے) وہ لکھ لیا جاتا ہے، پھر پوچھتا ہے، اے میرے رب! یہ مرد ہوگا یا عورت؟ (تو ان دونوں کے بارے میں جو پروردگار کہتا ہے) وہ لکھ لیا جاتا ہے، پھر اس کا عمل، اس کی عمر، اس کی موت اور اس کا رزق لکھ دیا جاتا ہے، پھر وہ کتاب لپیٹ دی جاتی ہے، تو اس کے بعد اس میں نہ کسی چیز کا اضافہ کیا جاتا ہے اور نہ کمی کی جاتی ہے۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أمه ...... الخ : ۲۶۴۴]

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآىِٕقَ ۖۗ وَ مَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارے اوپر سات راستے بنائے اور ہم کبھی مخلوق سے غافل نہیں۔''

قرآن کریم عام طور پر انسانوں کی پیدائش کا ذکر کرنے کے بعد آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا ذکر کرتا ہے، اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے تمھارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں اور ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہیں، اسی لیے تو سارے عالم کا نظام بحسن وخوبی چل رہا ہے، ورنہ فساد برپا ہو جاتا اور ہر چیز تباہ و برباد ہو جاتی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآىِٕقَ : ''سَبْعَ طَرَآىِٕقَ'' سے مراد سات آسمان ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ۝ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴾ [الملك : ۲، ۳] ''وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔ وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے۔ رحمان کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔ پس نگاہ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی جگہ نظر آتی ہے؟'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ [الطلاق : ۱۲] ''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔''

﴿وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴾ [الملك : ۱۳، ۱٤] ”اور تم اپنی بات کو چھپاؤ، یا اسے بلند آواز سے کرو (برابر ہے)، یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے اور وہی تو ہے جو نہایت باریک بین ہے، کامل خبر رکھنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴾ [الحديد : ۳ تا ۵] ”وہی سب سے پہلے ہے اور سب سے پیچھے ہے اور ظاہر ہے اور چھپا ہوا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ تمھارے ساتھ ہے، جہاں بھی تم ہو اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔“

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖۗ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝۱۸

”اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ کچھ پانی اتارا، پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور یقیناً ہم اسے کسی بھی طرح لے جانے پر ضرور قادر ہیں۔“

پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم آسمان سے انسانوں کی ضرورت کے مطابق بارش نازل کرتے ہیں، پھر اسے زمین کی تہوں میں ٹھہرا دیتے ہیں اور حسبِ ضرورت و حکمت چشموں کے ذریعے سے اسے اوپر لاتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ﴾ [الزمر : ۲۱] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اسے چشموں کی صورت زمین میں چلایا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا ﴾ [الرعد : ۱۷] ”اس نے آسمان سے کچھ پانی اتارا تو کئی نالے اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہ نکلے۔“

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ ہم جب چاہیں اس پانی کو ختم کر دیں، لہٰذا یہ عظیم نعمت انسان سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ شکر ادا کرتے رہیں اور ڈرتے رہیں کہ اگر شکر ادا نہ کیا تو نعمت چھن سکتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴾ [الملك : ۳۰] ”کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تمھارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمھارے پاس بہتا ہوا پانی لائے گا؟“ اور فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ﴾

﴿ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴾ [الواقعة : ٦٨ تا ٧٠] ''پھر کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، یا ہم ہی اتارنے والے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اسے سخت نمکین بنا دیں، پھر تم شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟''

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝

''پھر ہم نے تمھارے لیے اس کے ساتھ کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ پیدا کیے، تمھارے لیے ان میں بہت سے لذیذ پھل ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور وہ درخت بھی جو طور سینا سے نکلتا ہے، تیل لے کر اگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن بھی۔''

فرمایا کہ ہم نے اس پانی کے ذریعے سے تمھارے لیے پھلوں کے باغات پیدا کیے، جن میں مختلف ذائقے اور رنگ کے پھل ہوتے ہیں اور انھی پھلوں میں سے لوگ کھاتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ ہم نے ایک اور درخت پیدا کیا ہے جو طور سینا کے اردگرد کے علاقوں میں کثرت سے ہوتا ہے، یعنی زیتون کا درخت، جس سے تیل نکلتا ہے اور جسے کھانے والے سالن کے طور پر استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ﴾ [والتین : ۱، ۲] ''قسم ہے انجیر کی! اور زیتون کی! اور طور سینین کی!''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زیتون کو سالن بناؤ اور بطور تیل استعمال کرو کیونکہ یہ مبارک درخت سے نکلتا ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب الأطعمة، باب الزيت : ۳۳۱۹۔ ترمذی، كتاب الأطعمة، باب ما جاء في أكل الزيت : ۱۸۵۱]

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝

''اور بلاشبہ تمھارے لیے چوپاؤں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، ہم تمھیں اس میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہے، پلاتے ہیں اور تمھارے لیے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور انھی پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔''

چوپائے بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں اور ان میں انسان کے لیے بڑی عبرت آموز باتیں ہیں۔ انسان ان کی خلقت، ان کی زندگی اور ان سے حاصل ہونے والے منافع پر غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لے آتا ہے۔ گوبر اور خون کے درمیان سے گزرتا ہوا جو دودھ جانوروں کے پیٹ سے نکلتا ہے انسان اسے پیتا ہے، ان کا گوشت کھاتا ہے، ان کے بال اور اون سے جو کپڑے تیار ہوتے ہیں انھیں پہنتا ہے۔ ان پر سواری کرتا ہے

اور ان پر بوجھ لاد کر دور دراز شہروں تک جانے کے لیے بری راستے طے کرتا ہے اور بحری راستوں کے لیے کشتیاں استعمال کرتا ہے۔ یہ تمام نعمتیں انسانوں سے تقاضا کرتی ہیں کہ وہ اللہ کا شکر ادا کریں، اس کے احسانات کو یاد کریں، اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائیں۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا : ''پیٹوں میں جو کچھ ہے'' اس سے مراد گوبر اور خون ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴾ [النحل : ٦٦] ''اور بلاشبہ تمھارے لیے چوپاؤں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، ہم ان چیزوں میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہیں، گوبر اور خون کے درمیان سے تمھیں خالص دودھ پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اتر جانے والا ہے۔''

وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۚ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ٥ تا ٨] ''اور چوپائے، اس نے انھیں پیدا کیا، تمھارے لیے ان میں گرمی حاصل کرنے کا سامان اور بہت سے فائدے ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور تمھارے لیے ان میں ایک جمال ہے، جب تم شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب صبح چرانے کو لے جاتے ہو۔ اور وہ تمھارے بوجھ اس شہر تک اٹھا کر لے جاتے ہیں جس میں تم کبھی پہنچنے والے نہ تھے، مگر جانوں کی مشقت کے ساتھ، بے شک تمھارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔''

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَعَلٰمٰتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۚ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل : ١٤ تا ١٧] ''اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے کہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راستے بنائے، تاکہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔ اور علامتیں (بنائیں) اور ستاروں کے ساتھ وہ راستہ معلوم کرتے ہیں۔ تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے، اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا؟ پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔''

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم ڈرتے نہیں؟ تو اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ نہیں ہے مگر تمھارے جیسا ایک بشر، جو چاہتا ہے کہ تم پر برتری حاصل کرلے اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور کوئی فرشتے اتار دیتا، ہم نے یہ اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا۔ یہ نہیں ہے مگر ایک آدمی، جسے ایک جنون ہے، سو ایک وقت تک اس کے بارے میں انتظار کرو۔‘‘

نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے اب کچھ انبیاء و رسل علیہم السلام کے واقعات بیان کیے جا رہے ہیں، جن کی بعثت کا مقصد بنی نوع انسان کو توحیدِ باری تعالیٰ کی دعوت دینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے رسول! ہم نے آپ سے پہلے نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تھا تو ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی، جس طرح آج آپ کی قوم آپ کے ساتھ کر رہی ہے۔ انھوں نے اللہ کے امر کی مخالفت کی اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہرایا تو اللہ نے ان سے اپنا اور اپنے رسول کا انتقام لے لیا۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ بناؤ، اس لیے کہ اس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں ہے، تم جو اس کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کرتے ہو تو کیا تمھیں ڈر نہیں لگتا کہ اس کا غضب تم پر نازل ہو جائے؟ یہ سن کر سردارانِ قوم نے، جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی، اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ (نوح) تو تمھارے ہی جیسا ایک انسان ہے، چاہتا ہے کہ تمھارا سردار بن بیٹھے، اسی لیے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر آسمان سے وحی آتی ہے۔ اگر اللہ اپنا پیغمبر بھیجنا چاہتا تو آسمان سے فرشتوں کو بھیجتا۔ ہم نے نہیں سنا کہ گزشتہ قوموں کے پاس اللہ نے کسی انسان کو اپنا نبی بنا کر بھیجا ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ اس آدمی کو جنون لاحق ہو گیا ہے۔ اس لیے لوگو! ہمیں انتظار کرنا چاہیے، ممکن ہے کہ اس کا جنون زائل ہو جائے، یا اسے موت آ جائے اور ہمیں اس سے نجات مل جائے۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ

عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَ مَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

''اس نے کہا اے میرے رب! میری مدد کر، اس لیے کہ انھوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ تو ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا، پھر جب ہمارا حکم آجائے اور تنور ابل پڑے تو ہر چیز میں سے دو قسمیں (نر و مادہ) دونوں کو اور اپنے گھر والوں کو اس میں داخل کر لے، مگر ان میں سے وہ جس پر پہلے بات طے ہو چکی اور مجھ سے ان کے بارے میں بات نہ کرنا جنھوں نے ظلم کیا ہے، وہ یقیناً غرق کیے جانے والے ہیں۔ پھر جب تو اور جو تیرے ساتھ ہیں، کشتی پر چڑھ جاؤ تو کہہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دی۔ اور تو کہہ اے میرے رب! مجھے اتار، ایسا اتارنا جو بابرکت ہو اور تو سب اتارنے والوں سے بہتر ہے۔ بلاشبہ اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں اور بلاشبہ ہم یقیناً آزمانے والے تھے۔''

نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کرتے رہے اور اس راہ کی ہر اذیت برداشت کرتے رہے، لیکن ان کی قوم کی سرکشی بڑھتی گئی۔ بالآخر انھوں نے اپنے رب سے دعا مانگی اور کہا، اے میرے رب! اب تو میری مدد کر اور ان کی جانب سے میری مسلسل تکذیب کی وجہ سے انھیں ہلاک کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ آپ میری نگرانی میں اور میری تعلیمات کے مطابق کشتی بنائیے اور جب تنور سے پانی ابلنے لگے تو تمام حیوانات کے مذکر و مؤنث جوڑے کشتی میں ڈال لیجیے، سوائے ان کے جن کا ہلاک ہو جانا مقدر ہو چکا ہے (جیسے ان کا بیٹا اور ان کی بیوی) اور عذاب دیکھنے کے بعد آپ کو ان ظالموں پر رحم نہ آجائے اور یہ نہ سوچیے کہ اب اگر عذاب ٹل جائے تو شاید یہ لوگ ایمان لے آئیں۔ اس لیے کہ میرا یہ فیصلہ ہے کہ انھیں کفر و سرکشی کی حالت ہی میں ڈوب جانا ہے۔ جب آپ اور دیگر اہل ایمان کشتی پر سوار ہو جائیں تو اللہ کا شکر بجا لائیے کہ اس نے آپ لوگوں کو ظالموں سے نجات دے دی اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا کیجیے کہ اے میرے رب! مجھے کسی مبارک جگہ اتار دے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں اور ہم اپنے بندوں کو خیر و شر کے ذریعے سے اس لیے آزماتے ہیں کہ کافر و مومن اور عاصی و مطیع کا فرق واضح ہو جائے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا

لَكُم مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّ مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

"پھر ان کے بعد ہم نے اور زمانے کے لوگ پیدا کیے۔ پھر ان میں انھی سے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم ڈرتے نہیں؟ اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنھوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انھیں دنیا کی زندگی میں خوشحال رکھا تھا، کہا یہ نہیں ہے مگر تمھارے جیسا ایک بشر، جو اس میں سے کھاتا ہے جس میں سے تم کھاتے ہو اور اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ اور بلاشبہ اگر تم نے اپنے جیسے ایک بشر کا کہنا مان لیا تو یقیناً تم اس وقت ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو گے۔ کیا یہ تمھیں وعدہ دیتا ہے کہ بے شک جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں بن گئے تو تم یقیناً نکالے جانے والے ہو۔ دوری ہے، دوری ہے اس کے لیے جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔ نہیں ہے یہ (زندگی) مگر ہماری اس دنیا کی زندگی، ہم (یہیں) مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں۔ یہ نہیں ہے مگر ایک آدمی، جس نے اللہ پر ایک جھوٹ گھڑ لیا ہے اور ہم ہرگز اسے ماننے والے نہیں ہیں۔ اس نے کہا اے میرے رب! میری مدد کر، اس کے بدلے کہ انھوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ فرمایا بہت تھوڑی مدت ہی میں یہ ضرور پشیمان ہو جائیں گے۔ تو انھیں چیخ نے حق کے ساتھ آ پکڑا۔ پس ہم نے انھیں کوڑا کرکٹ بنا دیا۔ سو ظالم لوگوں کے لیے دوری ہو۔"

"قَرْنًا اٰخَرِيْنَ" سے مراد قوم عاد یا قوم ثمود ہے، اس لیے کہ یہاں بتایا گیا ہے کہ اس قوم کو چیخ کے ذریعے سے ہلاک کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے انھی کے ایک فرد کو اپنا رسول بنا کر ان کے پاس بھیجا، جس نے انھیں ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی، اس لیے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور کہا کہ تم جو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہو تو کیا تمھیں ڈر نہیں لگتا کہ اس کا غضب تم پر نازل ہو جائے؟ تو سردارانِ قوم، جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی اور روزِ محشر میں اللہ کے سامنے حاضر ہونے کا انکار کیا تھا اور جو دنیا کے ناز و نعم میں مست تھے، انھوں نے کہا کہ یہ (ہود

یا صالح) تو تمھارے ہی جیسا ایک انسان ہے، تمھاری ہی طرح کھاتا پیتا ہے، پھر تم لوگ کیسے راضی ہو جاؤ گے کہ وہ تمھارا سردار بن بیٹھے؟ اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک آدمی کی اطاعت قبول کر لی تو اپنی عزت کھو بیٹھو گے اور بڑے خسارے میں رہو گے۔ پھر انھوں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا، اس کی یہ بات کتنی تعجب خیز ہے کہ جب تم لوگ مر کر مٹی بن جاؤ گے اور صرف تمھاری ہڈیاں رہ جائیں گی تو دوبارہ تمھیں زندہ کیا جائے گا۔ یہ بڑی انہونی اور بعید از عقل بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری دنیاوی زندگی جب ختم ہو جائے گی تو ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ یہ آدمی اللہ کے بارے میں جھوٹ بول رہا ہے کہ اللہ تمھیں دوبارہ زندہ کرے گا اور تمھارے اعمال کا حساب لے کر تمھیں جزا وسزا دے گا۔ اس لیے ہم اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ جب انھوں نے اپنے پیغمبر کی کھلے عام تکذیب کر دی، اپنے کفر کا اعلان کر دیا اور اللہ کے نبی ان کی جانب سے بالکل ناامید ہو گئے تو بالآخر انھوں نے اپنے رب سے مدد مانگی اور کہا، اے میرے رب! اب تو میری مدد فرما اور ان کی جانب سے مسلسل میری تکذیب کی وجہ سے انھیں ہلاک فرما۔ اللہ نے ان سے کہا کہ کچھ ہی عرصے کے بعد یہ لوگ اپنے کفر وسرکشی پر نادم ہوں گے۔ چنانچہ ایک روح فرسا چیخ نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا جس کے وہ حق دار تھے۔ وہ سیلاب کے کیڑے مکوڑوں کی مانند حقیر ترین شے بن گئے اور ظالموں کا ان کے کفر وعناد اور اللہ کے رسول کی مخالفت کی وجہ سے ایسا صفایا ہو گیا کہ دنیا ان کے بدترین وجود ہی سے پاک ہو گئی۔

﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ ﴾ : یعنی ان کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے چنگھاڑ نے انھیں آ پکڑا، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴾ [القمر : ۳۱] ”بے شک ہم نے ان پر ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ باڑ لگانے والے کی کچلی، روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو گئے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ۝ وَ اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۙ۝ وَ كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴾ [الحجر : ۸۰ تا ۸۳] ”اور بلاشبہ یقیناً ”حجر“ والوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا۔ اور ہم نے انھیں اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرنے والے تھے۔ اور وہ پہاڑوں سے مکان تراشتے تھے، اس حال میں کہ بے خوف تھے۔ پس انھیں صبح ہوتے ہی چیخ نے پکڑ لیا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۙ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴾ [هود : ۶۷، ۶۸] ”اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ جیسے وہ ان میں رہے ہی نہ تھے۔ سن لو! بے شک ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سن لو! ثمود کے لیے ہلاکت ہے۔“

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ؕ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ؕ۝

”پھر ان کے بعد ہم نے کئی اور زمانوں کے لوگ پیدا کیے۔ کوئی امت اپنے وقت سے نہ آگے بڑھتی ہے اور نہ وہ پیچھے

رہتے ہیں۔‘‘

’’ قُرُوۡنًا اٰخَرِیۡنَ ‘‘ سے مراد صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام کی قومیں ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ان سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ علم و قدرت کے اظہار کے لیے فرمایا کہ جس کافر قوم کی ہلاکت و بربادی کا جو وقت مقدر ہے، اس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳٤] ’’اور ہر امت کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو وہ ایک گھڑی نہ پیچھے ہوتے ہیں اور نہ آگے ہوتے ہیں۔‘‘

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾

’’پھر ہم نے اپنے رسول پے در پے بھیجے۔ جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا انھوں نے اسے جھٹلا دیا، تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا اور انھیں کہانیاں بنا دیا۔ سو دوری ہو ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ قوموں کے پاس انبیاء و رسل مسلسل بھیجتا رہا، لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر لوگ ان انبیاء کی تکذیب کرتے رہے، جس کے نتیجے میں ہم پے در پے انھیں ہلاک کرتے رہے، یہاں تک کہ دنیا ان کے وجود سے پاک ہو گئی اور آنے والی نسلوں کے لیے ان کے عبرت ناک قصے رہ گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَا۠ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ۳۹] ’’اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ﴾ [النحل : ۳٦] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہو گئی۔‘‘

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَ اَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ۬ بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ

فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

’’پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیات اور واضح دلیل دے کر بھیجا۔ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو انھوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے۔ تو انھوں نے کہا کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں، حالانکہ ان کے لوگ ہمارے غلام ہیں۔ تو انھوں نے دونوں کو جھٹلا دیا تو وہ ہلاک کیے گئے لوگوں میں سے ہو گئے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، تا کہ وہ (لوگ) ہدایت پائیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو معجزات، دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا، مگر فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی اطاعت و اتباع سے انکار کر دیا اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنے جیسے انسانوں کی بات کیسے تسلیم کر لیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرعون، اس کے سرداروں اور اس کی ساری قوم کو ایک ہی دن ہلاک کر دیا تھا۔ مزید فرمایا کہ فرعون اور فرعونیوں کی ہلاکت اور ان کی غلامی سے بنی اسرائیل کی آزادی کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کی، تا کہ بنی اسرائیل اس پر عمل کر کے رضائے الٰہی کی راہ پر گامزن رہیں۔

فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ : جو لوگ ایمان لا کر سرکشی کرتے رہے ان پر بھی آسمان سے عذاب نازل ہوا، ارشاد فرمایا: ﴿ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۶۲] ’’تو ان میں سے جنھوں نے ظلم کیا، انھوں نے بات کو اس کے خلاف بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی، تو ہم نے ان پر آسمان سے ایک عذاب بھیجا، اس وجہ سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔‘‘ کبھی وہ بندر بنا دیے گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۶۶] ’’پھر جب وہ اس بات میں حد سے بڑھ گئے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔‘‘ کبھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ذریعے سے ان پر عذاب بھیجا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَضَيْنَاۤ اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴾ [بني إسرائیل : ۴، ۵] ’’اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں فیصلہ سنا دیا تھا کہ بے شک تم زمین میں ضرور دو بار فساد کرو گے اور بے شک تم ضرور سرکشی کرو گے، بہت بڑی سرکشی۔ پھر جب ان دونوں میں سے پہلی کا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت لڑائی والے کچھ بندے بھیجے، پس وہ گھروں کے اندر گھس گئے اور یہ ایسا وعدہ تھا جو (پورا) کیا ہوا تھا۔‘‘

وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾

”اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو عظیم نشانی بنایا اور دونوں کو ایک بلند زمین کی طرف جگہ دی، جو رہنے کے لائق اور بہتے پانی والی تھی۔“

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی نشانی ہے کہ بغیر باپ کے نطفہ کے ان کی ماں مریم علیہا السلام کے رحم میں ان کا حمل قرار پا گیا۔ انسانی قدرت سے بالا تر یہ واقعہ بنی نوع انسان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ؕ

”اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام پیغمبروں کو حکم دیا تھا کہ وہ حلال کھائیں اور اعمال صالحہ بجا لائیں۔ یہ حکم اس بات کی دلیل ہے کہ اکل حلال عمل صالح کے لیے معاون ثابت ہوتا ہے۔ تمام انبیائے کرام نے اس ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل فرمائی۔ قول و عمل اور نصیحت و راہنمائی کے اعتبار سے انھوں نے ہر خیر و بھلائی کو پیش نظر رکھا تھا۔

اس آیت کا منشا یہ ہے کہ لوگوں کو پاکیزہ چیزیں کھانی چاہییں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم اپنے تمام رسولوں کو دیا تھا اور جو حکم رسولوں کو دیا تھا وہی عام انسانوں کے لیے بھی واجب التعمیل ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک مال ہی قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وہی حکم دیا جو رسولوں کو دیا، فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ [المؤمنون : ۵۱] ”اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ [البقرة : ۱۷۲] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا فرمائی ہیں۔“ پھر آپ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں، (آپ نے فرمایا): ”وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ کھانا اس کا حرام ہے، پینا اس کا حرام ہے، لباس اس کا حرام ہے اور حرام غذا سے اس کی پرورش ہوئی ہے، تو ایسی حالت میں اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟“ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب و تربیتها : ۱۰۱۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کا کوئی نبی ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔“ لوگوں نے پوچھا، کیا آپ نے بھی؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! میں بھی چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا

تھا۔“ [بخاری، کتاب الإجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط : ۲۲۶۲]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ روزہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ قیام بھی داؤد علیہ السلام کا قیام ہے، وہ آدھی رات سوتے تھے اور تہائی رات نماز تہجد پڑھتے اور پھر چھٹا حصہ سو جاتے تھے اور وہ ایک دن روزہ رکھتے اور اگلے دن نہیں رکھتے تھے اور آپ میدان جنگ سے کبھی پیٹھ نہ دکھاتے۔“ [مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر ...... الخ : ۱۸۷، ۱۸۹/۱۱۵۹۔ بخاری، کتاب التھجد، باب من نام عند السحر : ۱۱۳۱]

سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انسان کے لیے بہترین اور پاک کھانا وہی ہے جو وہ اپنے ہاتھ کی (حلال) کمائی سے کھائے اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔“ [بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل و عملہ بیدہ : ۲۰۷۲]

وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾

”اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔ پھر وہ اپنے معاملے میں آپس میں کئی گروہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہر گروہ کے لوگ اسی پر خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔ سو تو انھیں ایک وقت تک ان کی غفلت میں رہنے دے۔“

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے یہ بھی کہا کہ آپ سب کا دین ایک ہی ہے، وہ یہ ہے کہ لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلائیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ [آل عمران : ۱۹] ”بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔“ اور فرمایا کہ تمام بنی نوع انسان کا رب بھی صرف میں ہوں، اس لیے اگر انھوں نے میری وحدانیت کا انکار کر کے میرے ساتھ غیروں کو عبادت میں شریک بنایا، تو پھر انھیں میرے عقاب و عذاب کا انتظار کرنا چاہیے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو تمام انبیاء کو ایک ہی دین دے کر بھیجا، لیکن انبیاء کے گزر جانے کے بعد لوگ مختلف جماعتوں اور فرقوں میں بٹ گئے۔ پہلے تو یہود و نصاریٰ بنے، پھر ہر ایک کے بیسیوں فرقے بن گئے۔ اسی طرح جن لوگوں نے شرک کی راہ اختیار کی، ان کی بھی مختلف جماعتیں بنتی چلی گئیں۔ ہر جماعت بزعم خود خوش ہوتی رہی کہ وہی حق پر ہے اور دوسری جماعتیں گمراہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ انھیں ضلالت و گمراہی میں یونہی غلطاں و پیچاں چھوڑ دیجیے۔ ان کے اندر حق قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور اگر ان پر عذاب نازل نہیں ہوتا تو تنگ دل نہ ہوئیے، کیونکہ اللہ کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ

رُوَيۡدًا﴾ [الطارق : ۱۷] ''سو کافروں کو مہلت دے، مہلت دے انھیں تھوڑی سی مہلت'' اور فرمایا: ﴿ذَرۡهُمۡ يَاۡكُلُوۡا وَيَتَمَتَّعُوۡا وَيُلۡهِهِمُ الۡاَمَلُ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ﴾ [الحجر : ۳] ''انھیں چھوڑ دے، وہ کھائیں اور فائدہ اٹھائیں اور انھیں امید غافل رکھے، پھر جلدی جان لیں گے۔''

اَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّبَنِيۡنَ ۙ نُسَارِعُ لَهُمۡ فِي الۡخَيۡرٰتِ ؕ بَلۡ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ ۝

''کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں، بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔''

فرمایا کہ ہم جو کافروں کے مال اور اولاد میں بڑھاوا دے رہے ہیں، تو کیا وہ اس خوش فہمی میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہم انھیں خیرات و برکات سے نوازنے میں جلدی کر رہے ہیں؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ وہ جانوروں کی مانند عقل و شعور سے عاری ہیں۔ اسی لیے تو وہ سمجھ نہیں پا رہے ہیں کہ درحقیقت ان کے لیے ڈھیل دی گئی ہے، تاکہ گناہوں کی طرف مزید پیش قدمی کرتے چلے جائیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِي الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ﴾ [التوبة : ۵۵] ''سو تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ذَرۡنِيۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِيۡدًا ۝ وَّجَعَلۡتُ لَهٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا ۝ وَّبَنِيۡنَ شُهُوۡدًا ۝ وَّمَهَّدۡتُّ لَهٗ تَمۡهِيۡدًا ۝ ثُمَّ يَطۡمَعُ اَنۡ اَزِيۡدَ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيۡدًا﴾ [المدثر : ۱۱ تا ۱۶] ''چھوڑ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور میں نے اسے لمبا چوڑا مال عطا کیا۔ اور حاضر رہنے والے بیٹے (عطا کیے)۔ اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح تیار کرنا۔ پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات کا سخت مخالف رہا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ بِالَّتِيۡ تُقَرِّبُكُمۡ عِنۡدَنَا زُلۡفٰۤى اِلَّا مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمۡ جَزَآءُ الضِّعۡفِ بِمَا عَمِلُوۡا وَهُمۡ فِي الۡغُرُفٰتِ اٰمِنُوۡنَ﴾ [سبا : ۳۷] ''اور نہ تمھارے مال ایسے ہیں اور نہ تمھاری اولاد جو تمھیں ہمارے ہاں قرب میں نزدیک کر دیں، مگر جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے دوگنا بدلہ ہے، اس کے عوض جو انھوں نے عمل کیا اور وہ بالا خانوں میں بے خوف ہوں گے۔''

اِنَّ الَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡيَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ۝ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِرَبِّهِمۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ ۝ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ اَنَّهُمۡ اِلٰى رَبِّهِمۡ رٰجِعُوۡنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوۡنَ فِي الۡخَيۡرٰتِ وَهُمۡ لَهَا سٰبِقُوۡنَ ۝

”بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔ اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کی طرف آگے نکلنے والے ہیں۔“

کافروں کے برعکس اللہ کی جانب سے خیرات و برکات کے حق دار وہ ہوتے ہیں جو مندرجہ ذیل چار صفات سے متصف ہوتے ہیں، پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کے عذاب کے خوف سے لرزاں رہتے ہیں، دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی آیتوں اور دلیلوں پر ایمان رکھتے ہیں، تیسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کا کسی کو شریک نہیں بناتے اور چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے خائف رہتے ہیں کہ معلوم نہیں صدقہ قبول ہوگا بھی یا نہیں۔ انھیں یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ قیامت کے دن انھیں اللہ کے عذاب سے کیسے چھٹکارا ملے گا؟ آخر میں فرمایا کہ یہی لوگ درحقیقت ہر خیر و برکت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴾ [النور : ۳۶، ۳۷] ”ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے، اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں ان میں صبح و شام۔ وہ مرد جنھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے سے نہ کوئی تجارت غافل کرتی ہے اور نہ کوئی خرید و فروخت، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔“ قیامت سے ڈرنے والوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا۝ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ﴾ [الدھر : ۷ تا ۱۱] ”جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بہت منہ بنانے والا، سخت تیوری چڑھانے والا ہوگا۔ پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔“

وَ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ : یعنی وہ دیتے ہیں اور ساتھ ہی ڈرتے بھی

ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا دیا ہوا قبول ہی نہ ہو، کیونکہ انھیں خدشہ رہتا ہے کہ شاید انھوں نے دینے کی شرائط کو پورا ہی نہ کیا ہو اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور احتیاط کی وجہ سے ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٦٠] ”اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا، کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، اے صدیق کی بیٹی! یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور اس کے باوجود ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی نیکیاں قبول نہ ہوں۔“ اور آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٦١] ”یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کی طرف آگے نکلنے والے ہیں۔“ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المؤمنون : ۳۱۷۵۔ مسند أحمد : ۲۰۵/٦، ح : ۲۵۷٦۰]

وَ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ لَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

”اور ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی وسعت کے مطابق اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے دنیا میں اپنے بندوں کے لیے جو شریعت مقرر فرما رکھی ہے، وہ مبنی بر عدل ہے اور وہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا کہ جسے برداشت کرنے اور جس کے مطابق عمل کرنے کا اسے مقدور ہی نہ ہو۔ اس کے بعد اللہ نے بھلائی کی طرف سبقت کرنے والوں کو بتایا کہ ان کے اعمال ایک ایسی کتاب میں لکھے جا رہے ہیں جو کسی بھی نیکی یا بدی کو ضائع نہیں ہونے دیتی۔ اس لیے ان کے ساتھ بے انصافی نہیں ہوگی، بلکہ ان نیکیوں کا انھیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک دین آسان ہے اور دین میں جو کوئی سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آ جائے گا (اس کی سختی نہ چل سکے گی)، اس لیے اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو اور (جہاں تک ممکن ہو) میانہ روی کی چال چلو (اور ثواب کی امید رکھو) اور خوش رہو اور صبح کی عبادت، شام کی عبادت اور آخر رات کی عبادت سے مدد حاصل کرو۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب الدین یسر : ۳۹]

وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ : یعنی کتابِ اعمال، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ؕ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الجاثیة : ۲۸، ۲۹] ”اور تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا، ہر امت اپنے اعمال نامہ کی طرف بلائی جائے

گی، آج تمھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے، بے شک ہم لکھواتے جاتے تھے، جو تم عمل کرتے تھے۔‘‘

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

’’بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور ان کے لیے اس کے سوا کئی کام ہیں، وہ انھی کو کرنے والے ہیں۔‘‘

یہاں سے روئے سخن کفار کی طرف پھیر دیا گیا ہے کہ مذکورہ بالا آیتوں میں بھلائی کی طرف سبقت کرنے والے مومنوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، ان سے یہ کفار کوسوں دور ہیں اور ان کے دلوں پر غفلت طاری ہے اور کفر و شرک کے علاوہ بھی انھوں نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے، جو ان کے نامۂ اعمال میں درج ہیں اور یہ سارے اعمال انھیں جہنم تک پہنچا کر رہیں گے۔

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا : یعنی ان کے دل اس قرآن کی طرف سے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے، غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴾ [ق : ۲۰ تا ۲۲] ’’اور صور میں پھونکا جائے گا، یہی عذاب کے وعدے کا دن ہے۔ اور ہر شخص آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً تو اس سے بڑی غفلت میں تھا، سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ دور کر دیا، تو تیری نگاہ آج بہت تیز ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۹۷] ’’اور سچا وعدہ بالکل قریب آ جائے گا تو اچانک یہ ہوگا کہ ان لوگوں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی جنھوں نے کفر کیا۔ ہائے ہماری بربادی! بے شک ہم اس سے غفلت میں تھے، بلکہ ہم ظلم کرنے والے تھے۔‘‘

وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ : یعنی کچھ دیگر اعمال بھی ان کے مقدر میں لکھ دیے گئے ہیں، جنھیں یہ اپنی موت سے پہلے ضرور انجام دیں گے، تاکہ عذاب کے مستحق قرار پا سکیں، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، مگر کتاب اس سے سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل دوزخ کا سا کوئی عمل کر کے جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أمه …… الخ : ۲۶۴۳۔ بخاری، کتاب القدر، باب : ۶۵۹۴]

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ

سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

"یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے اچانک وہ بلبلا رہے ہوں گے۔ آج مت بلبلاؤ، بے شک تم کو ہماری طرف سے مدد نہ دی جائے گی۔ بے شک میری آیات تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جایا کرتے تھے۔ تکبر کرتے ہوئے، رات کو باتیں کرتے ہوئے اسی کے بارے میں بے ہودہ گوئی کرتے تھے۔"

جن کفار مکہ کو اللہ تعالیٰ نے مال و اولاد سے نوازا تھا اور ان کی رسی ڈھیلی کر دی تھی کہ کفر و شرک میں تیزی سے آگے بڑھتے چلے جائیں، جب میدانِ بدر میں اللہ نے ان کی گرفت کی اور قید و بند اور قتل کی صورت میں اس کا عذاب ان پر مسلط ہو گیا، یا جب رسول اللہ ﷺ کی دعا کی وجہ سے اللہ نے انھیں قحط سالی میں مبتلا کر دیا، تو چیخ پکار کرنے لگے۔ اس وقت اللہ نے ان سے کہا کہ اب چیخ پکار کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اب ہمارے عذاب سے نجات دلانے کے لیے تمھارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ جب میری آیتیں تمھارے سامنے پڑھی جاتی تھیں اور کہا جاتا تھا کہ ان سے نصیحت حاصل کرو تو تم منہ موڑ کر چل دیتے تھے اور اس غرور میں مبتلا تھے کہ تم لوگ اہل حرم ہو، بھلا تم پر کون غالب آ سکتا ہے؟ اور خانہ کعبہ کے گرد اپنی راتوں کی مجلس میں قرآن میں عیب نکالتے تھے، کبھی اسے جادو بتاتے تھے تو کبھی شعر، یوں اس کتاب سے سرکشی کرتے اور باتیں بناتے ہوئے بے ہودہ گوئی کرتے تھے۔ ان کی اس بے ہودہ گوئی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٢٦] "اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور کرو، تاکہ تم غالب رہو۔" اور فرمایا: ﴿ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ڰ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ښ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ٢ تا ٥] "ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو مگر وہ اسے مشکل سے سنتے ہیں اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔ اس حال میں کہ ان کے دل غافل ہوتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے خفیہ سرگوشی کی جنھوں نے ظلم کیا تھا، یہ تم جیسے ایک بشر کے سوا ہے کیا؟ تو کیا تم جادو کے پاس آتے ہو، حالانکہ تم دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا میرا رب آسمان و زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ بلکہ انھوں نے کہا یہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ شاعر ہے، پس یہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جیسے پہلے (رسول) بھیجے گئے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴾ [الصافات : ٣٥، ٣٦] "بے شک وہ

ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا واقعی ہم یقیناً اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟''

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَأْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾

''تو کیا انھوں نے بات میں خوب غور نہیں کیا، یا ان کے پاس وہ چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی۔ یا انھوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا تو وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں۔ یا کہتے ہیں کہ اسے کوئی جنون ہے، بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو برا جاننے والے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول کے بعد اہل قریش کا کفر پر اصرار قابل حیرت امر تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی زجر و توبیخ کی ہے اور کہا ہے کہ انھوں نے قرآن میں صدق دل سے غور و فکر کیوں نہیں کیا، تاکہ یہ بات ان پر آشکارا ہو جاتی کہ یہ اللہ کی سچی کتاب ہے اور جن پر نازل ہوئی ہے وہ اس کے سچے رسول ہیں۔ ان کی یہ بات بھی قابل ملامت ہے کہ انھوں نے قرآن اور عقیدۂ توحید کا اس لیے انکار کر دیا کہ یہ ان کے آبا و اجداد کا عقیدہ نہیں تھا اور ان کی یہ بات بھی قابل حیرت ہے کہ جس آدمی کو انھوں نے بچپن سے جانا پہچانا، زندگی بھر جس کی صداقت و امانت کی گواہی دی، جب انھوں نے اسلام کی دعوت پیش کی تو ان کے ساتھ ایسا کرنے لگے، جیسے پہلے سے ان کے اخلاق و کردار کو جانتے ہی نہیں تھے۔ اس سے بھی گھناؤنی بات ان کا یہ بہتان ہے کہ محمد (ﷺ) کو جنون لاحق ہو گیا ہے، حالانکہ تمام کفار مکہ جانتے تھے کہ محمد ﷺ ان میں سب سے زیادہ عقل مند اور سنجیدہ آدمی ہیں۔ اسی لیے اللہ نے اس کے بعد کہا، بات دراصل یہ ہے کہ کفار خوب جانتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور محمد (ﷺ) ان سب سے زیادہ صادق و امین اور عاقل و سمجھدار انسان ہیں اور جس دین کی طرف وہ انھیں بلا رہے ہیں وہ دین برحق ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ اپنے کبر و نخوت اور کفر و سرکشی کی وجہ سے اس کا انکار کر رہے ہیں۔

وَ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾

''اور اگر حق ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے تو یقیناً سب آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، بگڑ جائیں، بلکہ ہم ان کے پاس ان کی نصیحت لے کر آئے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر وضلالت کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر دین اسلام ان کی خواہشات کے مطابق ہوتا، تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا اور آسمان اور زمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات خواہشات نفس کی اتباع اور گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جاتیں۔ اس کے بعد بیان کیا ہے کہ قرآن اہل عرب کی زبان میں نازل ہوا ہے اور انھی میں سے ایک فرد پر نازل ہوا ہے، یہ بات ان کے لیے باعث فخر وعزت تھی، لیکن انھوں نے اپنے کبر ونخوت کی وجہ سے اس سے منہ موڑ لیا ہے۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ: یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان کے نفسوں کی خواہشوں کے پیچھے چلے اور ان کی خواہشوں کے مطابق احکام شریعت نازل فرمائے تو آسمان وزمین اور جو ان میں ہیں وہ سب ان کی غلط خواہشات کی وجہ سے درہم برہم ہو جائیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴾ [مریم : ۸۸ تا ۹۰] ”اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ [الحج : ۳۱] ”اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۵۱] ”اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ہٹانا نہ ہوتا تو یقیناً زمین برباد ہو جاتی اور لیکن اللہ جہانوں پر بڑے فضل والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۲۲] ”اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔ سو پاک ہے اللہ جو عرش کا رب ہے، ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔“

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ۝

”یا تو ان سے کسی آمدنی کا مطالبہ کرتا ہے تو تیرے رب کی آمدنی بہتر ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔ اور بے شک تو یقیناً انھیں سیدھے راستے کی طرف بلاتا ہے۔ اور بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، یقیناً اصل راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔“

کفار مکہ کی حالت پر مزید تعجب کیا گیا ہے کہ آپ ان سے تبلیغ اسلام کا کوئی معاوضہ بھی تو نہیں مانگتے ہیں کہ ان پر یہ بات گراں گزر رہی ہے۔ آپ کو تو آپ کے رب کی طرف سے جو روزی مل رہی ہے اور آخرت میں جو اجر وثواب ملے گا

وہ ہر چیز سے بہتر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو سب سے بہتر روزی رساں ہے۔ آپ تو انھیں اس راہ کی طرف بلا رہے ہیں جو بالکل سیدھی راہ ہے، اس میں کوئی کجی نہیں ہے، یعنی آپ انھیں دین اسلام کی طرف بلا رہے ہیں۔ اس لیے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ آپ کا احسان مانتے اور اسے فوراً قبول کر لیتے، لیکن چونکہ وہ لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اس لیے اس دین کو قبول کرنے سے اعراض کر رہے ہیں۔

وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ لَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَ مَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾

”اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور انھیں جو بھی تکلیف لاحق ہے دور کر دیں تو بھی وہ یقیناً اپنی سرکشی میں اصرار کریں گے، اس حال میں کہ بھٹک رہے ہوں گے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا، پھر بھی وہ نہ اپنے رب کے آگے جھکے اور نہ عاجزی اختیار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب والا کوئی دروازہ کھولا، اچانک وہ اس میں ناامید تھے۔“

اہل قریش کے کفر و طغیان پر مزید نکیر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ ان کا باطن اس قدر سیاہ ہو چکا ہے کہ اگر ہم ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے بھوک اور قحط سالی کی تکلیف کو دور بھی کر دیں، تو بھٹکتے پھریں گے اور ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کا عملی تجربہ بھی ہو چکا ہے کہ ہم نے انھیں بھوک اور قحط سالی میں مبتلا کیا اور میدانِ بدر میں ان میں سے بہت سے قتل کیے گئے اور جو باقی رہے وہ پابند سلاسل کر لیے گئے، لیکن انھیں اس کی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اپنے رب کے سامنے جھکتے اور گریہ و زاری کرتے، بلکہ اپنے کفر پر اکڑے رہے۔ چنانچہ جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی، تو ہم نے ان کے سامنے شدید عذاب کا ایک دروازہ کھول دیا جس کی سختیوں نے انھیں بھیانک یاس و ناامیدی میں مبتلا کر دیا۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ : عذاب سے مراد یہاں وہ شکست ہے جو جنگ بدر میں کفارِ مکہ کو ہوئی، جس میں ان کے ستر (۷۰) آدمی مارے گئے، یا وہ قحط سالی کا عذاب ہے جو نبی اکرم ﷺ کی بددعا کے نتیجے میں ان پر آیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ کافر قوم اگر سرکشی کرتی ہے اور ایمان نہیں لاتی تو وہ پہلے چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجتا ہے، تاکہ ان عذابوں کو دیکھ کر وہ سنبھل جائیں اور ایمان لے آئیں، لیکن جب وہ چھوٹے عذابوں کا کوئی اثر نہیں لیتے، بدستور سرکشی پر قائم رہتے ہیں تو یکایک بڑا عذاب بھیج کر ان سب کو تباہ کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۹۴، ۹۵] ”اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا،

تاکہ وہ گڑگڑائیں۔ پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل کر دے دی، یہاں تک کہ وہ خوب بڑھ گئے اور انھوں نے کہا یہ تکلیف اور خوشی تو ہمارے باپ دادا کو (بھی) پہنچی تھی۔ تو ہم نے انھیں اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ قریش (کسی طرح بھی) آپ کی بات نہیں سنتے تو آپ نے یہ دعا کی: « اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلَیْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ یُوْسُفَ » ”اے اللہ! یوسف کے زمانے کے سات سالہ قحط کی طرح ان پر سات سال کا قحط بھیج کر میری مدد فرما۔“ اس پر وہ قحط میں مبتلا ہو گئے اور قحط نے ہر چیز کو تباہ کر دیا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ ہڈیاں، مردار اور چمڑے تک کھا گئے۔ (بھوک اور نقاہت کی وجہ سے انھیں محسوس ہوتا کہ) دھویں کے مثل کوئی چیز زمین سے نکلنے لگی ہے۔ چنانچہ ابو سفیان آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے محمد! آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ان سے یہ قحط ختم کر دے۔ آپ نے درخواست منظور فرمالی اور دعا فرمائی (تو قحط ختم ہو گیا)، لیکن وہ اس کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ثم تولوا عنه و قالوا معلم مجنون ﴾ : ٤٨٢٤]

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾

”اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، بہت کم تم شکر کرتے ہو۔ اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔“

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر یقیناً قادر ہے، اس لیے کہ اس کی قدرت کا عالم یہ ہے کہ اس نے انسانوں کے مٹی سے بنے اجسام میں سننے اور دیکھنے کی صلاحیت پیدا کی ہے، گوشت کا ایک لوتھڑا پیدا کیا جسے دل کہا جاتا ہے اور جس میں سوچنے اور سمجھنے کی قدرت رکھی ہے۔ ان نعمتوں سے مومن و کافر بھی فائدہ اٹھاتے ہیں، لیکن مشرکین ان کا شکر ادا نہیں کرتے، کیونکہ شکر کا عملی تقاضا یہ تھا کہ وہ ایمان لے آتے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ اس نے انسانوں کو پہلی بار بغیر کسی سابق نمونے کے پیدا کیا اور نظام تناسل کے ذریعے سے ان کی نسل کو بڑھا کر اسے چہار دانگ عالم میں پھیلا دیا اور جب قیامت آئے گی تو جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا ہے، وہ یقیناً انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

وَ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾

”اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے قبضہ میں رات اور دن کا بدلنا ہے، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟ بلکہ انھوں

نے کہا جیسے پہلوں نے کہا تھا۔ انھوں نے کہا کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے، کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو یہی وعدہ دیا گیا۔ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔"

اللہ تعالیٰ ہی پانی کے ایک قطرے کو لوتھڑے میں تبدیل کرتا ہے، پھر خون کے لوتھڑے میں روح پھونکتا ہے اور مختلف اطوار سے گزار کر مکمل انسان کی شکل میں رحم مادر سے باہر نکالتا ہے اور وہی ہے جو لیل و نہار کو گھٹاتا بڑھاتا ہے۔ ان تصرفات پر اس کے علاوہ کوئی دوسرا قادر نہیں ہے۔ تو اے اہل مکہ! تمھاری عقل میں اتنی سی بات بھی نہیں آتی کہ جس نے پہلی بار بغیر سابق نمونہ کے تمھیں پیدا کیا تھا، وہ یقیناً تمھیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جس کے دل کی آنکھ اندھی ہو اسے دلیل و برہان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اسی لیے تم نے تمام دلائل و براہین سننے کے باوجود گزشتہ منکرینِ آخرت کی طرح یہی کہا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہماری صرف ہڈیاں رہ جائیں گی، تو کیا ہم دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے جائیں گے؟ اس سے پہلے بھی ہم سے اور ہمارے آبا و اجداد سے ایسی بات کہی جاتی رہی ہے، لیکن اب تک تو کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ اس لیے یہ پرانی کتابوں کی کہانیاں ہیں جنھیں لوگ بیان کرتے آ رہے ہیں، حقیقت سے اس بات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

دوبارہ پیدا کیے جانے کے متعلق کفارِ مکہ کے اشکالات کا اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ ذکر فرمایا ہے اور ان کو دندانِ شکن جواب دیے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [یٰس : ۷۷ تا ۸۲] "اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔ وہ جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر یکا یک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔ اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے۔" اور فرمایا: ﴿ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

ءَ اِذَا مِتۡنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ۙ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿ؕ۱۷﴾ قُلۡ نَعَمۡ وَ اَنۡتُمۡ دَاخِرُوۡنَ ﴿ۚ۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِیَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ ﴾ [الصافات : ۱۱ تا ۱۹] ''سو ان سے پوچھ کیا یہ پیدا کرنے کے اعتبار سے زیادہ مشکل ہیں، یا وہ جنھیں ہم نے پیدا کیا؟ بے شک ہم نے انھیں ایک چپکتے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔ بلکہ تو نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب انھیں نصیحت کی جائے وہ قبول نہیں کرتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو خوب مذاق اڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ صاف جادو کے سوا کچھ نہیں۔ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو چکے تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟ کہہ دے ہاں! اور تم ذلیل ہو گے۔ سو وہ بس ایک ہی ڈانٹ ہوگی، تو یکایک وہ دیکھ رہے ہوں گے۔''

قُلۡ لِّمَنِ الۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِیۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۴﴾ سَیَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۸۶﴾ سَیَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۸۷﴾ قُلۡ مَنۡۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَیۡءٍ وَّ هُوَ یُجِیۡرُ وَ لَا یُجَارُ عَلَیۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۸﴾ سَیَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ فَاَنّٰی تُسۡحَرُوۡنَ ﴿۸۹﴾

''کہہ یہ زمین اور اس میں جو کوئی بھی ہے کس کا ہے، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کا ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ کہہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ کہہ کون ہے وہ کہ صرف اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کے لیے ہے۔ کہہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟''

بعث بعد الموت کے عقیدے پر مزید دلائل بیان کیے جا رہے ہیں کہ اے میرے رسول! اگر آپ ان کافروں سے پوچھیں کہ زمین اور اس پر موجود تمام مخلوقات کا مالک کون ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے انھیں پیدا کیا ہے اور وہی ان کا مالک ہے۔ تو پھر آپ ان سے کہیے کہ تم اتنی بات کا ادراک نہیں کر پاتے ہو کہ جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا ہے، وہ انھیں دوبارہ پیدا کرنے پر یقیناً قادر ہے اور اے میرے رسول! اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ اللہ ان کا رب ہے، پھر آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تم لوگ یہ جاننے کے باوجود اس کے ساتھ کسی کو شریک بناتے ہو اور قرآن اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہو، تو کیا تم اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں ہو؟ اور اے میرے رسول! اگر آپ ان سے یہ پوچھیں کہ ہر چیز کا مالک کون ہے اور کس کے ہاتھ میں ہر چیز کا خزانہ ہے؟ کون ہے وہ جو جسے چاہتا ہے پناہ دیتا ہے اور کوئی نہیں جو اسے روک دے اور جسے وہ نقصان پہنچانا چاہے، کوئی نہیں جو

اسے بچا لے؟ تو وہ کہیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی ان باتوں پر قادر نہیں ہے۔ تو پھر آپ ان سے کہہ دیجیے کہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے کیوں دھوکا کھاتے ہو اور کیوں بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہو؟

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

''بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قول برحق کی خبر دے دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس حقیقت کے اثبات کے لیے اس نے قطعی اور واضح دلائل پیش کر دیے ہیں۔ اس لیے کفارِ مکہ جو اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں، تو یہ محض ان کی افترا پردازی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۱۷] ''اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاں پائیں گے۔''

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

''اللہ نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی اس کے ساتھ کوئی معبود تھا، اس وقت ضرور ہر معبود، جو کچھ اس نے پیدا کیا تھا، اسے لے کر چل دیتا اور یقیناً ان میں سے بعض بعض پر چڑھائی کر دیتا۔ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے، پس وہ بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی نہ کوئی اولاد بنائی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، اس لیے کہ اگر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک اپنی مخلوقات میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا اور نتیجہ یہ ہوتا کہ نظام عالم کو سنبھالنے میں ان کے درمیان ٹکراؤ پیدا ہوتا، لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے، پورے عالم کا نظام غایت درجہ منظم ہے اور ہر چیز ایک دوسرے سے ایک خاص نظام کے مطابق جڑی ہوئی ہے۔ نیز اگر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا اور اگر دونوں ایک دوسرے کے مقابلے میں عاجز ہوتے تو معبود نہ ہوتے۔ اگر ایک غالب ہوتا اور دوسرا مغلوب، تو مغلوب معبود نہ ہوتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ یعنی اس کی ذات ظالم مشرکوں کے اس دعویٰ سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہے یا اس کا کوئی شریک ہے۔ وہ تو غائب و حاضر سب کا علم رکھتا ہے، اس لیے اس کی ذات

مشرکوں کی افترا پردازی سے بلند و بالا ہے۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَ اِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾

''تو کہہ اے میرے رب! اگر تو کبھی مجھے ضرور ہی وہ (عذاب) دکھائے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں۔ تو اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا۔ اور بے شک ہم اس بات پر کہ تجھے وہ (عذاب) دکھائیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، ضرور قادر ہیں۔''

اس اسلوب کلام میں ان مشرکین مکہ کے لیے دھمکی ہے جنھوں نے بعثت محمد (ﷺ) اور نزول قرآن سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور اپنے کفر و شرک پر جمے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا، آپ دعا کرتے رہیے کہ اے میرے رب! اگر تو کافروں پر عذاب کے نازل ہونے کے وقت تک مجھے زندہ رکھے تو ان ظالموں کے ساتھ مجھ پر عذاب نہ نازل کرنا۔ اللہ نے فرمایا کہ جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے، ہم اسے کسی وقت بھی لانے پر قادر ہیں، لیکن حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ اسے اس کے وقتِ مقرر تک مؤخر رکھا جائے۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ((وَاِذَا اَرَدْتَّ فِتْنَةً فِيْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ)) ''اے اللہ! جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ارادہ کرے، تو مجھے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے اٹھا لینا۔'' [مسند أحمد : ۵/۲۴۳، ح : ۲۲۱۷۰۔ ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة صٓ : ۳۲۳۵]

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾

''اس طریقے سے برائی کو ہٹا جو سب سے اچھا ہو، ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل قریش سے چونکہ عذاب کا وعدہ کر رکھا تھا، اس لیے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ مشرکین آپ کا اور دین اسلام کا جو مذاق اڑاتے ہیں، اس پر آپ صبر کریں، درگزر کریں اور جہاد کے حکم کا انتظار کریں۔ آیت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ مشرکینِ مکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کا کوئی شریک ہے، یا اس کا کوئی لڑکا ہے، یا وہ جو کچھ اس کے رسول ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ جھوٹا ہے، یا قیامت اور بعث بعد الموت کی تکذیب کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان ساری باتوں سے واقف ہے اور ان مشرکوں کو اس کا عذاب بھگتنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۴، ۳۵] ''اور نہ نیکی برابر

ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔''

وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

''اور تو کہہ اے میرے رب! میں شیطانوں کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے رب! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں۔''

مسلمانوں کو اہل کفر سے عفو و درگزر کرنے کی تعلیم دینے کے لیے نبی کریم ﷺ اور ان کی امت کو شیطان کے زغوں اور وسوسوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے ذریعے سے شیطان مردود اور اس کے وسوسوں سے پناہ مانگتے رہیں۔ شیطان سے حفاظت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بہت سی دعائیں بتائی ہیں، مثلاً سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دن بھر میں سو بار یہ کلمہ پڑھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ » ''اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے، اسی کو تعریف سجتی ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے'' تو اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، سو نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی، سو برائیاں اس کی مٹائی جائیں گی اور وہ اس دن شام تک شیطان (کے شر) سے محفوظ رہے گا اور کوئی اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا مگر جو اس سے بھی زیادہ تعداد میں یہ کلمہ پڑھے۔''

[بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده : ۳۲۹۳]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔ لہٰذا جب تم میں سے کسی کو برا خواب دکھائی دے، جس سے وہ ڈر جائے تو اسے چاہیے کہ (جاگتے ہی) اپنی بائیں طرف تھوکے اور اس کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگے (اگر وہ ایسا کرے گا) تو شیطان اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔'' [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده : ۳۲۹۲]

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے شروع میں اس طرح تعوذ پڑھتے: « اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ نَفْخِهٖ وَ نَفْثِهٖ وَ هَمْزِهٖ » ''میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان کے دم، پھونک اور جنون سے۔'' [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء : ۷٦٤]

سیدنا ابو الیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ ! اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَدْمِ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّیْ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ، وَالْحَرَقِ، وَالْهَرَمِ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ

يَتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتَ فِيْ سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا، وَ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِيْغًا» ”اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی مکان یا دیوار مجھ پر آ گرے اور اس بات سے کہ کسی بلند مقام سے گر پڑوں اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں غرق ہونے سے، جلنے سے اور بہت زیادہ بوڑھا ہو جانے سے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ شیطان مجھے موت کے وقت بدحواس کر دے اور اس بات سے کہ جہاد میں پیٹھ پھیرتے ہوئے مروں اور اس کیفیت سے کہ زہریلے جانور کے کاٹنے سے مجھے موت آئے۔“ [أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب فی الاستعاذۃ : ۱۵۵۲]

سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دو آدمی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے، ان میں سے ایک دوسرے کو گالیاں دے رہا تھا اور اس کا منہ سرخ ہو گیا تھا، گردن کی رگیں پھول گئی تھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مجھے ایک دعا معلوم ہے اگر یہ شخص اس کو پڑھے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا، یعنی اگر وہ یہ دعا پڑھے: «اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ» [بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب ...... الخ : ۶۱۱۵]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرتے وقت یہ کہے: « بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا » ”اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور اسے بھی جو تو ہمیں عطا کرے“ پھر اگر اس کی اولاد ہوگی تو شیطان اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور نہ اس پر قابو پائے گا۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ إبلیس و جنودہ : ۳۲۷۱]

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں تھے، تو میں رات کو آپ سے ملنے آئی اور کچھ باتیں کرنے کے بعد جب وہاں سے واپس آنے کے لیے کھڑی ہوئی، تو آپ بھی میرے ساتھ کھڑے ہو گئے، تاکہ آپ مجھے چھوڑ آئیں۔ (راوی کہتا ہے کہ) اس زمانہ میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے مکان میں رہتی تھیں۔ اتنے میں دو انصاری آدمیوں کا وہاں سے گزر ہوا۔ انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو رفتار تیز کر دی۔ آپ نے انھیں آواز دی اور فرمایا: ”ٹھہر جاؤ، یہ صفیہ بنت حیی ہیں (یعنی میری بیوی ہیں)۔“ انھوں نے یہ سن کر کہا، سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول ! (بھلا ہم آپ پر بھی بدگمانی کریں گے)۔ آپ نے فرمایا: ”شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح دوڑتا ہے، میں ڈرا کہ کہیں تمھارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ إبلیس و جنودہ : ۳۲۸۱]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے متعلق دوسروں کو بدگمانی کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ اگر اپنے کسی فعل سے لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس فعل کی وضاحت کر دینی چاہیے، تاکہ بدگمانی پیدا نہ ہو۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ

﴿ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ (۱۰۰)

”یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھے واپس بھیجو۔ تا کہ میں جو کچھ چھوڑ آیا ہوں اس میں کوئی نیک عمل کرلوں۔ ہرگز نہیں، یہ تو ایک بات ہے جسے وہ کہنے والا ہے اور ان کے پیچھے اس دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے، ایک پردہ ہے۔“

مشرکین مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ وہ اپنے کفر وضلالت ہی پر جمے رہیں گے، یہاں تک کہ جب انھیں اپنی موت کے آثار نظر آنے لگیں گے اور ان کے گناہوں کے سیاہ بادل ان کی آنکھوں کے سامنے منڈلانے لگیں گے تو ہر کوئی کہے گا کہ اے میرے رب! مجھے مہلت دے، تا کہ دنیا میں رہ کر نیک کام کروں، تو اللہ تعالیٰ ان کی طلب کو رد کر دے گا اور کہے گا کہ اب ایسا ہرگز نہیں ہوگا، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۱۰، ۱۱] ”اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے، پھر وہ کہے اے میرے رب! تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔ اور اللہ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کا وقت آ گیا اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴾ [إبراھیم : ۴۴] ”اور لوگوں کو اس دن سے ڈرا جب ان پر عذاب آئے گا، تو وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں قریب وقت تک مہلت دے دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم نے اس سے پہلے قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تمھارے لیے کوئی بھی زوال نہیں۔“

كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا : یعنی جو یہ سوال کر رہا ہوگا کہ اسے ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے، تا کہ نیک عمل کرے تو یہ محض اس کی زبان کی بات ہوگی جس کے مطابق عمل نہیں ہوگا، کیونکہ اگر اسے دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو وہ پھر بھی نیک عمل نہیں کرے گا، کیونکہ وہ جھوٹ بول رہا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۸] ”اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔“

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ : یعنی موت آ جانے کے بعد ان کے اور اٹھائے جانے کے درمیان دنیا حائل ہو جائے گی اور وہ عالم برزخ میں رہیں گے، یہاں تک کہ جب قیامت آئے گی تو وہ اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں

گے، لیکن وہ زندگی عمل کی نہیں بلکہ حساب و جزا کی زندگی ہو گی۔ درج ذیل حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے معنی پوچھے: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱٦۹] ”اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔“ تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم نے اس آیت کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے تھے، آپ نے فرمایا: ”شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں قندیلوں کے اندر رہتی ہیں، وہ قندیلیں عرش سے لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں اور پھر اپنی قندیلوں میں لوٹ آتی ہیں۔ ایک بار ان کے رب نے ان کو دیکھا اور کہا، تم کچھ چاہتی ہو؟ شہداء نے کہا، اب ہم کیا چاہیں گے، ہم تو جنت میں جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ انھوں نے جب دیکھا کہ اس سوال کا جواب ضرور دینا پڑے گا تو انھوں نے کہا، اے ہمارے رب! ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے بدنوں میں لوٹا دے، تاکہ ہم ایک بار پھر تیری راہ میں شہید ہو جائیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ اب ان کی اس کے علاوہ اور کوئی خواہش نہیں تو ان کو چھوڑ دیا گیا۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب بیان أن أرواح الشهداء في الجنة وأنهم أحياء عند ربهم يرزقون : ۱۸۸۷]

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

”پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان نہ کوئی رشتے ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔“

یہاں دوسری مرتبہ ”صور“ پھونکا جانا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب صور میں نفخۂ نشور یعنی دوسرا نفخہ پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے باہر آ جائیں گے تو اس دن نہ تو قرابتیں کام آئیں گی اور نہ کوئی والد اپنی اولاد کا پرسانِ حال ہو گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦۸] ”اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَاۗءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـــْٔوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴾ [المعارج : ۸ تا ۱٤] ”جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے

دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچا لے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴾ [عبس : ۳۳ تا ۳۷] ''پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آجائے گی۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ (سے)۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔''

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝١٠٢ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۝١٠٣ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ۝١٠٤

''پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوگئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوگئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔''

قیامت کے دن جس کی نیکیوں کا پلڑا جھک گیا وہ جہنم سے نجات پا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا، اور جس کی برائیوں کا پلڑا جھک گیا، وہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، آگ اس کے چہرے کو جھلس دے گی، اس کے ہونٹ جل جائیں گے اور اس کی شکل بگڑ کر نہایت قبیح اور ڈراؤنی ہو جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴾ [إبراهيم : ٥٠] ''اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپے ہوگی۔'' اور فرمایا: ﴿ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَن وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَن ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴾ [الأنبياء : ٣٩] ''کاش! وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، اس وقت کو جان لیں جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝١٠٥ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ۝١٠٦

''کیا میری آیتیں تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں، تو تم انھیں جھٹلایا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔''

اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو ان کے کفر، گناہ، محرمات کے ارتکاب اور ان بڑی بڑی باتوں کی وجہ سے جنھوں نے انھیں تباہ و برباد کر دیا تھا، سرزنش کرتے ہوئے فرمائے گا کہ کیا ہمارے رسول ہماری آیتیں تمھیں پڑھ کر سناتے نہیں تھے؟ لیکن تم

انھیں جھٹلاتے رہے، تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ بطور معذرت صرف یہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی تھی کہ ہم دنیاوی لذتوں میں منہمک رہے، خواہشات نفس کی اتباع کرتے رہے اور راہِ حق سے کوسوں دور رہے، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ [الملك : ۸ تا ۱۱] ”جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو۔ اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے ہوتے، یا سمجھتے ہوتے تو بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔ پس وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے۔“

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝۱۰۷ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝۱۰۸ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۱۰۹ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝۱۱۰ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۱۱۱

”اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال لے، پھر اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو یقیناً ہم ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا اس میں دور دفع رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔ تو تم نے انھیں مذاق بنا لیا، یہاں تک کہ انھوں نے تم کو میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے۔ بے شک میں نے انھیں آج اس کے بدلے جو انھوں نے صبر کیا، یہ جزا دی ہے کہ بے شک وہی کامیاب ہیں۔“

یعنی پھر شدت کرب و بلا سے گھبرا کر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال کر دوبارہ دنیا میں بھیج دے، اگر ہم نے پھر کفر و شرک کی راہ اختیار کی تو واقعی ہم ظالم اور مستحق عذاب ہوں گے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴾ [المؤمن : ۱۱، ۱۲] ”سو ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، تو کیا نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ یہ اس لیے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جب اس اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم

مان لیتے تھے، اب فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے۔‘‘

تو اللہ تعالیٰ ان کی اس بات کو ٹھکرا دے گا، پھر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں ان کے کیے ہوئے گناہ اور مومن بندوں او[ر] اللہ کے دوستوں کے ساتھ کیے ہوئے ان کے مذاق یاد دلاتے ہوئے فرمائے گا کہ دنیا میں میرے مومن بندے اپ[نے] ایمان و عمل کے وسیلہ سے مجھ سے مغفرت و رحمت طلب کرتے تھے، تو تم ان کی عبادتوں اور دعاؤں کا مذاق اڑاتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝ وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴾ [المطففین ۲۹، ۳۰] ’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے جرم کیے، ان لوگوں پر جو ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے۔ اور جب وہ ان کے ساتھ سے گزرتے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کیا کرتے تھے۔‘‘

آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں اور نیک بندوں کو جس جزا سے نوازا، اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج میں نے انھیں ان کے صبر کے بدلے میں جنت دے دی ہے۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ۝ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

’’فرمائے گا تم زمین میں سالوں کی گنتی میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، سو شمار کرنے والوں سے پوچھ لے۔ فرمائے گا تم نہیں رہے مگر تھوڑا ہی، کاش کہ واقعی تم جانتے ہوتے۔‘‘

یہاں اس طرف اشارہ ہے کہ کافر چند سالہ دنیاوی زندگی میں اللہ کی عبادت نہ کرکے آخرت میں بہت بڑا خسارہ اٹھائیں گے، اگر انھوں نے بھی دنیا میں مومنوں کی طرح اعمال صالحہ کیے ہوتے تو آج وہ بھی جنت کے حق دار ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کافروں سے پوچھے گا کہ جس دنیاوی زندگی کے عیش و عشرت میں تم مگن رہے وہ کتنے دن کی زندگی تھی؟ تو وہ شدتِ کرب والم کی وجہ سے دنیا کا عیش و آرام بھول جائیں گے اور انھیں ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے دنیا میں انھوں نے صرف ایک دن یا اس سے بھی کم وقت گزارا تھا اور پریشانی اور تکلیف و اذیت سے تنگ آکر کہیں گے کہ یا رب! تیرے گننے والے فرشتے زیادہ جانتے ہیں کہ ہم کتنے دن رہے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ پھر ان سے کہے گا کہ بہر حال تم لوگ دنیا میں کم ہی دن رہے تھے، اصل طویل زندگی تو اب شروع ہوئی ہے۔ اگر تم اس حقیقت پر ایمان لاتے اور فانی زندگی کے بجائے ابدی زندگی کو ترجیح دی ہوتی اور صبر و استقامت کے ساتھ اللہ کی عبادت کی ہوتی تو مومنوں کی طرح آج تم بھی کامیاب اور فائز ہوتے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ

الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

''تو کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمھیں بے مقصد ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ بے شک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ پس بہت بلند ہے اللہ، جو سچا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔ اور تو کہہ اے میرے رب! بخش دے اور رحم کر اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم والا ہے۔''

بعث بعد الموت کا انکار کرنے والے کافروں کو مزید ڈانٹ پلائی جا رہی ہے کہ کیا تم لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ ہم نے تمھیں بغیر کسی مقصد کے اور بے کار پیدا کیا ہے اور تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آنا؟ اللہ کی ذات اس سے بہت ہی بلند و بالا ہے کہ وہ کسی چیز کو بے کار پیدا کرے، ہم نے تو تمھیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کی بھی عبادت کرے گا، جس کی کوئی دلیل نہیں ہے، تو اسے اس برے عمل کا اپنے رب کے حضور کھڑے ہو کر حساب دینا ہوگا اور اسے اس برائی کا بدلہ مل کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو پکارنا شرک ہے، اللہ تعالیٰ نے بار بار اس کی ممانعت کی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الأعراف: ۱۹٤] ''بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں، پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٦٥] ''پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ۷۳، ۷٤] ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔''

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو سکھایا کہ وہ ہر حال میں اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کرتے رہیں اور اس سے مغفرت و رحمت کی دعا کرتے رہیں۔